



حضور ملکہ معظمہ وکٹوریا فرمانفرمائے انگلستان و

تمدن ہند

مُصنّفہ

ب ڈبلو-لی-وارنر صاحب بہادر کے-سی-ایس-آئی

اُردو اڈیشن

میکملن اینڈ کو لمیٹڈ

لنڈن بمبئی اور کلکتہ

سنہ ۱۹۰۱ع

 قیمت ۸ آنہ



خطبہ

ڈیڑھ سو برس ہوئے فرانس کے ایک مشہور دانشمند شاعر نے یہ
نصیحت کی تھی کہ ہر قوم و ہر ملت پر اپنے ملک کی باغ
کی درستی لازم ہے اور اسی مقصد پر مدت العمر اکتفا کرنا واجب ہے
حالانکہ مرور ایام کی وجہ سے اب لوگوں کی عقل و دانش
نے بہت کچھ ترقی کی ہے۔ اب بلاد مشرق اور نیز ممالک
مغربی میں لوگ ازبس ہوشیاری و دور اندیشی سے کام
لیتے ہیں۔ وہ بمقتضاے دلچسپی امور سلطنت میں بلکہ اپنی
گورنمنٹوں کے بنانے میں شرکت کرنے لگے ہیں ہند
لوگوں کو بتدریج خود اپنی حریت اور اپنی گفتار۔ رفتار۔ و تجارت
کی آزادی پچھم سے نصیب ہوئی۔ جسکے زمانۂ قدیم میں
آرین باعث ہوئے۔ اس ملک کے اکثر باشندہ بے تعلیم
تربیت ہیں لہذا وہ بتا نہیں سکتے کہ یہ تازی ہوا یعنی یہ
نئی روشنی جو سمندروں کی سطح پر جنباں ہے کہاں سے
آتی ہے۔ مگر یہ ہوا یقینی چلتی ہے اور لوگ اسکی آواز
سنتے ہیں اور اسکے جھوکوں سے متاثر ہوتے ہیں۔
مدارس کے طلبہ کی تعلیم مدرسہ ہی تک ختم نہیں ہوجاتی
وہ لوگ جو بے لکھے پڑھے کہلاتے ہیں دیہاتوں۔ میونسپل
شہروں۔ عدالتوں اور ریلوں سے بہت کچھ سیکھا کرتے
ہیں۔ علم و جہل۔ خطا و صواب کا سکون کیطرح عوام الناس

...ں رواج ہوجاتا ہے پس جو سبق ہم بچوں کو پڑھاتے
...عرنیں وہ بے پروائی کے لائق نہیں کیونکہ جو کچھ یہ سیکھتے
...بارغیں وہ اوروں تک پہونچاتے ہیں - اس پچھلی اُمت کی
...وا جسیجا ہے راہ راست پر تعلیم و تربیت کیجاے یا وہ چھوڑدیجاے
...انشرہ بھٹک کر اپنے ہمسایوں کے ساتھ حمایت بیجا تعصب اور
...مالک بیوفائی کرنا اختیار کرے ہر صورت وہ شہری ضرور بنینگے -
...کام پس آیندہ زمانہ کے شہریوں کو انکے حقوق اور فرائض کی
...انہی ...لنت بے سکھانے کی کوشش کرنی چاہیے یعنی یہ کہ ہم کون
...ہیں اور ہمارے پڑوسی کون - ہمپر کس طرح سے فرمانروائی
...و تی ...ہجاتی ہے اور ہمارے فرمانروا ہمسے کیا امید رکھتے ہیں
...زباجو محصول ہم ادا کیا کرتے ہیں وہ کیا ہوجاتے ہیں -
...علیم ہماری اور ہمارے مال و اسباب کی حفاظت کسطرح کیجاتی
...یہ ہے اور ہم بیماری اور قحط کی بلا سے کیسے بچتے ہیں یہ
...ایسے سوالات ہیں جو اکثروں کے ذہن میں یقیناً آیا
...واز کرتے ہیں اور جنسے اور بھی سوالات پیدا ہوتے ہیں -
...ر جیسے یہ کہ ہمسایہ کا ہمپر کیا حق ہے - پس اس چھوٹی
...ی کتاب کے مصنف کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہندوستان
...کے متعلق چند صاف اور سچے واقعات یہاں کے
...طالبعلموں کے پیش نظر کردے مگر امید ہے کہ سلطنت
...برٹانیہ کے پرانے شہریوں کو ... کتاب کی بعض



بعض مطالب سے دلچسپی ہوگی - ہرچہ بادا باد اس کتاب کی مصنف کو یہ امید ہے کہ اسکے مطالعہ سے ترقی کرنے والی امت میں سے بعض کو انگریزی سلطنت کی شہری ہونے کی وراثت کی قدر ہوگی اور وہ اپنے اُن فرائض کا اقرار کرینگے جنکو خود انکی ذات سے یا اُنکے ہموطنوں سے تعلق ہے -

ڈبلیو - ال - ڈبلیو -

۵ - نومبر ۱۸۹۷ء

فہرست مطالب

باب اول

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

باب ہشتم

باب نہم

باب دہم

باب یازدہم

باب دوازدہم

نقشوں اور تصویروں کی فہرست

باب اول

دیہات

۱-باہمی تعلقات - ہندوستانی ہر طالب علم جس نے اس کتاب کے پڑھنے کی استعداد بہم پہونچالی ہی ذیل کی دو سیدھی سادی باتیں سمجھ لیگا - اول یہ کہ باہمی تعلقات کا وہ رشتہ جو ایک ملک کے باشندوں میں ہوتا ہی محض اس خیال سے کہ اُنکے مذہبی عقائد مختلف ہیں اور طرز زندگی میں تبایں شکست نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسکا مڑنا بھی مناسب نہیں - دوسرے یہ کہ کسی جماعت کا اتحاد و ارتباط جسمیں مختلف درجوں کے لوگ شامل ہیں اُسی حالت میں نمایاں ترقی کرسکتا ہی جب اُنکی باہمی ہمدردیوں اور مراسم کو وسعت دیجائے اور وہ ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے لحاظ سے اپنے حقوق اور فرائض کو کماحقہ سمجھیں - جو لوگ ایک ہی سر زمین کے باشندہ ہیں ہمیشہ بالاشتراک ایک دوسرے کے کام میں سرگرم رہیں - حقیقت میں اُنکے اغراض و تعلقات مشترک ہیں -

پس اگر کوئی شخص باہمی تعلقات کے معنی سمجھنا چاہے
تو اُسکو اپنے بدن سے بہتر مثال نہیں ملسکتی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے چار سو برس پیشتر یونان
کے ایک حکیم یعنی سقراط نے اسی مضمون کو اسطرح
پر بیان کیا ہی کہ سب سے اچھی باقاعدہ وہی سلطنت ہی
جسکے اکثر باشندے ایک ہی طور سے ایک ہی چیز کی
نسبت اپنی بیگانی ہونے کی تمیز کرتے ہوں - اس موقع
اور محل پر اُسنے ذیل کی مثال دیکر اپنے قول کی یوں
تشریح کی ہی کہ اگر کسی شخص کی محض ایک اُنگلی میں
کچھ صدمہ پہونچے تو اُسکے بدن کے سارے ڈھانچے
پر جسکا مرکز روح ہی اور جو بمنزلہ اُس سلطنت متحدہ کے
ہی جو ایک ہی فرمانروا کے زیر حکومت ہو اس تکلیف
کا اثر ہوتا ہی اور وہ اُسکے ساتھ ہمدردی کرتا ہی اور ہم
سب بھی یہی کہتے ہیں کہ اس شخص کی اُنگلی میں درد ہی
پس وہ شخص مع جملہ اعضاے بدنی اس تکلیف میں جو
کسی خاص عضو کو پہونچی ہی شریک ہوکر اُس سے متاثر
ہوتا ہی - علیٰ ہذ القیاس جو بات کسی شخص واحد کی نسبت
محقق ہوئی وہی اُس جماعت پر بھی صادق آتی ہی جو
ایک ہی ملک میں ایک ہی فرمانروا کے زیر حکومت
بودوباش رکھتی ہو - اور اسی کو عموماً نظام ملکی کہتے ہیں

اگر ایک گانو کو کوئی صدمہ پہونچے تو اُس صوبہ پر جسمیں
وہ گانو واقع ہی اُسکا اثر پڑنا چاہیے یا اگر کسی صوبہ کو
کوئی مصیبت لاحق ہو تو اُس ملک کو جسکا وہ صوبہ ہی
اُس سی متاثر ہونا لازم ہی ایک خاص فرقہ کے منافع کو
جمہوری فوائد کہنا بجا ہی اور بہترین با قاعدہ سلطنت وہی
ہی جسکے زیادہ تر باشندے ایک دوسرے کے دُکھ درد
میں شرکت رکھتے ہوں۔
۲۔ہند میں اتحاد کی اسباب۔ بعینہٖ جسطرح بدن کے اعضا
سے مختلف کام نکلتے ہیں گو وہ صورت شکل وغیرہ میں
مشابہت نہیں رکھتے مگر سب کے سب بدنی حفاظت و
بہبود میں ساعی و مشغول رہتے ہیں علیٰ ہٰذ القیاس
باوجود اختلاف عقائد و عادت کسی ملک کے باشندوں کی
ایک بہت بڑی جماعت میں دلی اور روحانی اتحاد ہمیشہ
کے لیے قایم رہ سکتا ہی۔ یورپ کے ملکوں میں جسمانی
اور روحانی آزادی کا خیال بے انتہا ہی جو بڑے بڑے
فرقوں خاندانوں بلکہ فرداً فرداً شخصوں میں پھوٹ کا
باعث ہوتا ہی مگر تاہم اس تفرقہ کی اصلاح ملکی قانون
کی عظمت اور قومی ہمدردی کے خیال سے ہو جاتی ہی۔
ہندوستان میں ان موثر قانونی بندشوں اور ملکی محبت
کا بیج قدیم الایام میں بویا نہیں گیا مگر یہاں کے باشندے

سدا سے ایسی عادات و رسوم کے پابند رہے جنکا نتیجہ اتحاد اور میل ہی برخلاف مغربی ملکوں کے - یہاں کے لوگوں میں اپنے سردار کی فرمانبرداری بزرگوں کی اطاعت مذہب کی کمال پاسداری اور دیہاتی میل جول نے زمانہ سابق سے نہایت مفید تمدن کی جڑ ڈالدی ہی ان لوگوں نے زمانہ دراز سے خاندانی جتھوں مذہبی فرقوں یا دیہاتی معیشت کا لطف اُٹھایا ہی جو باہمی کار بار کا اعلیٰ نتیجہ ہی بہت سے لوگ بنظر توسیع یہ خیال کرنے کے عادی ہوگئے ہیں کہ ہم اپنے ہی گھرانے کے ایک رُکن نہیں بلکہ ایک بڑی جماعت کے ممبر ہیں - دیہاتی اور قومی طریقوں نے اسطرح پر اس ملک کی قصباتی طرز معیشت میں ایک میل جول کی صورت پیدا کردی ہی اور اس بات کا خیال کہ اگر پیشہ وروں کا ایک فرقہ قومی یا ملکی کسی ضرورت کو پورا کرتا ہی تو اس فرقہ کی بھی ضرورتیں دوسرے فرقہ کے لوگ پوری کریں باہمی امداد اور جمہور کا گورنمنٹ اور حاکم علی الاطلاق پر بھروسے کا خیال ایسی باتیں ہیں جو ہندیوں کو باہمی ربط وضبط کے لیے اب بھی آمادہ رکھتی ہیں - برخلاف اسکے وہی خاندانی قومی اور مذہبی رسوم جنسے انکیں مدد ملا کرتی ہی بعض اوقات ان باتوں کے عملدرآمد کو محدود کردیتی ہیں - ہندوستانی خیرات دینے میں مشہور ہیں مگر

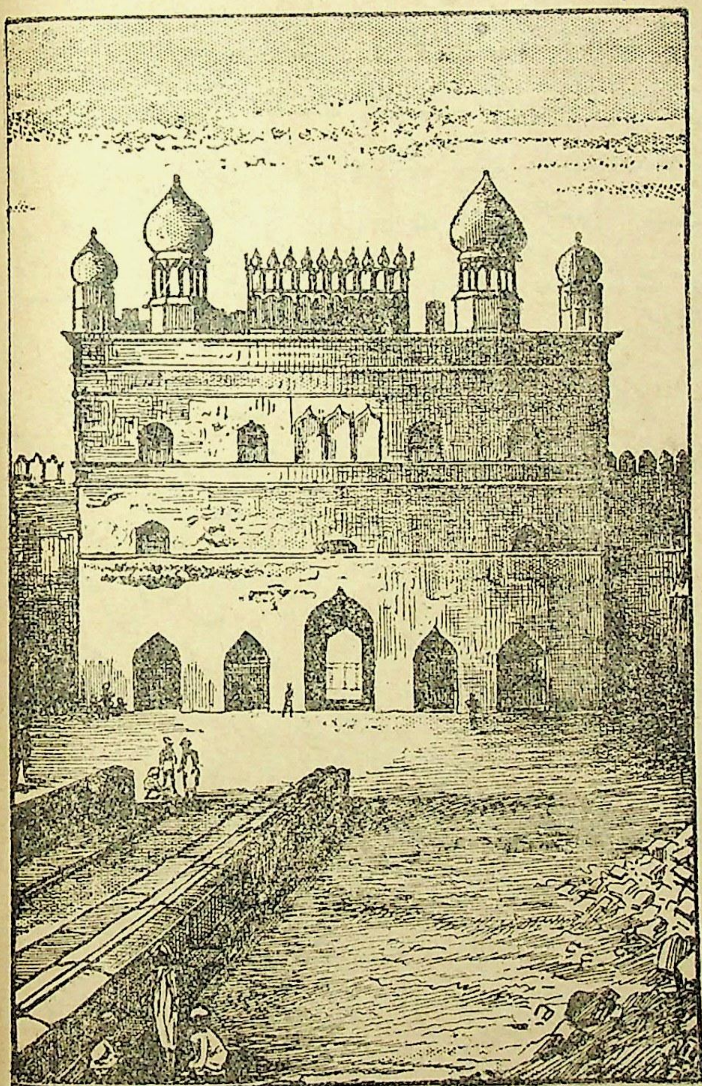
انکی خیراتیں زیادہ تر قومی یا مذہبی ہوا کرتی ہیں برخلاف اہالیان یورپ کے۔ شہریوں کے فرائض اور حقوق کا سلسلہ بہ نسبت اور فرقوں اور جماعتوں کے زیادہ طولانی ہونا چاہیے۔ جیسے ایک خاندان کسی گانو کی آبادی کا ایک جزو ہوتا ہی اسی طرح دیہات صوبوں کے اجزا اور صوبہ کسی سلطنت کے حصہ ہوتے ہیں۔ پس شہری ہونے سے ہماری غرض سلطنت ہند کا ایک رُکن ہونا ہی مع اُن حقوق اور عہود کے جو اُسکو لازم ہیں۔ تاکہ ہر شہری اس بات کو جانے کہ اُسپر اُسکے ہموطنوں اور گورنمنٹ کے کیا حقوق ہیں اُسے حمایت بیجا اور ہٹ دھرمیوں سے کسیقدر کنارے رہنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا کہ علاوہ اپنے خاندان پنچھر یا گانو کے اُسپر اُس سارے ملک کا کچھ حق ہی جسکا شہری کہلانا اُسے وراثتہً پہونچا ہی۔

۳۔ گانوں کی جماعتیں انسان کی عمر کے چشمہ کو میل جول کی حالت میں خاندانوں سے گانو گانو ہوکر صوبہ بلکہ ساری سلطنت میں بہنا چاہیے۔ قدیم الایام میں ہندوستان کا ہر ہر گانو قومی معاشرت کا ایک علحدہ بلکہ غیر متحرک مرکز تھا۔ گانوں کے لوگوں میں مختصر طور پر راج کے جملہ لوازمات پائے جاتے تھے۔ اُنکی

احاطہ یا حدود کے اندر مختلف اقوام اور مذاہب کے خاندان باہم رہا کرتے تھے جو ایک دوسرے کی روزانہ حاجتیں رفع کرتے رہتے تھے اور جب اُنپر پڑوس کے گانو یا صوبہ سے کوئی دشمن حملہ کرتا تھا تو بالاتفاق اپنے گھروں کو بچاتے تھے - رعایا جو کچھ اپنی سرکار اور اپنے حق میں اُسکی ذمہ داریوں کو جانتی تھی وہ سب اُسکے پیش نظر تھیں - چودھری رعایا پر حکمرانی کرتے تھے اور کلکٹر - پولیس سپرنٹنڈنٹ اور مجسٹریٹ بلکہ جج کے اختیارات کو بھی کام میں لاتے تھے - ہر چودھری کی اعانت اُسکا ایک مددگار اور گانو کا پٹواری کیا کرتا تھا - دیگر اہلکار جو نظم و نسق میں دخل رکھتے تھے سُنار اور چوکیدار تھے - سُنار کے متعلق روپیہ پیسہ کا پرکھنا تھا اور چوکیدار کا کام چوروں کا سُراغ لگانا پیغاموں کا لیجانا حدود کی حفاظت کرنا اور موذیوں کو گرفتار کرنا تھا - ان اہلکاروں کی جماعت کے علاوہ اور قبیلہ بھی تھے جو دیہات کے لوگوں کی حاجت روائیاں کیا کرتے تھے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ باہمی منفعت کے رشتہ سے وابستہ تھے اور گانو کی پیداوار کے اُس حصہ کے عوض جو اُنھیں ملا کرتا تھا اور اس بناہ

و حفاظت کے صلہ میں جو انھیں حاصل تھی خدمت گزاریاں کیا کرتے تھے - یہ گانو کے لوہار- بڑھئی کمھار- رسیاں بنانے والے - جاروب کش- موچی حجام- دھوبی اور بہشتی ہوتے تھے - معاملات دیہہ اور معابد کے متعلق اخراجات اُس محصول سے کئے جاتے تھے جو گانو کی اراضی یا مکانات پر لگایا جاتا تھا- یہ سب اُس چھوٹی سی دیہاتی حکمرانی کی تصویر ہے جسے ایک مصنّف نے جو دکھنیوں کے مراسم ومعاش سے کمال واقفیت رکھتا تھا سنہ ۱۸۲۰ء میں کھینچی تھی -

۴ -ماضی وحال -عجیب و غریب تغیرات نے جو اس اخیر صدی میں ہندوستان کو پیش آئے یہاں کے باشندوں کی طرز زندگی بہت کچھ تبدیل کردی ہے- دیہات کی صورت ہی بدل گئی اور وہ قواعد جنکی وجہ سے دیہاتی اپنی اپنی بستیوں میں رہنے پر مجبور تھے منسوخ ہوگئے اور وہ بڑے بڑے اختیارات جو گانو کے نمبرداروں کو حاصل تھے تقسیم کردئے گئے- اگر تمھیں ایک اچھے بڑے گانو کی شکل جیسی کہ سنہ ۱۸۲۰ء میں تھی دیکھنا منظور ہو تو سمجھ لو کہ اُسکے گرد شہر پناہ یا کم سے



دہلی کے قصر کا شاہی پھاٹک

کم بھٹکٹیاّ وغیرہ کی جھاڑیاں محافظت کی لیے ضرور ہونگی - بعض بعض ہندوستانی ریاستوں میں اور ان جملہ ممالک میں جو ہند کی سرحد پر واقع ہیں اب بھی حفاظت کی یہی صورت ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہاں کے باشندوں کو رات کے وقت ڈاکوؤں کے حملوں کا اندیشہ ہی - اُنکی شہر پناہوں اور خندقوں سے بیشک کسیقدر ڈاکوؤں کے گھُس آنے میں روک ہوتی ہی مگر انکی وجہ سے کھُلی ہوا کی راہ رُک جاتی ہی اور بہر صورت اصول حفظ صحت میں خلل ضرور پڑتا ہی - اسی بنا پر لوگوں کی تندرستی کی غرض سے احمد آباد کی پاکیزہ پُرانی شہر پناہ کسیقدر گرادی گئی لیکن اکثر پھاٹک اتبک قائم ہیں - گانو کی اندرونی ترتیب اُسکی بیرونی حیثیت کے مطابق ہوتی تھی - دستکار اپنے گھر چھوڑ کر بہت وقت سے کہیں جانے پاتے تھے - گھر پر انکی خدمتیں بیگار کے لیے حکام کے اختیار میں ہوتی تھیں یا یہ کہ اُنکو گانو کے لوگوں کے کام اُس تھوڑی سی پیداوار کے حصہ کے عوض کرنا پڑتے تھے جو اُنھیں رسم کے مطابق کفایت شعاری کے ساتھ دیا جاتا تھا - کسی حالت

میں اُنکو وطن سے باہر جانے دینا گوارا نہ تھا بجز
اسکے کہ قحط کی وجہ سے اُنکا غلہ کا حصّہ اُنھیں
نہ پہونچ سکے - ما سوا اسکے گانو کے صاحب
اختیار مابقی باشندوں پر بہت کچھ تشدّد کیا کرتے تھے
الغرض دیہاتی اپنے گانو اور اُنکی زمینوں کے سوا
اور کسی بات کا خیال بھی نہ کرتے تھے وہ اپنے
چودھریوں کے اقتدار کے علاوہ عدل و انصاف
اور گورنمنٹ کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتے تھے -
ہر ہر بستی بہت باتوں کے اعتبار سے مابقی
ملک سے علیحدہ ہوتی تھی مگر فی زمانناً ان بستیوں
کی شہر پناہیں منہدم کردی گیئں اور اُنکی خاردار
جھاڑیاں کاٹ ڈالی گیئں اور اب ہرکارے اُس
صوبہ کی دارالسلطنت سے ان بستیوں میں اخبار
پہونچاتے ہیں اور وہاں کے باشندہ نوکریوں اور
منافع کی تلاش میں جہاں چاہیں بی‌تکلف جا سکتے
ہیں - ان بستیوں کے حدود کے باہر ضلع یا
صوبہ کی عدالتیں غریب سے غریب فریادی کی
شکایت سُننے اور اُسکی دادرسی کے لیے کھُلی
ہوئی ہیں -

۵ - قدیم طرز حکومت کی خوبیاں - مونٹ اسٹورٹ

الفنسٹن جنکو امورات ملکی میں کمال دخل تھا اور
جنکے نام نامی سے بمبئی کا سربرآوردہ کالج اور
ہائی اسکول اتبک مشہور ہی اور جو ہندوستانی
دیہاتی مجالس کی خوبیوں کے بڑے معرّف ہیں
اپنی راے اسطرح پر ظاہر فرماتے ہیں کہ غالباً
عمدہ طرز حکومت گانو کے لوگوں کے لیے مناسب
ہی نہ تھا مگر وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان دیہاتیوں
کی وجہ سے بُرے طرز حکومت کے عیبوں کی معقول
اصلاح ہوجایا کرتی تھی - یہ سلاطین کی غفلت اور
کمزوریوں کے بُرے اثروں کو روکتے تھے بلکہ
اُنکے مظالم کی بھی کسیقدر انسداد ہوجاتی تھی - یہ
بات ہر شخص تسلیم کرتا ہی کہ دیہاتی جتھوں اور
مجالس کے حالات میں جو ابھی قلمبند ہوئے بہت
کچھ دلچسپی اور دلفریبی ہی - دیہاتیوں کو ایک دوسرے
کے کام آنا اور اپنی اپنی مختلف تجارتوں اور
پیشوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کی مدد کرنا
باہم بھروسا کرنا اور اپنی محافظت میں شانہ لشانہ
کھڑے ہونا سکھایا جاتا تھا - ایک وقت جب
بدنظمی پھیلی ہوئی تھی اور فرمانروا اپنی رعایا کی
محافظت کے واسطے پولیس وغیرہ نہیں رکھتے تھے -

تو خود رعیت اپنی حفاظت کے لیے انتظام کرنے
کی قدرت رکھتی تھی - اگر صیغہ مال کے اعلے
افسر رعایا سے اتنی مالگذاری طلب کرتے تھے
جسکے ادا کرنے سے وہ عاجز ہوتی تھی تو گانو
کا گانو ایک دل ہوکر اُنکے مطالبہ کے روکنے
کے لیے برانگیختہ ہوجاتا تھا - اگر گانو کے مختلف
گھرانوں یا قبیلوں میں جھگڑے ہوتے تھے تو
وہاں کے لوگوں کی عام راے (پنچایت) اُنکو
رفع کردیتی تھی اور باوجود اسکے کہ چودھریوں
کو مجسٹریٹ اور جج دونوں کے اختیارات حاصل
تھے تاہم بعض اوقات انکے گانو کے لوگوں کی
عام راے انکے افعال منصبی کی اصلاح کرتی تھی -
صوبجات اکثر ایک فرمانروا کے قبضۂ قدرت سے
نکل کر دوسرے کے تحت و تصرف میں دست
بدست جاپڑتے تھے مگر دیہاتی طرز معیشت میں
بہت کم تبدّل و تغیّر ہوتا تھا - کاشتکار بدستور بویا
کاٹا کرتے تھے گو انکے حاکم جسقدر چاہتے تھے
اُنکا غلہ لیجاتے تھے -

۶ - قدیم طرز حکومت کی خرابیاں - دیہاتی طرز
معیشت کا دوسرا پہلو ایسا دلچسپ نہ تھا -

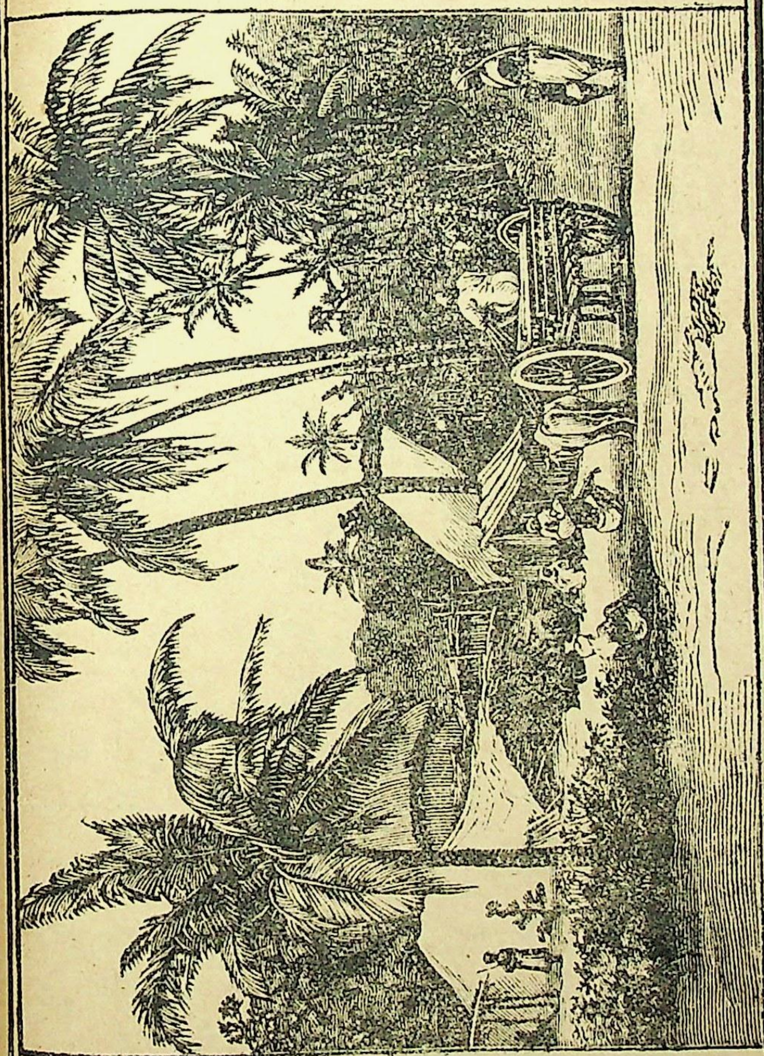
گورنمنٹ کی جانب سے دیہات کی فی الحقیقت
کوئی حفاظت نہیں کیجاتی تھی اور نہ وہاں کے
باشندوں کو مصیبت کے وقت کسی قسم کی مدد
ملتی تھی۔ دیہاتیوں کو نہ ذاتی فوائد کی نگاہ تھی
اور نہ ہمسری و مقابلہ کا جوش جس سے وہ
محنت و مشقت میں سرگرم رہتے اور اپنی حیثیت
درست کرنے میں مستعد۔ قدیم الایام میں ہندوستانی
دیہات کی حالت ان جملہ باتوں کے لحاظ سے
جو کچھ تھی اور جو نتائج اس سے مرتب ہوے
سمجھ لینا مناسب ہی۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہی کہ
وہ اپنی رعایا کو بیرونی دشمنوں یا ملکی بدنظمیوں
سے بچاوے مگر گورنمنٹ یہ اُسی حالت میں
کامیابی کے ساتھ کرسکتی ہی جب وہ سارے
ملک کے مجموعی وسائل و تدابیر کو کام میں لاسکے۔
کسی طاقتور دشمن کے پس پا کرنے میں علاحدہ
علاحدہ بہتیار گانو کی قوتیں بالانفراد کچھ کام نہیں
دیسکتیں۔ ہندوستان نے یہ بات کچھ کھوکر سیکھی ہی
یعنی جب تیمور یا نادرشاہ ایسے بادشاہ نے اسکے
بڑے بڑے شہروں کو خاک میں ملادیا اور اُنکی
گلی کوچوں میں خون کا طوفان برپا کردیا۔ جب

کسی غیر ملک کی فوجوں نے دلّی یا کسی اور شہر
پر چڑھائی کی تو راستہ میں دیہات کو پامال کرتی
گئیں جس سے کھیتیاں برابر ہوگئیں اور مال و
اسباب تباہ - جوتے بوئے کھیت بیاباں ہوگئے -
یہاں کے فرمانرواؤں کی فوجوں نے بڑے بڑے
شہروں کے بچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا
رکھا مگر دیہات کو اُنکی قسمت ہی پر چھوڑدیا -
امن و امان کے زمانہ میں بھی ملک کے صوبوںکا
روپیہ دہلی آگرہ فتح پور سیکری بیجے پور وغیرہ
کی آرائش میں صرف ہوا کرتا تھا اور اضلاع
کی نہروں - سڑکوں اور دیگر رفاہ عام کے
کاموں میں کچھ بھی صرف نہیں کیا جاتا تھا - ایک
زمانہ میں پنڈاروں کے گروہوں نے جو ہندوستان
کے باقاعدہ لٹیرے تھے دیہات پر تباہی
ڈال رکھی تھی - گنوڑر کی حالت جہاں کے باشندے
پنڈاروں کے ہاتھ سے بچنے کی غرض سے
اُسمیں آگ لگاکر خود مع جملہ قبائل جلکر خاک سیاہ
ہوگئے دکھن کے دیہات میں ہر شخص کو معلوم
ہی - قحط یا وبا کے زمانہ میں گورنمنٹ کی طرف
سے قحط زدوں یا مریضوں کی اعانت کو لیے

کوئی کارروائی نہیں کیجاتی تھی - الغرض پیشتر کے فرمانروا نہ دیہات کی حفاظت کرتے تھے اور نہ دیہاتیوں کی مدد جسکا نتیجہ یہ تھا کہ حب الوطنی یا ملکی محبت کا لفظ تک کوئی ہندوستان میں نہ جانتا تھا - ہرگاہ کہ سلاطین اپنی رعایا کے ساتھ پدرانہ برتاؤ نہیں کرتے تھے تو یہ بات بالطبع تھی کہ رعایا اپنے گانو کے پیشواؤں اور اعلیٰ حکاموں ہی سے الفت رکھے اور اُسکو سارے ملک سے کچھ بھی محبت یا اخلاص نہو - خود گانو میں کسی قسم کی محنت یا ترقی کے لیے کوئی شئ محرک نہ تھی - کاشتکار گو کتنی ہی محنت اور جانفشانی سے اپنے کھیت طیار کرتے تھے مگر محض اُنکی بسر اوقات کے بقدر چھوڑکر اُنکی آنکھوں کے سامنے اُنکا غلہ سرکاری اہلکار لیجایا کرتے تھے دستکار یا تو بلا اُجرت سرکاری کام انجام دیا کرتے تھے یا یہ کہ غلہ کے اُس حقیر حصہ کے عوض جو رسم کے مطابق اُنھیں ملا کرتا تھا لوگوں کے کام کیا کرتے تھے - تاجر اکثر اپنا مال ایک معین نرخ سے فروخت کرنے پر مجبور کئے جاتے تھے اور چونکہ ملک میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی اور راستوں

پر بدامنی لہذا وہ اپنا کاروبار دور دست ملکوں
میں پھیلا نہیں سکتے تھے مگر باوجود ان سب
قباحتوں کے گانو کے لوگ چون و چرا نہیں
کرتے تھے اور مصیبتوں کے اُن طوفانوں کے
آگے جو انھیں پیش آیا کرتے تھے اپنے سر
جُھکا دیتے تھے۔ خاندانی ہمدردی اور باہمی
محافظت کے رشتوں سے گانو کے قبائل
وابستہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ اُنہیں علیحدگی ضرور
تھی مگر تب بھی باوجود بیشمار ذلتوں اور مصیبتوں
کے وہ پھر سنبھل سکتے تھے اگرچہ دیہاتیوں کو
ہمیشہ محاصرہ کی سی حالت میں رہنا پڑتا تھا
تاہم وہ جیتے رہتے تھے اور اُنکی بستیاں
ان انقلابوں کے بعد جو صوبوں کو لاحق ہوتے
رہتے تھے باقی رہتی تھیں۔ انکے براے نام
فرمانروا اکثر بدلا کرتے تھے مگر گانو کے لوگوں
کے طرز معیشت میں جو ازبس سخت تھا
چاہے صوبہ یا ملک کو کچھ ہی کیوں پیش
نہ آوے زیادہ تبدل و تغیر نہیں ہوتا تھا۔
القصہ ایک جھونپڑے کا بھی غریب سے غریب
مالک ہندوستان میں اس بات کا فخر کرتا ہے۔

کہ میں ابتک اپنے مکان پر جو میرے آبا و اجداد نے کئی صدیاں ہوئیں کھجور کے درختوں کے درمیان منتخب کیا تھا قابض و دخیل ہوں ۔ اس زمانہ کے گانو۔ ہندوستان کے گانو اب چہار دیواریوں یا خندقوں سے گھرے مختصر سی ریاست کے مانند نہیں ہوتے۔ وہ صوبہ اور علیٰ ہذا القیاس سلطنت کے مسلم حصہ ہوتے ہیں۔ اُنکی شہر پناہیں توڑکر گرادی گئیں اور وہاں کے باشندوں کی نگاہیں سارے عالم پر پڑنے لگیں۔ اُنکو اس بات کا پورا پورا یقین ہی کہ ہمیں ہر شب اپنی شہر پناہوں کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص آزاد ہی اور جہاں اپنا نفع دیکھے جا سکتا ہی اور ہر جگہ اُسے اپنی گورنمنٹ کا دست اعانت دکھلائی دیتا ہے۔ رعایا کو ٹھیک معلوم ہے کہ انھیں کسقدر لگان ادا کرنا ہی اور زائد محنت و توجہ کے محاصل اُنھیں کے جیب خاص میں رہتے ہیں سرکاری کھڑی کھیتیوں کے حصہ بانٹ کے بابت بیکار جھگڑے نہیں ہوتے اور تحصیلداروں کو رشوت دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہر کاشتکار



یا مالک آراضی کو پیشتر سے معلوم رہتا ہے کہ کسقدر اُس سے لیا جائیگا اور گورنمنٹ اُس رقم سے زیادہ نہیں لیتی جو سرکاری کاغذات میں درج ہو گئی - وہ لوگ جو مالک آراضی نہیں اور محنت و مشقت پر گذران کرتے ہیں اور گانو کے دستکار روزگار کی تلاش میں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں انمیں سے بہتیروں کو دو چار مہینہ کے لیے بڑے بڑے گانو میں کام ملجاتا ہی اور پھر برسات میں اپنے گھر لوٹ آتے ہیں - گانو کے سوداگر تاجروں کو مال بہم پہونچاتے ہیں جنکی نگاہیں دنیا کی بازاروں پر لگی ہوئی ہوتی ہیں اور جو گانو کی پیداوار جہاں کہیں خاطر خواہ قیمت ملی فروخت کرتے ہیں - گورنمنٹ کی حفاظت ہر جگہ ہر شخص کے شامل حال رہتی ہی - اور بجاے کچّے جھوپڑوں کے اب لوگ پختہ اور سنگین مکانوں میں رہتے ہیں - نہ ڈاکو رات میں دیہاتیوں کی مکانوں پر حملہ کرتے ہیں اور نہ کسی فوج کے چڑھ آنے سے اُنکے مکانات ویرانے ہو جاتے ہیں - جب وہ اپنے کاموں کے واسطے وطن سے باھر نکلتے ہیں تو ان سڑکوں یا ریلوں پر سفر کرتے

ہیں جو اُنکے مکانوں سے دور دست شہروں تک
چلی گئی ہیں۔ گانو کے کنوئیں ہی پانی کے لیے
منبع نہیں ہیں۔ ہر ہر گانوں بالاشتراک ان
نہروں کے فائدوں سے مستفید ہوتا ہی جو اس
ملک میں جاری ہیں۔ اور وہ روابط جنسے دیہات
اور صوبوں کے بڑے بڑے شہر مربوط ہیں
بیشمار ہیں۔ گانو کے افسروں کے اختیارات ملکی
قانون کے مطابق ہوتے ہیں اور دیوانی اور
فوجداری عدالیتں جو صدر مقاموں میں ہوتی ہیں
سب کے لیے کھلی ہوئی ہیں۔ طلبہ کے لیے
دیہاتی مدارس کے بعد قصباتی مدرسہ موجود ہیں
اور پھر ضلع کے اعلے مدارس۔ گانو کے رجسٹرار
بھی پیدایش اور فوتی کے نقشہ پُر کرکے صدر
دفتروں میں روانہ کرتے رہتے ہیں۔ اسیطرح پر
برٹش انڈیا کے پانچ لاکھ ستیئس ہزار نو سو ایک ۵۲۷۹۰۱
مواضع اور شہروں میں سے جنمیں بائیس کرور
دس لاکھ باشندے ہیں ہر ہر موضع ایک جداگانہ
بستی ہونے کی شناخت رکھتا ہی مگر ساتھ ہی اسکے
یہ بھی معلوم ہی کہ وہ اس سلطنت عظیمہ کا
جس سے اُسکو تعلق ہی ایک جیتا جاگتا حصہ ہی +

۸۔ تجربہ کی بات۔ جب ایک مرتبہ اسکا تجربہ ہوا
کہ ایک گانو کے فوائد دیگر دیہات کے منافع
سے وابستہ ہیں تو ہر لکھے پڑھے شخص کو اس
کل کی نسبت کچھ جاننے کی خواہش کرنا چاہیے
جسکی بنا پر یہ ملکی انتظامات ہوتے ہیں۔ اُسکو اپنے
خود تجربہ سے معلوم ہی کہ اُسکا مکان کس ضلع
کے متعلق ہی اور اس ضلع کو بھی کس صوبہ
سے تعلق ہی تو اُسے اسکا خیال ہونا چاہیے کہ
یہ صوبے کسطرح بنے اور انکو کل سلطنت سے کیا
تعلق ہی۔ جب وہ دیہات میں باہر نکل جاتا ہے
تو بعض اوقات اسکو دیسی ریاستوں کے حدود
سے گزرنا پڑتا ہی اور تب اسکو یہ معلوم ہوتا ہی
کہ میں انگریزی سلطنت کے قلمرو سے باہر نکل
آیا۔ اسکو مختلف مذاہب اور قوم کی لوگونکے ساتھ ساتھ
رہنا پڑتا ہی اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ میرے آبا
و اجداد نے ہندوستان میں کیسے راہ پائی۔ اور
اس ملک کے عام لوگوں کے لیے وہ کون کون
سے ہنر اپنے ساتھ لائے تو اور بھی زیادہ
محظوظ ہوتا ہی۔ دیگر سوالات روزمرّہ کی باتوں کے
دیکھنے سے اسکے دل میں پیدا ہونگے۔ جیسے زمین

کے نیچے کان کھودنے اور شہروں میں روئی صاف
کرنے کی کلیں کہاں سے آئی ہیں اتنے بڑے وسیع
ملک میں امن و امان کیسے قائم رہتی ہے اور
عوام الناس کی تندرستی کی حفاظت کیسے کیجاتی ہی۔
عملی تجربہ سے ہر شخص کے ذہن میں یہ اور اسی
قسم کے اور سوالات پیدا ہونگے۔ اور اگر علم کچھ
بھی قابل قدر ہی تو ان سوالوں کے صحیح
جواب ملجائیں گے ✢

۹۔ذاتی فرائض۔ کیونکہ یہ جواب ایسی بات نہیں
جس سے ہمکو کوئی تعلق نہو۔ اسکی نیکی و بدی زیادہ تر
ہماری خود کوششوں پر منحصر ہی۔ اگر زیادہ تر لوگ
حفظ صحت کا خیال نہ رکھیں اور کوششیں نہ کریں
تو انسان کو تندرستی نصیب نہو۔ اسیطرح کسی ملک
کی فرمانروائی ہو ہی نہیں سکتی جبتک وہاں کے
شہری مستعدی سے اُسمیں شرکت نہ کریں۔ اسکی
کچھ بھی ضرورت نہیں کہ کوئی شخص گورنمنٹ کی
ملازمت ضرور کرے تاکہ وہ گورنمنٹ کے فرائض
کو ادا کرسکے ہمکو بعض اوقات پولیس کی رشوت
ستانی اور حکام کی بے انصافی سننے میں آتی ہی
اور ایسی بیماری کا پھیل جانا سُنائی دیتا ہی جسکا

روک دینا ممکن ہے۔ لیکن اگر لوگ رشوت نہ دیا کریں
تو کوئی بھی رشوت نہ لے۔ انصاف میں خرابی
ڈالنے کے لیے جھوٹی شہادت دینی ضرور ہے اور
کوئی بیماری ہرگز نہ پھیلے اگر اول اول وہ کہیں
سے لاکر غفلت اور بداحتیاطی سے پھیلا نہ دیجائے۔
ملک کا یہ حق ہے کہ اسکا ہر ہر شہری حتی الامکان
عدل و انصاف اور حفظ صحت کی ترقی میں سرگرم
و کوشاں رہے گانو کے لوگوں میں باہمی اعانت
کا جوش تھا اور مشترکہ فوائد کے لیے باہم
کام کیا کرتے تھے۔ مگر اب ہمارے فرائض کا
دایرہ وسیع ہوگیا ہے لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ایسے
خیالات کسی صوبہ یا ملک کے باشندوں کو ہمت
نہ دلائیں۔ جناب مسٹر جسٹس رانڈے سی آئی
ای نے اپنے ایک اڈریس میں جو اُنھوں نے
بماہ دسمبر ۱۸۹۶ء کلکتہ میں دیا تھا یہ باتیں دکھلائی
تھیں کہ فی الجملہ سلطنت کا وجود اسی غرض سے
ہوتا ہے کہ فرداً فرداً اُسکے ارا کین و باشندے
زیادہ تر مغرز خوش اور دولتمند ہوں اور اُن
جملہ اوصاف میں کمال حاصل کریں جو ہمیں عطا
ہوئے ہیں۔ اور ہمارے اس ذاتی کمال کی

ذمہ داری کسی بیرونی انتظام سے گو وہ کیسا ہی خوب کیوں نہو ہرگز نہیں ہو سکتی جبتک ہر ہر شخص جسکو اس سے تعلق ہو بذات خاص اپنے نج کی احاطۂ فرائض میں اپنی بہبود کے لیے ایک دوسرے کا شریک نہو۔

۱۰۔ مستقبل۔ اگر مسٹر رانڈے کی پاکیزہ نصیحت پر عموماً لوگ عمل کریں تو ہم آیندہ کے لیے انگلستان کے شاعر لیوس مارس کے بیان کے مطابق امید کرسکتے ہیں۔ (وہ فرماتے ہیں) جھگڑے اور واویلا کرنے کے بجاے چین چان کے دن اور سچا بھائی چارہ دکھلائی دیگا رفاہ عام میں مقاصد کا کمال اتحاد لوگوں کی خود غرضیوں کو ٹال دیا کریگا۔ ایک وہ وقت آئیگا کہ ایک دوسرے کے ساتھ خدا کی مرضی کے مطابق برادرانہ برتاؤ رکھے گا۔

باب دوم
شہر

۱۱- قصبات یا شہر- قبل اسکے کہ ہم دیہات سے گزرکر اضلاع تک پہونچیں ہمکو کسیقدر قصبوں یا شہروں کے حالات جاننا لازم ہیں- گانو کی آبادی کو دیہاتی آبادی کہتے ہیں اور شہروں کے باشندوں کو شہری- ہندوستان کے شہریوں کے حالات قلمبند کرنے میں دو باتوں کا اظہار ضروری ہی اول یہ کہ یہاں کے قصبوں اور شہروں کی آبادی بمقابلۂ انگلستان و دیگر ممالک یورپ کے بہت ہی مختصر ہوتی ہی- دوسرے یہ کہ انکی آبادی انگریزی عہد حکومت میں بہت کچھ بڑھ گئی ہی انگلستان اور ویلز میں جنکا رقبہ کل اٹھاون ہزار تین سو نو میل مربع ہی اور جنمیں تقریباً دو کرور نوے لاکھ آدمی رہتے ہیں ایک سو پچاسی شہر اور قصبہ ہیں اور ہر ہر قصبہ میں بیس ہزار سے زیادہ کی آبادی ہی یعنی وہاں کی شہری آبادی بہیت

مجموعی ایک کرور پچپن لاکھ ہی۔ سارے ہندوستان
میں مع دیسی ریاستوں کے جسکا وسیع رقبہ
پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار ایک سو ساٹھ میل مربع
ہی اسطرح کے سوا دو سو قصبہ ہیں جنمیں سے
کل اڑتیس دیسی ریاستوں میں واقع ہیں۔ ان سوا
دو سو قصبوں اور شہروں کی آبادی ۱۸۹۱ء
میں ایک کرور چالیس لاکھ سے کم درج رجسٹر
ہوئی تھی۔ پس یہ کہہ سکتے ہیں کہ جزائر برٹانیہ
کے ایک حصہ میں اسکے نصف سے زیادہ باشندہ
شہروں اور ایسے قصبوں میں رہتے ہیں جہاں
کی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہی درآں حالیکہ
ہندوستان کی آبادی کا بیسواں حصہ بھی ایسے قصبوں
اور شہروں میں سکونت نہیں رکھتا۔ مگر گذشتہ
پچاس برس سے برٹش انڈیا کے شہروں کی آبادی
بہت بڑھ گئی ہی اور بہ نسبت دیسی ریاستوں کے
بہت گنجان ہوگئی ہی۔

۱۲۔ شہروں کے فائدے۔ اگر کسی کو ہندوستان
کے شہروں کی قلیل تعداد سے تعجب ہوگا تو
انگریزوں کے آنے سے پیشتر اس ملک کی حالت
اسکے استعجاب کو رفع کردیگی۔ تین باتوں کے لحاظ

سے لوگوں کو دیہات سے نکل کر بڑے بڑے
قصبوں میں اکٹھا رہنے کی ترغیب ہوتی ہے - اپنی
حفاظت - تجارت اور حکومت جو اکثر بڑے بڑے
قصبوں اور شہروں کے باشندوں کو عطا ہوتی ہے -
بعض لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہوگا کہ صدہا برس کے
حملوں اور ملکی جنگ و جدل کی وجہ سے جنمیں
ہندوستان مبتلا رہا لوگوں نے دیہات چھوڑکر شہروں
میں رہنا پسند کیا ہوگا تاکہ بوجہ احسن انکو پناہ ملسکے
مگر دہلی اور دیگر شہروں کی خوفناک بدقسمتی نے لوگوں
کو متنبہ کردیا تھا کہ متواتر حملہ کرنے والے جنکو
غنیمت کے سوا فرمانروائی سے کوئی غرض نہ تھی
یقیناً برخلاف کنگال گانو کے دولتمند شہروں پہ حملہ
آور ہونگے - بڑے بڑے شہروں پر بیرونی ہی
دشمنوں کے حملہ نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ اُنکے
فرمانرواؤں کی طمع بھی اُنکو تباہ کرتی رہتی تھی -
اور ماسوا اسکے کبھی کسی شاہزادہ کے توہم یا
اولوالعزمی کی بنا بر وہ ایک جگہ سے دوسرے مقام
پر منتقل کردیے جاتے تھے - دہلی کے بیشمار
ویرانے شہر اس بات کی شہادت دیتے ہیں -
خود اختیاری حفاظت کا غلبہ جو اور ملکوں میں

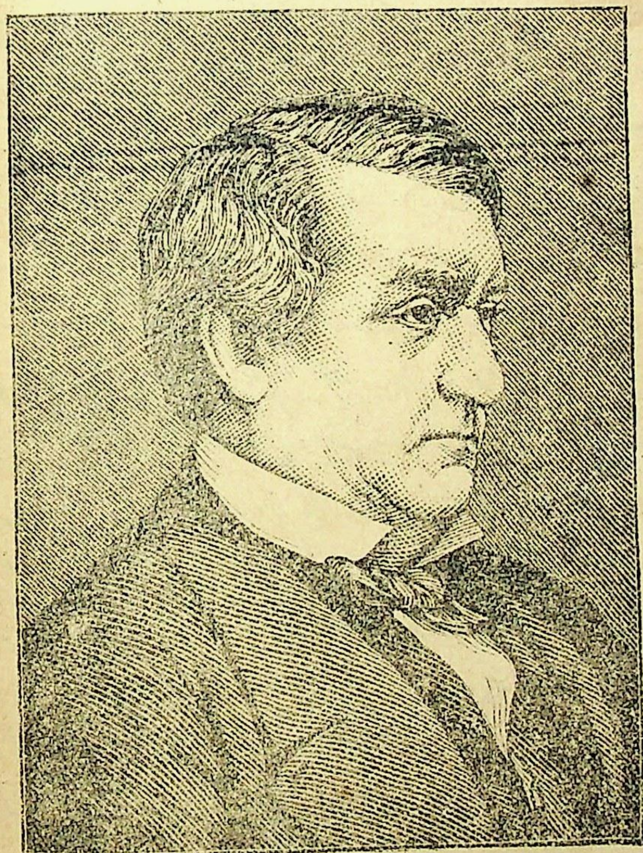
شہروں کی تعمیر و آبادی کے لیے نہایت قوت
بخش ہوتا ہی ہند میں ان خیالات کیوجہ سے بہت
کمزور ہوگیا تھا۔ تجارت کو ہندوستان میں ہرگز
فروغ نہیں ہوسکتا تھا ہرگاہ کہ یہاں اندرونی
بلووں اور بیرونی حملوں کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔
آبادی اسیقدر تھی جس سے دیہات آباد رہتے
تھے اور اُنکی اراضیاں جوتی بوئی جاتی تھیں گو
اس ملک میں ایسے شہر بھی تھے جنکے تانبے
کے برتن۔ ریشمی کپڑے۔ململ۔اور لگ دار
چیزیں ملک ملک مشہور تھیں ان چیزوں کی نہ اسی
ملک میں زیادہ مانگ تھی اور نہ ممالک غیر میں
روانہ کرنے کے محفوظ ذریعہ تھے۔ فی زماننا اگر
انگلستان کے شہروں کی آبادی میں کسیطرح کمی
کمی معلوم ہوتی ہی تو فوراً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ
برٹانیہ کی بیرونی تجارت کمی پر ہی مگر انگریزی عہد
سلطنت سے پیشتر جو تجارت ہندوستان و دیگر ممالک
سے ہوا کرتی تھی برخلاف اُن چیزوں کے جو محنت
و مشقت سے دستکار طیار کرتے ہیں محض زمین
اور جنگلوں کی پیداوار کے متعلق تھی ہندوستان
سے ممالک غیر میں سیاہ مرچ۔ لاکھ۔ روئی اور سن

وغیرہ - ادرک اور لٹھے جایا کرتے تھے ہندوستان
کی تجارت بہ نسبت شہریوں کے دیہاتیوں کے دل
زیادہ تر بڑھاتی تھی - ڈھاکے[1] کے ململوں کی قیمت جو
۱۷۸۷ء میں ہندوستان کے باہر بھیجے گئے تھے
تیس لاکھ تھی مگر ۱۸۱۳ء میں وہ چار لاکھ سے بھی
کم ہوگئی - تیسری رغبت سے جو لوگوں کو دیہات
چھوڑکر شہروں میں رہنے کی رہبری کرتی ہے - انگریزی
عہد سلطنت کے پیشتر ہندوستان کے لوگ واقف
نہ تھے خود اختیاری حکومت کی ایسی چھوٹی چھوٹی
باتیں جو لوگوں کو حاصل تھیں وہ دیہات ہی میں
ممکن تھیں جنکے اصول اخیر باب میں مذکور ہوے -
اس زمانہ میں بھی شہر کی صفائی اور انتظامات کے
متعلق ترقی میں کمی ہے اور یہی حالت رہیگی جبتک
ایسے لوگوں کی تعداد جو صاحب دولت اور صاحب
علم ہیں اور جنھیں فرصت بھی رہتی ہے بہت بڑھ
نہ جاوے - اس اثنا میں جب شہر امن و امان اور
تجارت کی وجہ سے بڑھ جاتے ہیں تو شہریوں کو
خود اختیاری حکومت سپرد کرنے کا کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا جاتا -

۱۳ - محکمہ صفائی یعنے میونسپلٹی والے شہر - انھیں

[1] ڈھاکے کے ململ رومیوں اور مصریوں کے زمانوں میں بھی مشہور تھے

شہروں کی طرف ان لوگوں کو جو آلہ حکومت کی نسبت
کچھ جاننا چاہتے ہیں توجہ کرنا چاہیے - تین دارالحکومتیں
یعنی کلکتہ مدراس اور بمبئی کو اور رنگون کو بھی جو



برٹش برہما کا خاص شہر ہی سردست چھوڑ کر ہم
دیکھتے ہیں کہ برٹش انڈیا میں ۱۸۹۶ء میں سات
سو تینتیس سے کم محکمۂ صفائی والے شہر نہ تھے

جنکے باشندوں کی تعداد ایک کروڑ بتیس لاکھ اٹھانوے ہزار چھ سو تیرہ تھی - احاطۂ بمبئی میں ایک سو ستر اسطرح کے شہر تھے پنجاب میں ایک سو اُنچاس بنگالہ میں ایک سو چھیالیس اور ممالک مغربی و شمالی میں ایک سو تین - مدراس میں ایسے چھپن شہر تھے اور ممالک متوسطہ میں ترپن اور باقی تھوڑے تھوڑے مابقی ہندوستان میں منقسم تھے +

۱۴- سلف گورنمنٹ یعنے خود اختیاری حکومت ہندوستان میں میونسپل بورڈ قائم کرنے سے انگریزی حکام کے پیش نظر دُہرے مطالب تھے - اول یہ کہ کسی مقام کے سرمایہ میں جو وہاں کے باشندوں کی تعلیم - حفظ صحت - خیراتی شفاخانوں اور ملکی تعمیرات میں صرف ہوا کرتا ہی وہاں کے لوگوں کے دیگر اغراض کو بھی شریک کرنا - دوسرے یہ کہ ملکی معاملات کی تعلیم کا انھیں ایک آلہ قرار دینا - پہلے مطلب پر لارڈ میو نے ۱۸۷۰ء عیسوی کے ایک ریزو لیوشن مورخۂ ۱۱- فروری کے رو سے روز ڈالا اور دوسرے مطلب کو لارڈ رپن نے ۸۲-۱۸۸۱ء میں بڑھایا اور لارڈ رپن کے بعد جو گورنر جنرل ہوتے گئے سب ان دونوں حکمت

عملیوں کے ملانے میں سرگرم رہے سلطنت ہند
ایسٹ انڈیا کمپنی سے نکلکر ملکہ معظمہ کے شاہی
قلمرو میں داخل ہونے کے پیشتر کمپنی مذکور نے
بڑے بڑے شہروں کے باشندوں کو میونسپلٹی
کے اختیارات دے رکھے تھے۔ احاطۂ بمبئی
میں بھی بہت سے شہروں کے باشندوں کو ایسے
اختیارات ۱۸۵۰ء سے دیدیے تھے مگر ۱۸۷۲ء
تک ملک بھر میں عموماً کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی۔
تو کئی اکٹ نافذ ہوئے اور جنمیں ۱۸۸۳ء اور
۱۸۸۴ء میں کمی و بیشی کی گئی ۱۸۸۳ء کے پیشتر
یہ خیال تھا کہ میونسپلٹیاں سلسلہ رہنمائی قرار
دیجائیں اور سرکاری عمال کے ماتحت رہیں۔ یہ
خیال اسوجہ سے تھا کہ ممبران میونسپل بورڈ
اپنے اختیارات بری طرح پر کام میں نہ لائیں اور
اپنے سرمایہ کو بیجا صرف نہ کریں اس سنہ کے
بعد یہ بات تسلیم کر لیگئی کہ سرکاری عمال کی ماتحتی
بعض صورتوں میں دور کردینے سے اور بعض
حالتوں میں قانوناً گورنمنٹ کی مداخلت کی حد قایم
کرنے سے لوگ ملکی کاموں میں زیادہ جی لگائینگے
اور اسطرح سے وہی خبر گیری اور توجہ جو انھیں

اپنے ذاتی معاملات کے متعلق ہوتی ہی ان ملکی کاموں میں کر سکینگے - سلف گورنمنٹ یعنی سلطنت خود اختیاری کے الفاظ سے ظاہر ہی کہ اعلےٰ حکام ایک مقدار تک شہریوں ہی میں سے غیر سرکاری ملازمین کو بہت سے انتظامی اختیارات سپرد کردیا کرتے ہیں جو دوسری حالت میں سرکاری افسروں کو حاصل ہونا چاہیے -

۱۵ - امتیاز بیت المال - تاکہ سلف گورنمنٹ غفلت یا دیگر بدنامیوں کی وجہ سے بے اعتبار ہوجاے سرکار ان بورڈوں کو اپنے بعض بعض اختیارات عطا کرنے میں محض اس خیال سے کہ وہ خطرناک متعدی امراض یا دیگر ملکی ضرورتوں کی حالت میں اپنے جائز اختیارات کام میں لائیں اُنھیں مجبور کرنے کی قدرت اپنے لیے محفوظ رکھتی ہی - وہ اُن محصولوں کی تشریح کردیتی ہی جو ممبران میونسپل بورڈ لگا سکتے ہیں اور اُن اغراض کی توضیح جنمیں ان محصولوں کا روپیہ صرف کیا جاتا ہی - کل آمدنی جو سات سو تینتس میونسپلٹیوں سے ۹۵-۱۸۹۴ء میں ہوئی دو کرور پچاس لاکھ تھی اور یہ لمبی چوڑی آمدنی یہاں کے لوگوں

ہی کے ہاتھوں اُنکی ملکی ضرورتوں میں اُنکے
تحویلداروں کے ذریعہ سے جنھیں میونسپل کمشنر
یا بورڈ کہتے ہیں صرف کی گئی۔ دو مثالیں
دیجاتی ہیں جنسے یہ معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ کن
وجوہ و اغراض سے بورڈ کے محصول بڑھانے
کے اختیارات محدود کردیتی ہی ہندوستان
میں روزانہ مصارف کی چیزوں پر محصول دینا
جسے چنگی کہتے ہیں لوگوں کو گراں نہیں گذرتا کیونکہ
وہ اسکا خیال بھی نہیں کرتے۔ چنگی لینا اُسی
حالت میں جائز ہی کہ کل میونسپلٹیوں کے باشندہ
جنکی تعداد ایک کرور بتیس لاکھ اٹھانوے ہزار
چھ سو تیرہ ہی اپنے اوپر اُن شہری ضرورتوں
کے رفع کرنے کے لیے محصول لگائیں لیکن یہ
ہرگز مناسب نہیں کہ ان اشیاء کو مصرف میں
لانے کی وجہ سے اُن لوگوں پر بھی جو میونسپلٹی
کے حدود میں نہیں رہتے ایسی اغراض کے لیے
جنسے انکو کوئی نفع نہیں محصول لگایا جائے۔
چند برس ہوئے سندھ میں سب سے زرخیز
میونسپلٹی انڈس کے کنارے محض ایک حقیر
بستی تھی جہاں اس دریا کے بہاؤ پر کسی غیر ملکی

بازار میں لیجانے کے لیے غلہ آتا تھا - اس غلہ پر چنگی کی تحصیل سے میونسپلٹی کے رہنے والوں ہی کو محصول نہیں دینا پڑتا تھا بلکہ دور دور کے لوگوں کو بھی جو وہ غلہ اپنے صرف میں لاتے تھے - لہذا ہندوستان کا غلہ قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے اس بازار سے خارج ہوا چاہتا تھا اسطرح کے غلہ درآمد کو روکنے کے لیے اسکا تخمینہ کیا جاتا ہی کہ زیادہ سے زیادہ کسقدر غلہ و دیگر اشیا کس شہر کے باشندے اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں - پس اگر ان میونسپل محصولوں کی آمدنی اُس مقدار سے بہت زیادہ ہوتی ہی جو وہاں کے باشندوں کے اُن اشیا کو اپنے مصرف میں لانے سے ہوسکتی تھی تو اس صورت میں گورنمنٹ اسمیں مداخلت کرتی ہی - دوسری مثال میونسپل بورڈ کے اختیارات محدود کرنے کی اس قاعدہ سے حاصل ہوتی ہی کہ سلطنت کی عام محصولوں میں میونسپل محاصل کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہونچنا چاہیے - اگر سرکار کچھ چیزوں پر محصول لگاتی ہی تو میونسپلٹی کو اُن اشیاء پر محصول نہیں لینا چاہیے ورنہ ان چیزوں کی تجارت

برباد ہوجائیگی اور جس سے ملکی محاصل میں نقصان واقع ہوگا - اخراجات کے بابت - میونسپل بورڈ کو اُن مبالغ میں جو سرکار نے کسی خاص مطلب سے اُنھیں حوالہ کیے ہیں اسراف نہ کرنا چاہیے جن اخراجات کے رفع کرنے کی امید انسے کیجاتی ہی وہ حفظان صحت - شہر کی صفائی - اسکے باشندوں کی تندرستی وہاں کے شفا خانہ - اُسکے پانی کے منبع - سڑکیں - ابتدائی تعلیم اور دیگر رفاہ عام کی عمارتیں ہیں گورنمنٹ کا جسکو شہروں کے باشندہ علاوہ اُن محصولوں کے جو میونسپلٹی اُنپر لگاتی ہی عام محصول ادا کیا کرتے ہیں یہ فرض ہے کہ امن و امان قائم رکھنے - انصاف کرنے - ڈسٹرکٹ پولیس اور اُن جملہ محکموں کا جنسے میونسپلٹی کے باشندوں کو بحیثیت رعایا ہونے کے تعلق ہے انتظام کرے -

۱۶ - ملکی انتظام کی تعلیم - عام اصول جنکا ابھی ذکر ہوا آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں - شہر کے باشندوں کو بہت سی آرام کی چیزیں - جیسے روشنی - پانی - بدرو اور شفاخانوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور ان چیزوں کی وہ کما حقہ قدر

کر سکتے ہیں۔ انھیں فوائد کے لحاظ سے وہ اپنے
اوپر محصول دینا گوارا کرتے ہیں اور سرکار اُنکے
منتخب کردہ ممبروں کو وہاں کی آمدنی اُن کی ضرورتوں
میں صرف کرنے کی خدمت سپرد کردیتی ہے۔
میونسپلٹی کے حدود کے اندر میونسپل کمشنر جنھیں
سے بعض بعض خود رعایا کے منتخب کردہ
ہوتے ہیں اور جنھیں سرکار ازروے قانون
اختیارات دیدیا کرتی ہے اس شہر کی فرمانروائی
کرتے ہیں اور اسکو لوکل سلف گورنمنٹ (کسی
جگہہ کی حکومت خود اختیاری) کہتے ہیں۔ اسکی
کامیابی محض ممبران بورڈ کی قابلیت پر منحصر
نہیں بلکہ وہاں کے لوگوں کی عام رائے کی
وقعت پر موقوف ہے۔ اگر شہر کے لوگ کسی بیجا
انتظام کی مخالفت کرکے کچھ اصلاحیں تجویز کرتے
ہیں تو یقینی انھیں کامیابی ہوتی ہے۔ جناب
لارڈ رپن صاحب کے اس فقرہ یعنی ملکی انتظامات
کی تعلیم کے آلات سے یہی لوگ مراد ہیں۔
میونسپل کمشنر تجربہ سے لوگوں کے سپرد کردہ
کاموں کو انجام دینا سیکھتے ہیں اور شہر کے
لوگ بہت سے اپنے فائدے کے ایسے سبق

یاد کر لیتے ہیں جنکے بھول جانے کا اس انتظام کے بغیر احتمال ہی - میونسپل حدود کے اندر رہنے والوں کو بتدریج معلوم ہوجاتا ہی کہ اُنکے ووٹ اور اُنکی راے کی ایک ایسی قوت ہوجاتی ہی جسکا اثر اُس شہر کے حکام پر پڑتا ہے پس اس لحاظ سے ہر ہر شہری سمجھ سکتا ہے کہ میں اپنی شہر کی فرمانروائی کا ایک رکن ہوں۔ اُسکو حقوق اور فرائض کا ایک نیا خیال پیدا ہوجاتا ہی - اور شہر کی مرفہ الحالی وہاں کے جملہ باشندوں کے لیے باعث فخر ہوتی ہی۔

۱۷- کلکتہ - کلکتہ کی ترقی سے جو سنہ ۱۶۹۸ء میں محض چند جھونپڑوں کی بستی تھی اور جسے انگریزوں نے شاہنشاہ اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے خریدا تھا اُسکی اسوقت کی حیثیت کے اعتبار سے جبکہ وہ بڑے بڑے محل اور قصروں کا ایک عظیم الشان شہر ہی اور ہندوستان کا دارالسلطنت ہرسہ اسباب ترقی یعنی حفاظت تجارت اور انتظامی خوبیوں کی جنکی طرف توجہ دلائی گئی ہی توضیح ہوجاتی ہی - فی زماننا اسکی مرفہ الحالی سراپا امن و امان اور علوم و فنون کے غلبہ پر مبنی ہی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ پہلا کام تھا کہ اس نو آباد شہر کو مرہٹوں کے حملوں سے جنکے گروہ بنگال میں ہندوستان کی جانب غرب سے گھس آئے تھے نجات بخشی ۱۷۵۶ء میں بلیک ہول (کال کوٹھری) کے دردناک واقعہ کے بعد اس شہر کے قلعہ کو سراج الدولہ نے فتح کرلیا اور انگریزی قبضہ بلکہ کلکتہ کا نام بھی چند روز کے لیے مٹ گیا - لیکن کلایو نے شہر مذکور کے پھر لے لینے میں جو کامیابی حاصل کی اور بعدازاں ۲۳ - جون ۱۷۵۷ء کو جنگ پلاسی میں اُسے فتح نمایاں حاصل ہونے سے کلکتہ کی از سرنو آبادی شروع ہوئی - اور ۱۷۷۳ء میں وہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا دارالخلافت قرار پایا - اس زمانہ سے کسی خطرناک ہنگامہ کی وجہ سے اُسکی ترقی میں کبھی خلل نہیں پڑا - کلکتہ بہ نسبت بمبئی کے مرکز تجارت ہونے کے اعتبار سے انسان کے ہنر اور علوم کی سرسبزی کے واسطے نہایت موقع کا ہی - ۱۸۵۳ء میں دریاے ہگلی کے کناروں پر علی الاتصال مٹی پڑنے کی وجہ سے لوگوں کو بہت بڑا اندیشہ

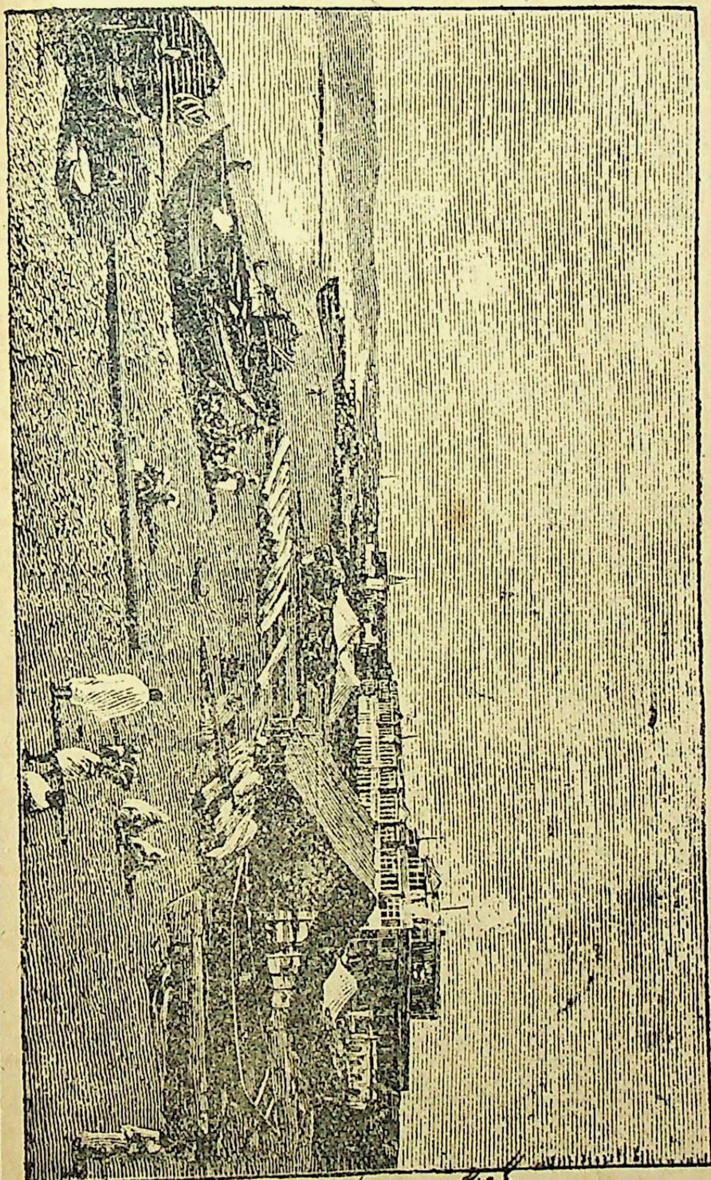
ہوا تھا کیونکہ اسی دریا کے ذریعہ سے دخانی
کشتیاں مال تجارت سمندر میں جو دس میل کے
فاصلے پر ہی لیجایا کرتی ہیں۔ یہ گمان ہوتا تھا
کہ کلکتہ کا بھی حال تھانہ کے مانند ہوگا جو مغربی
صوبہ یعنی احاطۂ بمبئی میں واقع ہی مگر متواتر
نگرانیوں عاقلانہ جہاز رانیوں اور عظیم الشان جالون
نے اُن نقصانات کو درست کرلیا ہی جو اس
دریا کے دھاروں کی وجہ سے ہوتے تھے۔
اور اگرچہ اس لنگرگاہ میں بسا اوقات تند آندھیاں
آیا کرتی ہیں تاہم شہر مذکور بجاے خود برٹش
انڈیا میں اول درجہ کا بندر ہی جسکی تجارت کی
مالیت ۹۶-۱۸۹۵ء میں بہتّر کرور روپیہ تھی۔ دریا
کا کنارہ گھاٹوں اور گدّاموں سے پڑھے ہے اور
آبادی روز افزوں ترقی کرتی ہوئی بجاے چند
ملاحوں کے ۱۸۲۲ء میں ایک لاکھ اسّی ہزار
تک پہونچی اور پھر ۱۸۵۰ء میں تین لاکھ اکسٹھ
ہزار تین سو ستّر ہوئی اور فی زمانتا آٹھ لاکھ
سے زیادہ ہی۔ اس شہر کے حسن انتظام نے
اسکی ترقی اور رونق کو دوبالا کردیا ہے یہاں کی
انتظامی امور پچاس میونیسپل کمشنر انجام دیتے ہیں

جنمیں سے پچیس کو شہری منتخب کرتے ہیں اور
دس کو عوام الناس- مابقی پندرہ گورنمنٹ منتخب
کرتی ہی- میونسپل کمشنر کا عہدہ معزز تصور کیا جاتاہی
اور مدارج اعلیٰ پر ترقی کرنے کا اول زینہ ہے-
سالانہ آمدنی جوان کمشنروں کے اختیار میں ہی وہ
پینتالیس لاکھ ہی اور دو کرور اڑتیس لاکھ اُنھوں
نے قرض لیا ہی-

۱۸- بمبئی- شہر بمبئی جسکا رتبہ تجارت کے اعتبار
سے ہندوستان کی دارالسلطنت کے بعد ہی دولت
اور آبادی کے لحاظ سے ہند کے جملہ شہروں
میں اول درجہ کا شہر ہی- اس شہر کو جب سے
یہ انگریزوں کے قبضہ میں آیا ہی کلکتہ اور مدراس
کے سے انقلاب کبھی درپیش نہیں ہوئے- گو اسکے
پڑوسی مرہٹوں اور سمندری ڈاکوں کے ہاتھ سے
اسے محفوظ رکھنے میں جسکا ہندوستان کے نہ
ہندو ہی راجہ کوئی معقول انسداد کر سکے اور نہ
مسلمان ہی فرمانروا ہمیشہ کمال توجہ اور کوشش
کی ضرورت رہی- جب چارلس دوم شاہ انگلستان
کو اپنی بی بی کیتھرائن برگنزا کے جہیز میں یہ شہر
ملا تو اسکے محاصل اکاون ہزار پانچ سو بیالیس

روپیہ سالانہ تھے اور اُسکی آبادی دس ہزار
فراری اور خانہ بدوشوں کی تھی - سنہ ۱۷۱۶ع میں
اسکی آبادی کُل سولہ ہزار تھی اور سنہ ۱۸۱۶ع میں
ایک لاکھ اکسٹھ ہزار پانچ سو پچاس ہوئی - لیکن
سنہ ۱۸۷۲ع میں چھ لاکھ چوالیس ہزار چار سو پانچ
ہوگئی اور اس اخیر مردم شماری میں آٹھ لاکھ
اکیس ہزار سات سو چھہتر تھی - اسکا ملاحوں کے
چند جھونپڑوں سے جو ویرانہ ریگستان اور مضر صحت
دلدلوں پر پڑے تھے ترقی کرکے عالیشان
عمارتوں اور خوشنما باغات کا عظیم الشان شہر اس
زمانہ میں ہوجانا ایک طرح پر خارج از قیاس ہے -
ابتداً جب یہ شہر انگریزوں کے قبضے میں آیا تو
یہاں کی ہوا میں ایسی روایت تھی کہ تیس برس
کے عرصے میں سات گورنر جان بحق تسلیم ہوئے
اور کوئی یورپین بالاستقلال اسمیں بودوباش نہیں
رکھ سکتا تھا - گو وہاں بیماریوں اور طاعون کے
بری طرح پھیل جانے کا اندیشہ مثل زمانہ حال کے
رہتا تھا تاہم اب وہاں کی آب و ہوا بہیئت
مجموعی خوش گوار ہے - قدرتی منظر کے اعتبار سے
دنیا کے بہت کم شہر اسکا مقابلہ کرسکتے ہیں -

اس عجیب و غریب تغیر کا سارا بھید انگریزی محافظت
کے پردہ میں ملسکتا ہی۔ زمانۂ گذشتہ میں جو جہاز
ہند کے مغربی کنارے پر آتے تھے ممبئی کے
خوشنما بندر میں لنگر ڈالنے سے ڈرتے تھے اسواسطے
وہ دریا کے چڑھاؤ پر چھوٹے چھوٹے قلعوں
کے پیچھے خلیج تھانہ میں یا کلیان میں لنگر انداز
ہوتے تھے۔ سنہ ۱۶۷۱ع میں ممبئی میں جہازی گودام
بننے کے بہت دنوں بعد تک اس بندرگاہ کو
سمندر کے ڈاکو جنگی پناہیں اور قلعہ سنہ ۱۷۵۶ع تک
منہدم نہیں کئے گئے تھے ستاتے رہے اور اسکے
بھی چند برس بعد تک مرہٹے اس نوآباد شہر کو
دھمکاتے رہے یہاں تک کہ سنہ ۱۷۱۸ع میں فتح
کرکی سے امن و امان قائم ہوگیا اور پریسیڈنسی
ممبئی کی نبیاد پڑی۔ دیگر قباحتیں جو مرور ایام
سے اس نو آباد شہر کو پیش آئیں یہ تھیں کہ
ایک چھوٹے سے جزیرہ میں واقع ہونے کی
وجہ سے اسمیں پھیلنے کی گنجایش نہ تھی۔ سنہ ۱۷۷۱ع
میں بند باندھکر سمندر کا پانی ہموار زمین سے
اونچا ڈالا گیا۔ ان تدابیر سے شہر ممبئی نے آخرکار
سمندر اور خشکی کی پناہ میں نہایت سرعت کے



گھنٹے گھر سے بمبئی کا منظر

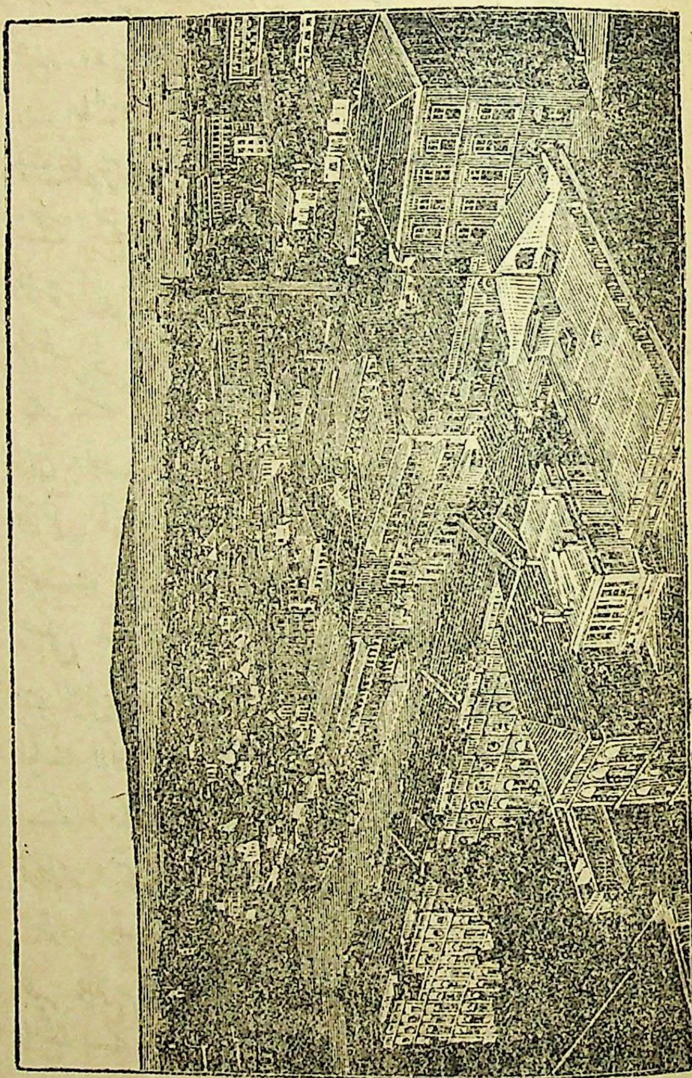
ساتھ اپنی آبادی اور تجارت کو ترقی دی مفرورین گوامین تحقیقات کے خوف سے یہاں پناہ پاتے تھے - اُس غدر کے زمانہ میں جب مرہٹوں کے سردار پیشوائی کے واسطے جنگ و جدال کرتے تھے اور جس سے ممالک دکن اور گجرات تباہ ہوگئے تھے یہ نئے آباد ہونے والے دریا کیطرح علی الاتصال انگریزی جھنڈے کے نیچے پناہ لینے کے لیے چلے آتے تھے - ڈیوک آف ولنگٹن نے اپریل ۱۸۰۴ء میں اس شہر کی تعریف میں ملجار مظلوماں تحریر کیا ہی وہ لکھتے ہیں کہ محض یہی جزیزہ ہند کے اس نواح میں لوگوں کے مال و متاع کے واسطے اور نیز اُن لوگوں کے لیے جو پیشوا کی معرض عناد و انتقام میں ہیں ایک پناہ کی جگہہ ہی اور اس سے ہمارے عدل و انصاف مدبرانہ حکمت عملی اور قوانین پر ہندوستانیوں کے کمال بھروسا کرنے کا بہت بڑا ثبوت بہم پہونچتا ہی - یقیناً انگریزی عدالتوں کے ہر دل عزیز ہونے سے اسقدر اخراجات بڑھ گئے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسکی شکایت کی - عدالت[۱] حکام اعلیٰ - محکمۂ عرائض[۲] و درخواست و محکمۂ اندراج[۳] کثرت

کار کی وجہ سے کافی نہ تھے لہذا آخرکار جارج چہارم کے عہد سلطنت میں حکومت اعلے یعنی سپریم کورٹ قائم ہوئی جسکے اختیارات دور دست ملک حبش اور عدن تک ہیں بمبئی ایسے بندر میں جو انگریزی بحری قوت کے زیر حمایت ہے تجارت کی ترقی کے لیے حفاظت کی چوکسی ایک معمولی بات تھی - سنہ ۱۸۰۰ع میں اس بندرگاہ کی مع بندر سورت کے سالانہ تجارت کی مالیت ڈیڑھ کرور روپیہ سے کم تھی - سنہ ۹۶-۱۸۹۵ع میں قریب قریب چھیاسٹھ کرور کے ہوگئی - اٹھارھویں صدی کے آخر میں ہندوستان سے چین کو روئی جایا کرتی تھی مگر اب یہاں کے لوگ اپنی روئی سے کام لینا سیکھ گئے ہیں اور چین کو سوتی اسباب روانہ کرتے ہیں - کاتنے اور بننے کی بمبئی کمپنی کی پہلی روئی کی کل سنہ ۱۸۵۱ع میں قائم ہوئی تھی اور اب بمبئی پریسیڈنسی اور خاص شہر میں ایک سو ایک سوت کاتنے اور کپڑا بننے کی کلیں ہیں دیگر کارخانجات کے نسبت ایک سو چوبیس تو خاص شہر میں ہیں جنمیں ایک لاکھ آدمی کام کرتے ہیں بغیر خیال مفاخرت و فرائض بمبئی کی

تجارت اور آبادی میں غور کرنا غیر ممکن ہے۔ شہر کی حکومت اکثر ممبروں کی ایک جماعت کو سپرد ہی جنہیں سے چھتیس محصول ادا کرنے والے لوگ منتخب کرتے ہیں اور پندرہ گورنمنٹ اور مابقی شہر مذکور کے متعلق گروہ۔ جسمیں خاص خاص اقوام کے حسب ذیل ممبر لیے جاتے ہیں چوبیس پارسی۔ سترہ یوروپین۔ سولہ ہندو۔ بارہ مسلمان اور دو پرتگال کے باشندے۔ سالانہ آمدنی جو ان لوگوں کے تحت و تصرف میں رہتی ہے سرسٹھ لاکھ روپیہ ہی۔ اس روپیہ کا انتظام اس قدر کثیر التعداد لوگوں کی بہبود کے لیے ملکی امانت ہونے کی حیثیت سے رعایا کو معاملات ملکی کی تعلیم کا یقینی ایک بہت بڑا ذریعہ ہوسکتا ہی۔ بمبئی کے میونیسپل آفس کی شان و شوکت خود ہی اسکی سلف گورنمنٹ کی عظمت اور ضروری ہونے کا اظہار کرتی ہی۔

۱۹۔ مدراس۔ شہر مدراس نے بہ نسبت بمبئی کی کہیں زیادہ حقیر بنیاد سے ترقی کی۔ مگر وہاں تجارت کا کوئی موقع نہیں جو ہگلی یا مغربی بندرگاہ میں حاصل ہی۔ جس اراضی پر یہ واقع ہی وہ کسی

راجہ نے ۱۶۳۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو عطا کی تھی۔ اور شہر و قلعہ جو وہاں تعمیر کیا گیا اسپر دریا اور خشکی دونوں طرف سے حملہ ہوسکتا ہے۔ ۱۷۴۱ء میں مرہٹوں نے اس قلعہ پر حملہ کیا اور اسکے پانچ برس بعد فرانسیسوں نے اُنسے لیلیا۔ انگریزوں کو واپس ملنے کے بعد پھر ۱۷۵۸ء میں فرانسیسیوں نے اسکا محاصرہ کیا مگر اس محاصرہ کے بعد سے امن و اماں کے برکات اسکے شامل حال رہے۔ بعض اوقات بدقسمتی سے اسکی لنگرگاہ طوفانوں کے باعث بہہ جایا کرتی ہی اور انجینروں کی دانائی نے جیسا کلکتہ میں کام کیا وہاں نہیں کرسکتی۔ ریلوں کے نکلنے اور نہر بکنگھم کے بنجانے سے اس شہر کے بیموقع ہونے سے جو دقتیں تھیں وہ بہت کچھ رفع ہوگئیں اور انگریزی حفاظت و پناہ میں اسکی آبادی و تجارت نے خوب ترقی کی۔ ۱۸۷۱ء میں اسکی آبادی تین لاکھ ستانوے ہزار پانچ سو باون تھی اور چنگی کی آمدنی ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب مگر اب اسکی آبادی چار لاکھ باون ہزار پانچ سو اٹھارہ ہی اور چنگی کے محاصل تیرہ لاکھ سالانہ



پیرس سے مدراس کا منظر

کے قریب - اسکی تجارت کی مالیت تقریباً گیارہ
کرور روپیہ ہی - شہر کے معاملات کو ایک پریسیڈنٹ
اور چالیس ممبر جنمیں سے تیس انتخاب سے مقرر
ہوتے ہیں انجام دیتے ہیں -
۲۰ - رنگون - اس ہونہار شہر کی تاریخ بہت ہی
جدید ہی - ۱۸۲۴ء کی اول جنگ برہما میں یہ شہر
ہاتھ آیا مگر اس جنگ کے بعد واپس دیدیا گیا اور
پھر ۱۸۵۲ء میں اسپر قبضہ ہونے کے تھوڑے
ہی دنوں بعد اُسے آگ سے نقصان پہونچا مگر
خوش نجتی سے جہاز رانی کے قابل دریا پر واقع
ہونے سے ۱۸۸۰ء میں وہ ایک شہر بنا دیا گیا
جسکی بیرونی تجارت کی مالیت اب بارہ کرور روپیہ
ہی یعنی مدراس کی تجارت سے زاید - اسکی آبادی
ایک لاکھ اسی ہزار تین سو چوبیس ہی اور یہاں
کے معاملات کو چوبیس ممبروں کی ایک جماعت
انجام دیتی ہی جنمیں سے اٹھارہ انتخاب سے
مقرر ہوتے ہیں اور منجملہ ان ممبروں کے بائیس
غیر ملازم سرکار ہوتے ہیں اور آٹھ وہاں کے
باشندے - چنگی کی آمدنی تقریباً اکیس لاکھ سالانہ
ہی - اور اسبات کی بڑی امید کیجاتی ہی کہ صوبہ برٹش

برہما کا یہ دارالسلطنت تجارت ہی کی ترقی کے اعتباً
سے نہیں بلکہ بلحاظ آبادی بھی منڈلے کی رونق کو
جو اس زمانہ میں بہت گلزار شہر ہے مٹادیگا۔
۱۲- بڑے بڑے شہر- یہ چار شہر جنکا ابھی
ذکر ہوا ہندوستان کی تجارت کے بڑے بڑے
مرکز ہیں- اور سلطنت گورنمنٹ کی فرمانروائی کی
ایک نہایت دلنشیں صورت دکھلاتے ہیں لیکن
ہندوستان میں اور بھی شہر ہیں جنکا مجملاً ذکر کردینا
مناسب معلوم ہوتا ہی- کرانچی کی تجارت جسکی
آبادی ایک لاکھ پانچ ہزار ایک سو ننانوے ہی
پیشتر ہی سے مدراس کے برابر ہی- لاہور جسمیں
ایک لاکھ چہتر ہزار آٹھ سو چون آدمی رہتے ہیں
پنجاب کا دارالسلطنت ہی- الہ آباد جسکے باشندوں
کی تعداد ایک لاکھ پچھتر ہزار دو سو چھیالیس ہی
ممالک مغربی و شمالی کا صدر مقام ہی اور ناگپور
جسمیں ایک لاکھ سترہ ہزار چودہ متنفس رہتے ہیں
ممالک متوسط کا دارالسلطنت ہی ان شہروں سے
جنکا ابھی ذکر ہوا کہیں زیادہ آباد اور شہر بھی
ہیں جیسے لکھنؤ بنارس اور دہلی مگر انکو انگریزی
صوبوں کے صدر مقام ہونے کا رتبہ حاصل نہیں-

ان جملہ شہروں میں اور بہت سی دیگر بلدوں میں برٹش گورنمنٹ کی جانب سے میونسپلٹیاں مقرر کی گئی ہیں تاکہ انکے شہری اپنی سرکار کے ساتھ انگریزی سلطنت کی بار اور عظمت میں جسکے وہ ایک رکن ہیں شریک ہوں۔

۲۲- نظر بما سبق۔ گزشتہ حالات پر نظر کرنے سے اسکے پڑھنے والے کو ایک تغیر دکھلائی دیگا۔ وہ یہ ہے کہ سلاطین سابق کے زمانہ میں صدر مقاموں کے گرد شہر پناہیں ہوتی تھیں اور حفاظت کے خیال سے ایسے مقام ملک کے اندرونی ہی حصہ میں تجویز کئے جاتے تھے۔ مثلاً دہلی۔ منڈلے حیدرآباد سندھ۔ لاہور۔ پونا۔ بیجے پور اور دیگر مقامات جو اس کتاب کے پڑھنے والے کی نظر سے آئندہ گذرینگے۔ فرمانرواؤں کی خواہش کے مطابق یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردیے جاتے تھے۔ بعض اوقات انپر حکام کی نوازشیں ہوتی تھیں اور کبھی سختیاں۔ کبھی تو ایک شہر کے باشندے شاہی خزانہ فضول صرف کرکے دوسرے شہر میں بسنے کے لیے نکالے جاتے تھے اور کبھی جب وہ اپنا شہر چھوڑکر کہیں جایا چاہتے تھے تو وہیں

سکونت رکھنے پر مجبور کیے جاتے تھے - انگریزی
راج میں جہاں چاہیں شہر لبا سکتے ہیں اور
اسکے باشندہ جس جگہ چاہیں جا سکتے ہیں - سرکاری
محصولوں کا روپیہ جو دیہاتیوں سے وصول کیا جاتا
ہے شہر کے باشندوں پر فضول خرچ نہیں کیا جاتا
شہریوں کو مختص المقام محصولوں کے علاوہ وہ محصول
بھی دینا پڑتے ہیں جو عام رعایا سے وصول کیے
جاتے ہیں - اور ان مختص المقام محصولوں کا انتظام
شہریوں کے سرگروہ کیا کرتے ہیں - یہ دیکھنے میں
آئیگا کہ برٹش انڈیا کے بڑے بڑے شہر سمندر
کے کنارے جہاں کہیں موقع ملا یا ایسے دریا
کے کنارے جسمیں جوار بھاٹا آتا ہے اور جہاں
دریائی تجارت ہوسکتی ہے اور جن مقاموں کی انگلستان
کے قوی بازو بخوبی حفاظت کرسکتے ہیں بس گیے
ہیں - اس فصل کے مضمون کو انگلستان کے مشہور
شاعر کمبل نے پرجوش اشعار میں حسب ذیل بیان
کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ برٹانیہ کو گڑھی اور شہر
پناہوں کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ کنگاروں
پر بروج کی حاجت اُسکا سفر بڑی بڑی لہروں
پر ہوتا ہے اور اُسکا گھر عمیق سمندر پر ہے - جب

تند ہوائیں سمندر کے کنارے چلتی ہیں تو وہاں کے طوفان کی شدت کو وہ اپنے دیسی بلوط کی سنسناہٹ سے دبا دیتی ہو *

باب سوم

اضلاع

۲۳- مدار حیات- ہندوستان کا ہر گانو یا قصبہ کسی ضلع کا ایک جزو ہوتا ہے- وہاں کا کوئی عاقل بالغ باشندہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے ضلع کا نام نہ بتا سکے- اپنے ملک کی نسبت اسقدر جاننے کے بعد ہند کے باشندوں کو اپنے ضلع کے گورنمنٹ کی نسبت بھی کچھ جاننے کا لطف اٹھانا چاہیئے- جب کوئی شخص سنتا ہے کہ محض برٹش انڈیا میں گانو اور قصبوں کی تعداد پانچ لاکھ سینتیس ہزار نو سو ایک ہے تو اسکو کسی ایک گانو کی نسبت اس بات کا خیال کرنا کہ وہ سلطنت کا ایک جزو ہے دشوار معلوم ہوتا ہے- ذہن کو اس تعداد کے خیال سے اور اس بہت حقیر حصہ سے جو کسی ایک گانو کو اس مجموعہ میں حاصل ہے تکلیف ہوتی ہے- مگر اضلاع کی یہ حالت نہیں- عدن اور برار کے چھ ضلعوں کو ملاکر جو مختلف وجہوں سے

علیحدہ کیئے جاسکتے تھے ۱۸۹۱ع کی مردم شماری میں۔ تمام برٹش انڈیا کے اضلاع کی تعداد دو سو پچاس تھی۔ اس تعداد میں البتہ کلکتہ اور اُسکے اطراف شامل نہیں۔ گو بمبئی شامل ہو مگر چاہے ضلعوں کی تعداد دو سو چوالیس ہو یا دو سو اکاون نتیجہ ایک ہی ہے۔ ضلع کا ضروری ہونا پورا پورا فوراً سمجھ میں آجاتا ہے جب ہم یہ جان لیتے ہیں کہ دیسی ریاستوں کو چھوڑ کر ڈھائی سو کے قریب ہندوستان میں ضلع ہیں۔ ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ضلع سلطنت کا ایک حصہ ہے اور اس وجہ سے اسکو عموماً سلطنت ہند کی حیات کا مرکز یا مدار کہتے ہیں۔ ضلع ہی میں ہمکو گورنمنٹ کی فرمانروائی کی کل چلتی دکھلائی دیتی ہے اور وہاں اسکے نتائج سے بہت کچھ ہم اسکی کامیابی کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ اگر یہ کل اپنی حیات کے ضروری مدار پر بخوبی چلتی ہے تو غالباً ساری سلطنت کا انتظام درست ہوگا۔ شہر بلکہ صوبہ بھی نقشہ میں نمایاں یا غائب ہوسکتے رہیں مگر آخر کار اضلاع کے نام ان بیشمار تغیرات کے بعد بھی جو ہندوستان میں واقع ہوے

قائم رہے -

۲۴- صوبہ کے حصہ - پھر جیسے ہند کے اضلاع ضروری ہیں اسی طرح صوبہ یا ملک کی قسمتیں جنکے نصیب سے اضلاع اپنے کو جدا نہیں کر سکتے - پس کسی ایک خاص مقام کے انتظام کا خیال کرکے بغیر اس بات کو ذہن میں جگہ دیے کہ ایک ضلع کے مصالح اور منافع دوسرے ضلع یا صوبہ کے فوائد و اغراض سے کسی وقت متباین معلوم ہو سکتے ہیں صحیح صحیح فیصلہ کرنا محال ہے - یہ ملک یا صوبہ کی گورمنٹ کا کام ہے کہ جب اغراض متضادہ پیدا ہوں تو اُنھیں ہم پلہ رکھے - ہمکو کسی ایک ضلع کے کچھہ نقصان اُٹھانے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ گورمنٹ قصور وار ہے - کسی جگہ کے بعض حقوق کو کُل قوم کے لمبے چوڑے فوائد کی حفاظت کے لیے زائل کرنے کی کمال ضرورت ہو سکتی ہے مثلاً زمانۂ قدیم میں ہندوستان کے صوبہ دار اپنے سرحدی اضلاع میں اپنے ہمسایوں کے گھُس آنے کے ڈر سے انکے دل توڑنے کے لیے بدنظمی اور زبردستیوں کو جائز رکھتے تھے - ملک کے

بیرونی حصہ انکے اندرونی حصّوں پر تصدق کردیے
جاتے تھے۔ پنجاب کے ایک گوشہ میں سکھوں
نے کریم الدین خاں جھکنی کو ہر سال بیس آفریدیوں
کے سر پہونچایا کرنے کے صلہ میں ایک جاگیر دی
رکھی تھی۔ ہندوستان کی نہایت مشرق حد پر ابتک
سروں کی صیادی کا کارخانہ ہو جو گورنمنٹ منڈلے
کے زیر فرماں ایسی دہشتیں برپا کرتے ہیں جنسے
چین کے مہاجرین علاقجات شان میں سکونت
پذیری سے باز رہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستان
کو حملوں یا لٹیروں کے قافلوں کے گھس آنے سے
روکنے کے لیے ایسے کوئی بھی طریقہ اختیار نہیں
کرتی۔ مگر ایسی صورتیں ہیں جن سے کسی ایک جگہ
کے باشندوں کو اوروں کے فائدے کے لیے
نقصان اُٹھانا پڑتا ہو۔ جب یعقوب آباد اور ضلع
شکر کے حصوں کو دریائے سندھ کی طغیانیوں
سے محفوظ رکھنے کے لیے کشتیوں کا بند باندھا
گیا تو اسکا یہ اثر پڑا کہ یعقوب آباد کی آراضی
کے کچھ حصوں میں اس دریا کے بہاؤ سے
پانی نہ پہونچ سکا جسکی وہاں کے باشندوں کو
کاشتکاری کے لیے بہت ضرورت تھی لہذا سندھ

کی اس حصہ پر زراعت کا بڑا نقصان ہوا - مگر بہت
پچھم میں کثیر التعداد لوگوں کے فوائد نے اس نقصان
کا عوض کردیا - اسکی ضرورت سمجھی گئی تھی کہ بہتیروں
کے فائدے کے لیے تھوڑوں کو نقصان پہونچایا
جائے - پس ہر گاہ کہ ضلعوں کو ہندوستان کی
حیات کا مدار تصور کرنا اور اسکے عروج اور حسن
انتظام کی علامتوں کا وہیں مشاہدہ ہونا درست اور
بجا ہو تو ہمیں یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ ایک ضلع
کا ملکی یا مالی نقصان دیگر اضلاع کی بہبود کے
واسطے ضروری اور لابدی ہو سکتا ہو -

۲۵ - ضلع کا رقبہ - کسی ملک کے اضلاع
بنانے میں عاقل فرمانروا کی یہ غرض ہوتی ہے
کہ ہر حاکم ضلع کو برابر محنت کا کام دیا جائے -
تاہم یہ ظاہر ہو کہ مختلف صوبوں کے اضلاع باعتبار
وسعت و آبادی بہت فرق رکھتے ہیں انگریزی
ضلعوں کی وسعت اوسط میں تین ہزار آٹھ سو پچھتر
میل مربع ہو اور اوسط آبادی آٹھ لاکھ اسی ہزار
نو سو پینسٹھ اُن چار شہروں کو چھوڑ کر جنکا ذکر اس سے
بیشتر کے باب میں ہوچکا ہو - مگر مدراس میں یہ
تعداد بہت بڑھ جاتی ہو اور فی ضلع اوسط آبادی

چودہ لاکھ چھیاسٹھ ہزار ہے اور اوسط وسعت پانچ ہزار
آٹھ سو بیاسی میل مربع - صوبۂ بمبئی میں سندھ
کو چھوڑ کر اوسط رقبہ چار ہزار دو سو بانوے میل
مربع اور سندھ میں نو ہزار پانچ سو اٹھاون
میل مربع ہے - ممالک مغربی و شمالی میں اوسط رقبہ
سب سے کم ہے یعنے دو ہزار ایک سو چورانوے
میل مربع مگر فی ضلع اوسط آبادی قریب دس
لاکھ کے ہے بنگالہ میں اضلاع کی آبادی کی اوسط
پندرہ لاکھ کے قریب نکلتی ہے - یہ فرق کسطرح
بیان کیے جائیں - زیادہ تر دو باتوں یعنی رقبہ
اور آبادی پر جنکا ابھی ذکر ہوا ہے بنی ہیں -
ہر ضلع میں ایک افسر اعلےٰ ہونا چاہیئے
جو اسکے سیاسی انتظامات کا ذمہ دار ہو -
پس ایک افسر ایک معین رقبہ سے زیادہ کا
معائنہ اور انتظام نہیں کرسکتا - پھر اسی رقبہ کے
اندر اگر بے حد آبادی ہو تو وہ اپنا فرض منصبی
ادا نہیں کر سکتا - علاوہ بریں یہ زیادہ تر
وہاں کے باشندوں کے چال چلن - ہمسایوں
اور کاشتکاروں پر منحصر ہے - اگر وہاں کی رعایا
فسادی ہے یا اسکے ہمسایہ میں بد نظمی ہے - یا

وحشی قومیں سکونت پذیر ہیں تو ضلع کے حاکم کی زیادہ تر عناں توجہ ان بد تہذیب اقوام کی طرف معطوف رہتی ہی یا اپنے پڑوس کے اضلاع کے معاملات میں وہ مشغول رہتا ہی۔ حاکم مذکور کے انتظامات متعلق بہ پولیس میں بھی بہت سا وقت صرف ہوتا ہی اور بہت کچھ نگرانی کرنا پڑتی ہی۔ اسی طرح اُسکی مالگذاری کے متعلق فرائض زیادہ تر اُسکی مالگذاری ادا کرنے والے زمینداروں پر مبنی ہیں۔ ممالک مغربی و شمالی کی قسمت بنارس رقبہ اور آبادی میں بہ نسبت آگرہ کے زیادہ ہی لیکن قسمت بنارس میں پانچ ضلع اور اُنتیس تحصیلیں ہیں اور قسمت آگرہ میں چھ ضلعوں اور اڑتالیس تحصیلوں کی ضرورت پڑتی ہی قسمت بنارس کی مالگذاری پچاس لاکھ سے کم ہی اور آگرہ کی اسّی لاکھ سے زیادہ۔ قسمت بنارس میں مالگذاری کا زیادہ حصہ براہ راست بڑے بڑے زمیندار سرکاری خزانہ میں خود داخل کردیتے ہیں برخلاف آگرہ کے جہاں چھوٹے چھوٹے کاشتکار بہت ہیں۔ بناءً علےٰ ہذا قسمت آگرہ کے اضلاع میں

زیادہ اہلکاروں کی ضرورت ہی۔ برٹش انڈیا کے اضلاع کی وسعت اور آبادی کا اختلاف ان تفاوتوں کا باعث ہی۔ حتی الامکان ہر ضلع کے متعلق برابر ذمہ داری کا کام کیا جاتا ہی۔

۲۶۔ حکّام ذی اختیار۔ حکّام ضلع سرکاری ملازموں میں سب سے ضروری ہوتے ہیں۔ وہ سرکاری اور قانونی احکام کی تعمیل کراتی ہیں۔ اُنکے اوپر وہ حکام ہوتے ہیں جو اُنھیں دباؤ میں رکھتے ہیں اُنکے کام کی نگرانی کرتے ہیں اور احکام صادر فرماتے ہیں۔ لیکن ضلع کے حکّام یعنے کلکٹر اور نائب کلکٹر جج اور اُنکے ماتحت یعنے صدر اعلےٰ و منصف۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ اکزیکیوٹیو انجنیر مع اپنے اسسٹنٹوں کے اور ڈسٹرکٹ سرجن وہ افسر ہیں جنپر گورنمنٹ اپنے احکام کی تعمیل اور اپنے قوانین کے لیئے بھروسا کرتی ہی فرمانروائی کی کَل کے یہ خاص پہیئے ہیں اور ضلع کے ہر ہر قصبہ اور گانو کے لوگ انکے نام سے واقف ہیں انکی دیانت قابلیت اور ہمت پر گورنمنٹ کی کامیابی منحصر ہی۔ ممکن ہی کہ حکومت کا طرز فرمانروائی بہت معقول ہو لیکن اگر ضلع کے حکام قابل نہیں

تو اُنکے انتظام سے اضلاع کے کثیرالتعداد باشندہ
نفع نہیں اُٹھا سکتے - فرائض کا وہ دائرہ جو
حکام ضلع کے سپرد کیا جاتا ہی بہت وسیع ہے
انکا کام انتظام کرنا اور امن و امان قائم رکھنا ہی -
یہ دیوانی اور فوجداری کے معاملات فیصل کرتے
ہیں - یہ سرکاری مالگزاری تحصیل کرتے ہیں اور
زمینداری کے جھگڑوں کو طے فرماتے ہیں - یہ رفاہ
عام کے کام تجویز کرتے ہیں اور اُنکی تعمیل کراتے
ہیں - قحط زدوں کی امداد کا انتظام کرتے ہیں اور
عوام الناس کی تندرستی کے نگراں رہتے ہیں - یہ
محض وہی کام انجام نہیں دیا کرتے جو انھیں
سپرد کئے جاتے ہیں بلکہ محکمہ صفائی وغیرہ کی
کارروائیاں اور اُن جماعتوں کو جنھیں سلف گورنمنٹ
یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہی منضبط رکھتے
ہیں ضلع کے باشندہ اپنے دُکھ درد میں انھیں
کی طرف دیکھتے ہیں اور انھیں کے ذریعہ سے
لوگ اپنے صوبہ کے گورنروں اور اپنے ملک کے
فرمانرواؤں کے ارادوں اور خواہشوں سے اطلاع
پاتے ہیں - یہ لوگ گورنمنٹ کی محض زبان ہی
نہیں ہیں بلکہ بمنزلہ آنکھ اور کان کے بھی ہیں -

قانون بنانے کی کُل جو قوانین وضع کرتی ہے یا
اُنکو تبدیل کرتی ہے انھیں سپرد نہیں کیجاتی مگر انکی
رپورٹیں وہ کمانیاں ہیں جو صوبہ کی فرمانرواؤں کی
تحریک سے اس قانونی پہیئے کو جنباں کرتی ہیں
پبلک فنڈ یعنی بیت المال کا تصرف اُنکے اختیار
میں ہوتا ہے جیلخانوں اور مدرسوں کو وہ معائنہ
کرتے ہیں اور جو کچھ انمیں نقص ہوتے ہیں اس
محکمہ کے افسروں کو اُنسے مطلع کرتے ہیں ۔

۲۷ - کلکٹر - سارے ضلع کے کل ملازمین میں کلکٹر
خاص حاکم ہوتا ہے گو ضلع کا جج اُسکا اپنے حلقۂ
حکومت میں ماتحت نہیں ہوتا - معاملات ضلع کے
حُسن انتظام کے لیے گورنمنٹ کے پیش نظر دو
اغراض رہا کرتے ہیں وحدت[1] و کفایت شعاری -
جب انگریزوں نے یہ اضلاع اُن فرمانرواؤں سے
لیئے جو اُنسے پیشتر یہاں حکومت کرتے تھے تو
دیوانی اور فوجداری فرائض منصبی میں کوئی ایسا
فرق نہ تھا - دیسی فرمانروا حکومت مطاقہ رکھتے تھے
اور جو اختیارات وہ اپنے ضلع کے افسروں کو
دیدیا کرتے تھے انکی تعمیل بہت رعب و داب کر

[1] ایشخص واحد کے متعلق کئی کام کرنا -

ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ اور اس طرح سے کار و بار
میں پوری پوری وحدت حاصل ہوتی تھی۔ نہ تو
تحریری قوانین تھے جنکے مطابق میونسپلٹیاں یا
عدالتیں قایم کیجاتیں یا محصول تحصیل کئے جاتے۔
اسوقت تک دیسی ریاستوں میں کوئی شخص بلا
توسط اور استمزاج عاملین آزادانہ کام نہیں کر سکتا
ہے۔ ان عاملوں کو وضع قوانین کے اختیارات
دیدیئے جاتے ہیں۔ سرداران فرمانروا احکام نافذ
کرتے ہیں اور انکے احکام ہی کا نام قانون ہے۔
پہلے پہل انگریزی ہی گورنمنٹ نے ہندوستان
میں صاحب اختیار حکام کو قانون کا پابند کیا اور
ایک ایسی جماعت کو جسے اس صوبہ کی گورنمنٹ
سے کوئی تعلق نہو واضع قانون قرار دیا جن
قوانین کو خود گورنمنٹ اور اسکے جملہ افسر
واجب التعمیل اور قابل قدر سمجھتے ہیں۔ جب ملک
میں واقعی امن ہولیا اور انتظام ملکی استحکام کے
ساتھ قائم ہوگیا تو کلکٹری اور ججی کے اختیارات
علیحدہ کردیے گئے لہذا ملک آئین کے ہر ضلع
میں ایک کلکٹر اور ایک جج ہوتا ہے۔ کلکٹر کو
خاص خاص عاملانہ اختیارات سپرد کئے گئے اور

جج کو جوڈیشل یعنی عدالتی - مگر باستثناء اس صورت کے کلکٹر کو اسکے ضلع کے اکثر محکموں کا افسر قرار دینے سے وحدت اور کفایت شعاری پر عمل ہوجاتا ہی - کلکٹر محض مالگذاری اور محصولوں کی تحصیل وصول کا ذمہ دار نہیں ہوتا وہ ضلع کا مجسٹریٹ یعنی عامل بھی ہوتا ہی لہذا وہاں کا افسر اعلیٰ جو پولیس کی کارروائیوں کو منضبط رکھتا ہی اور ضرورت کے وقت فوج سے بھی امداد لے سکتا ہی - الغرض وہ انتظام اور امن و امان کا ذمہ دار ہوتا ہی وہ رعایا کی بہبود اور رفاہ کا بھی جواب دہ سمجھا جاتا ہی - اسکی تجویز اس بارہ میں نہایت زبردست سمجھی جاتی ہی کہ کون کون سی سڑک یا تعمیرات کی ضرورت ہے اور حفظ صحت کے لیئے کن قواعد کی پابندی واجب ہی اور کب اور کن قصبات میں سلف گورنمنٹ قائم کرنی چاہیئے - وہ دستاویزات کا رجسٹرار اور کوٹھیوں اور کارخانوں کا انسپکٹر بھی تصور کیا جاتا ہی اور عموماً اسپر گورنمنٹ کے لوکل اتھارٹی (حکومت ضلع) کا دار مدار ہوتا ہے - اور اگر ضلع میں کسی طرح کی خرابی واقع ہو تو

یہ کلکٹر کا فرض ہے کہ اسکی اصلاح کرے اگر آسکے امکان میں ہو ورنہ جن حکام کے وہ متعلق ہو اُنھیں رپورٹ کرے۔

۲۸۔ پرگنے۔ کلکٹر کے نیچے کئی حاکم ہوتے ہیں جنکو ضلع کے حصوں یا پرگنوں کی حکومت سپرد ہوتی ہے ان پرگنوں میں کئی تحصیلیں یا تعلقہ ہوتے ہیں۔ پرگنوں کے رقبہ بہ نسبت اضلاع کی زیادہ تر گھٹا بڑھا کرتے ہیں۔ بالفعل دو سو پچاس ضلع جو اس پچھلی مردم شماری میں قرار دئیے گئے تھے ایک ہزار چھپن پرگنوں میں منقسم ہیں ذمہ داری اور اختیارات کا سلسلہ انھیں حکام کے ذریعہ سے برٹش انڈیا میں گانو گانو پہونچتا ہے اور وحدت کے اصول مدنظر رہتے ہیں۔ ضلع کے اوپر اکثر ایک نگراں اور دباؤ رکھنے والا حاکم ہوتا ہے جسکو کئی ضلعوں پر اختیار ہوتا ہے۔ اس حاکم کو کمشنر کہتے ہیں۔ اور اسکے حلقہ حکومت کو ڈویزن۔ مردم شماری کے وقت برٹش انڈیا میں چون ڈویزن قرار دیگئی تھیں۔ لیکن صوبہ مدراس میں کمشنر نہیں ہوتے اور وہاں کمشنروں کا کام حکام بورڈ آف رونیو انجام دیتے ہیں۔ حکومت

کے اصلی مرکز اضلاع ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ بھی خیال رکھنے کی بات ہی کہ برٹش انڈیا مردم شماری کے کاغذات کے مطابق ایک شہر چھوڑکر اور برار اور عدن کو شامل کرکے جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہی دو سو پچاس اضلاع میں منقسم ہے۔

۲۹۔ ضلع کے عہدہ۔ یہ ظاہر ہے کہ کلکٹروں یعنی ضلع کے حکاموں کے منتخب کرنے میں انتہا درجہ کی ہوشیاری درکار ہی انکے اختیارات لمبے چوڑے ہوتے ہیں لہذا سب سے اچھے اور قابل لوگوں کے منتخب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تین صفتیں یعنی قابلیت نیک چلنی اور اُن اصول سے واقفیت جنپر انگریزی حکومت مبنی ہی اس انتخاب کے لئیے نہایت ضروری ہیں۔ ملکہ معظمہ کی ہندوستانی رعایا میں سی ہر شخص کو انڈین سول سروس کے امتحان میں جس سے لوگ کلکٹری کے لیے منتخب کئے جاتے ہیں شرکت کا ویسا ہی استحقاق حاصل ہے جیسا بحیثیت رعایا باشندگان گریٹ برٹن اور اٗر لنڈکو۔ یا دیگر انگریزی نو آبادیوں یا مضافات کے رہنے والوں کو ہر سال دارالسلطنت لندن میں یہ امتحان

ہوتا ہی جسمیں جملہ امیدوار سلطنت انگلشیہ کے ہر حصّہ سے جو عمر قومیت اور نیک چلنی میں ٹھیک ہوتے ہیں شرکت کر سکتے ہیں - ایک ہی سوالات سب کو دیے جاتے ہیں اور برابر وقت اِنکے جوابات لکھنے کے لیئے سب کو ملتا ہی - امیدواروں کے نام انکے جوابات کے پرچوں پر نہیں ہوتے - ممتحن محض اِنکے نمبر جانتے ہیں اور لہذا وہ نہیں بتا سکتے کہ کن کے کاغذوں پر اُنھیں جانچ کر نمبر لگانا ہیں - جو لوگ سب سے اعلے نمبر پاتے ہیں وہ اس صلہ میں بطور امیدوار عہدہ منتخب کیے جاتے ہیں اور تھوڑے دنوں امتحاناً انگلستان میں رہکر اور ایک اور امتحان کے بعد اگر کامیاب ہوتے ہیں تو انڈین سول سروس کے لیئے درج رجسٹر کیے جاتے ہیں - انگلستان میں رہنے سے وہ امیدوار جو سلطنت انگلشیہ کے دیگر حصوں میں رہا کرتے ہیں اُس ملک کے ضوابط اور طرز معیشت سے جسکی طرف سے وہ ہندوستان میں نظم و نسق کے لیئے بھیجے جاتے ہیں کسیقدر ذاتی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں - ابتک سول سرونٹ کی تعداد جو اسطرح

پر منتخب ہوتے اور ہندوستان میں ملازمت کرتے
ہیں ایک ہزار تین ہی مع ان ہندوستانیوں
کے جو اس امتحان میں در آئے ہیں۔ جب وہ
سول سروس میں در آتے ہیں تو منتخب امیدوار
اسکے مختلف درجوں اور محکموں میں تربیت پاتے
ہیں اور جب قابلیت پیدا کرتے ہیں تو جج یا
کلکٹر ضلع مقرر کیے جاتے ہیں۔ یہ عام قاعدہ
ہی کہ ملکہ معظمہ کی رعایا میں سے کوئی شخص
بغیر اس امتحان میں در آئے کلکٹری کے عہدہ
کو نہیں پہونچ سکتا لیکن نیٹوز آف انڈیا یعنی
ہندوستانیوں کے لیئے یہ شرط نہیں ہی وہ پارلیمنٹ
کے ایک اکٹ کے رو سے براہ راست بعض
بعض سول یعنی ملکی عہدوں کے لیئے اگر اُن کی
قابلیت و لیاقت پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے منتخب
کر لیئے جاتے ہیں۔ ملکہ معظمہ وکٹوریا کے ۳۳
سن جلوس میں جو قانون پارلیمنٹ سے نافذ ہوا
ہی اُس سے نیٹوز آف انڈیا کی توضیح ہوجاتی ہی۔
۳۰۔ پرگنوں کے متعلق عہدہ۔ اضلاع کے
پرگنوں میں انگریزی گورنمنٹ زیادہ تر باشندگان ہند
ہی کو مقرر فرماتی ہی۔ اس اعتبار سے اس کا

طرز حکومت یورپ کے دیگر ممالک کے طریق فرمانروائی سے بالکل مختلف ہے جیسے روس اور فرانس جنکے علاقے ایشیا میں ہیں - زمانۂ حال کا ایک مسافر جسنے ٹرنس کسپیا میں جو سنٹرل ایشیا کا روسی گورنمنٹ کے زیر حکومت ایک صوبہ ہی سفر کیا تھا ایک اخبار میں جو یکم اپریل ۱۹۰۷ء کو لنڈن میں ایک علمی جماعت کے سامنے پڑھا گیا تھا حسب ذیل لکھتا ہے کہ ٹرنس کسپیا اور ترکستان کے ہر اعلیٰ عہدہ پر چاہے وہ ملکی ہو یا فوجی باستثناء ایک پولیس انسپکٹری کے روسی ہی مقرر ہیں - اتنا ہی نہیں کہ وہاں کے باشندہ پرگنوں کی افسری سے جیسے ڈپٹی کلکٹری اور تحصیلداری جنپر ہند میں علی العموم ہندوستانی ہی مقرر کئے جاتے ہیں محروم رکھے جاتے ہیں بلکہ ان افسروں کے عملہ بھی مع اسسٹنٹ سکرٹری اور دو کلارکوں کے سب روسی ہی ہوتے ہیں - ملکی انتظام کے متعلق جن عہدوں پر وہاں کے باشندہ مقرر ہیں وہ گورنروں کی ترجمانیاں ہیں اور مختلف دفتروں میں دو ایک پرستو مقرر ہوتے ہیں - وہاں کے باشندوں کا اگزیکیوٹو گورنمنٹ میں

مطلقاً کوئی حصہ نہیں - فوج میں بھی ایسا ہی
حال ہی - ترکستان میں مثل ٹرنس کسپیا کے
کوئی دیسی فوج نہیں اور نہ ان صوبوں کی فوج
میں ایک متنفس وہاں کا باشندہ ہے - ہند میں
ہندوستانیوں کے سرکاری عہدوں پر تقرر کے
متعلق جو پچھلے پچیس برس میں ترقیاں ہوئیں
اُنکا ان حالات سے مقابلہ کرنے میں لطف آتا
ہی - اس موقعہ پر ایک صوبہ کی مثال کافی ہوگی
۱۸۷۲ء کے صوبہ بمبئی کی سول سٹ دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہی کہ منجملہ سینتس ڈپٹی کلکٹر اور مجسٹریٹوں
کے گیارہ یوروپین تھے اور اسی سٹ سے
ظاہر ہوتا ہی کہ تراسی سبارڈنٹ ججوں میں پانچ
یوروپین تھے مگر جنوری ۱۸۹۷ء میں صوبہ مذکور
کی اُسی ڈویژن میں اکاون ڈپٹی کلکٹروں میں چار
یوروپین اور منجملہ ایک سو تین سبارڈنٹ ججوں کے
صرف ایک یوروپین تھا - معالمت دار ۱۸۹۷ء میں
بغیر کسی استثناء کے سب ہندوستان ہی کے
باشندہ تھے - المختصر ہندوستان کے نظم و نسق
کی نگرانی اور انضباط کے لیئے کچھ محدود یوروپین افسر
رکھے جاتے ہیں حالانکہ ہندوستان میں بہت زیادہ

ملکی عہدوں پر ہندوستان ہی کے باشندہ سرفراز ہیں۔
اس کے امتحان کرنیسے غیر ملک کے لوگوں کو
کسیقدر تعجب ہوتا ہے مگر برٹش گورنمنٹ کا ہمیشہ
علانیہ یہی قصد رہا کیا کہ ہندوستان کے باشندوں کو
انصاف رہتی اور ملکی فرائض کے اُن اصول کے
مطابق جو ممالک متحدہ کے باشندوں کی راے
میں ضروری ہیں اپنے معاملات کا نظم و نسق
کرنا سکھلایا جاے۔ ہزارہا ہندوستانی عہدہ داروں
کے ساتھ سو دو سو یوروپین افسروں کی صحبت
جو انگلستان میں مقابلہ کے امتحان کے بعد
منتخب کیے جاتے ہیں ایک ایسا وسیلہ ہے
جس سے یہ غرض پوری ہو سکتی ہے۔

باب چہارم

صوبجات

۱۳۔ اکبر کے صوبے۔ ہندوستان کی تواریخ سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہاں کے فرمانروا علی الاتصال بدلتے رہے۔ فاتح آیا کئے اور چلے جایا کئے مگر دیہات کے نام اور مقام بلکہ اضلاع کی ترتیب پشتہا پشت تک بدستور رہی۔ البتہ صوبجات کے اضلاع میں منقسم ہونے کی حالت اور طرح پر رہی۔ یہ تیرہ صوبہ جنمیں ہندوستان آج کل منقسم ہی اور اُن نقشوں سے جنکا اطراف عالم میں لوگ استعمال کرتے ہیں ظاہر ہوتا ہی کہ حال ہی میں قائم ہوئے ہیں۔ سیکڑوں برس تک یہ ملک صرف دو ہی بڑے بڑے حصوں یعنی ہندوستان اور دکھن میں منقسم رہا اور اسی تقسیم پر اکتفا رہی۔ ہندوستان سے مراد وہ ملک تھا جس میں دریاے عظیم انڈس و گنگ مع اپنی شاخوں

وغیرہ کے بستے ہیں اور دکھن سے کم و بیش
وہ ملک سمجھا جاتا تھا جو ست پورا کے جنوب



شاہنشاہ اکبر

میں واقع ہو۔ یہ تقسیم اسوقت تک بنی رہی کہ

اکبر کی مستقل اور مستحکم حکومت نے اُتر دکھن اور
پورب و پچھم کو ایک سلطنت میں شامل کرلیا اور
تب سے صوبوں کی صورت نکلی اور ہندوستان
کے گانو اور اضلاع کے القاب ان صوبہ داروں
کے نام سے جو وہاں فرمانروائی کرتے تھے مشہور
ہوئے - قبل اسکے کہ ان معقول صوبوں کا نقشہ
کھینچا جاوے اسکی ضرورت ہی کہ کچھ بطور مقدمہ
اس ملک کے انتظام اور اسکے مرکز حکومت کے
مطیع اور منقاد ہونے کی نسبت لکھا جاوے جب
ملک میں بدنظمی پھیلی ہوتی ہی تو دیہات قائم رہ
سکتے ہیں مگر صوبوں کی حدیں جھٹ پٹ کالعدم
اور مفقود ہوجاتی ہیں - اکبر کے عہد میں صوبوں
کے بنانے کا اچھا زمانہ تھا اور ابوالفضل علامی
مصنف آئین اکبری حسب ذیل حالات قلمبند کرتا ہی
کہ سن جلوس اکبری کے چالیسویں سال شاہنشاہ
اکبر کی قلمرو میں ایک سو پانچ سرکاریں تھیں
جنکو صوبوں کے حصّہ تصور کرنا چاہیے - اور دو
ہزار سات سو سینتیس تحصیلیں - شاہ مذکور نے
اپنی سلطنت کو بارہ صوبوں میں تقسیم کیا تھا اور
جب برار خاندیس اور احمد نگر مفتوح ہوئے تو

ان صوبوں کی تعداد پندرہ ہوگئی - اسکے بعد وہ
ان صوبوں کی تفصیل حسب ذیل لکھتا ہے -
بنگالہ - بہار - الہ آباد - اودھ - آگرہ - مالوہ گجرات - اجمیر
دہلی - لاہور - ملتان - اور کابل -
۳۲ - انگریزی صوبے - انگریزی عملداری میں
ہندوستان کے تیرہ صوبوں کے نام کچھ تھوڑے
سے تبدیل و تغیر کو جو انمیں واقع ہوئے ہیں
ظاہر کرتے ہیں - یہ صوبے حسب ذیل ہیں -
مدراس - بمبئی - بنگال - ممالک مغربی و شمالی -
پنجاب - ممالک متوسطہ - آسام - برہما - اجمیر - برار -
کرگ - بلوچستان اور جزائر انڈمن - مگر مغلیہ اور
انگلشیہ طور طریقہ میں زمین آسمان کا فرق ہے -
ہر شخص دیکھتے ہی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اکبر کے
وقت کابل جسمیں کشمیر - سوات - باجور اور قندھار
شامل تھے ہندوستان کا ایک صوبہ تھا اور
انگریزوں کے وقت میں گو ہندوستان پچھم جانب
وسعت نہیں رکھتا مگر پورب طرف دریائے
میکانگ تک پھیلا ہوا ہے - کوئی شخص ان صوبوں
کے نام پڑھنے سے اس بات کے سمجھنے
میں غلطی نہیں کرسکتا کہ انگریزی حکومت کا اقتدار

ہند کے جنوب اور جنوب و مغرب میں فی زمانناً
اس سے کہیں زیادہ ہی جو چار سو برس پیشتر
تھا۔ لیکن اکبر کے وقت کے ہندوستانی صوبوں
اور حال کے صوبجات میں یہ فرق ہے کہ فی
زمانناً دیسی ریاستیں سلطنت کے صوبوں سے
خارج سمجھی جاتی ہیں۔ اکبر کے عہد سلطنت میں
میواڑ اور مارواڑ مسلم صوبہ اجمیر کے حصہ تھے۔
ٹرودہا سرکار گجرات میں داخل تھا۔ اُدیپور۔ رتلام
اور دھار صوبہ مالوہ میں شامل تھے اور اندور
برار کا ایک جزو تھا۔ الغرض پیشتر سلطنت ہند
دیسی ریاستوں کو سلطنت مغلیہ کا جزو قرار
دیتی تھی حالانکہ انگریزوں کے عہد میں کل ہندوستان
کا ⅓ حصہ یعنی چھ لاکھ میل مربع کا رقبہ
احتیاط کے ساتھ انگریزی صوبوں سے علیحدہ
کردیا گیا ہی اور اسطرح پر وہ شامل کرلیئے جانے
یا دبا لیئے جانے سے محفوظ ہی۔ انگریزی صوبے
کیسے بنے ابھی یہ بتانا باقی ہی مگر اسکے پہلے
کہ ہم یہاں تک پہونچیں چند باتوں کے جاننے
کی ضرورت ہی تاکہ لوکل گورنمنٹ اور لوکل انتظام
(حکومت و انتظام مختص المقام) کے معانی سمجھ

میں آویں -

۳۳ - صوبجات کے القاب - یہ بہت قرین قیاس ہی کہ ہندوستانی بعض انگریزی صوبوں کے حدود تبدیل ہوجائیں - اُنکی وسعت میں بہت بڑا تفاوت ہی - چھوٹے سے صوبہ کرگ کا رقبہ پندرہ ہزار میل مربع ہی اور برہما کا مع اُسکے مضافات کے ایک لاکھ اکھتر ہزار ایک سو تینتالیس مربع میل - آبادی کے اعتبار سے انکا تفاوت اور بھی تعجب انگیز ہی - یہ صوبے ایک ایک لوکل گورنر کے زیر حکومت ہیں جنکے القاب مختلف ہیں یعنی گورنر - لفٹنٹ گورنر یا چیف کمشنر - احاطہ بمبئی اور مدراس گورنروں کے زیر حکومت ہیں اور ابتک اُنکے پُرانے القاب پریسیڈنسی کے قائم ہیں - چار صوبوں یعنی بنگال ممالک مغربی و شمالی پنجاب اور برہما میں مختص المقام حکومتیں ہیں اور یہ لفٹنٹ گورنروں کے زیر حکومت ہیں جنکو جناب ویسرائے منتخب فرماتے ہیں ان چھئو صوبوں میں دو باتیں مشترک پائی جاتی ہیں - پریسیڈنٹوں اور لوکل گورنروں کو اُس ملک کے خزانہ سے جہاں وہ فرمانروائی

کرتے ہیں تنخواہیں ملتی ہیں اور ان جملہ صوبوں
میں قواعد اور قوانین بنانے کے لیے کونسلیں
مقرر ہیں ماںقی سات صوبہ انتظامی کہلاتے ہیں
تین چھوٹے چھوٹے صوبوں یعنی برار۔ اجمیر اور
کرگ کا نظم و نسق زیادہ تر امپیریل گورنمنٹ
کے اہتمام سے ان افسروں کے ذریعہ سے
ہوتا ہی جنکے متعلق پولٹیکل یعنی ملکی خدمتیں بھی
ہوتی ہیں۔ اور دو صوبے یعنی ممالک متوسطہ اور
آسام چیف کمشنروں کے زیر حکومت ہیں اور
انمیں اور لوکل گورنمنٹوں میں جو لفٹنٹ گورنروں
کے تابع ہیں اور جنکے بعض بعض اضلاع
انکیں لے لیئے گیئے ہیں۔ بہت تھوڑا فرق ہے۔
ہند کے ماںقی دو صوبہ برٹش بلوچستان اور جزائر
انڈمن ہیں ان جزائر میں مجرم بعبور دریاے
شور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ بات بیان کیجائیگی کہ
ہندوستان کو برابر صوبوں میں تقسیم کرنے کی
کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ظاہرا انکے حدود قایم
کرنے کا کوئی طریقہ نہیں اور اسکا سبب وہ واقعات
ہیں جنسے بتدریج انگریزی حکومت نے اس
ملک میں ترقی کی ہی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو جب

اُسنے ہندوستان میں تجارت شروع کی تھی سلطنت
کرنے کا مطلقا خیال نہ تھا وہ حتی الامکان جنگ



لارڈ کلایو

اور ذمہ داریوں کی زیادتی سے کنارہ کشی چاہتی
تھی مگر واقعات اُسے مجبور کرتے تھے اور بنا؛

علیٰ ہذا اپنی حفاظت کی ضرورت اور اُن اتفاقات کی وجہ سے بلا قصد صوبہ بنتے گئے جن کا گمان بھی نہ تھا۔ تاکہ صوبوں کی ترتیب اور انکا انتظام بخوبی ذہن نشیں ہو اُن واقعات پر ایک نظر ڈالنا ضرور ہی۔

۱۴۳- مدراس۔ صوبہ یا احاطۂ مدراس ہندوستان کے انگریزی صوبوں میں سب سے قدیم ہے۔ قلعہ سینٹ جارج کی اراضی ۱۶۳۹ء میں ایک چھوٹے سے سردار نے انگریزی تاجروں کی کسی کمپنی کے ہاتھ اس غرض سے فروخت کی تھی کہ سردار موصوف کو اس کمپنی کے ہاتھ لین دین کرنے میں نفع کی بہت کچھ امید تھی۔ ۱۶۵۳ء میں یہ حقیر املاک جو اس سہولت سے باضابطہ ہاتھ آئی تھی پریسیڈنسی بنائی گئی۔ مگر ایک صدی کے بعد فرانسیسیوں نے نہایت تشدد سے اسپر قبضہ کرلیا۔ اسکے واپس لینے کے بعد طوفان جنگ کا رخ بدل گیا اور ۱۷۵۷ء میں فرانسیسیوں سے ماسلی پٹم چھین لیا گیا اور اسکے آٹھ برس بعد شاہنشاہ دہلی نے شمالی سرکار کلایو کو عطا فرمائی۔ آگے چل کے فرانسیسیوں نے اطراف

و جوانب کے ہندوستانی سرداروں کے ساتھ خط
و کتابت شروع کی اس خیال سے کہ ان لوگوں
کی مدد سے انگریزوں کو جو یہاں املاک اور
بودوباش رکھتے ہیں نکال باہر کرینگے چنانچہ ایک
مسلمان جنرل مسمّیٰ حیدر علی نے اُنکی تجاویز
بگوش رغبت سُنیں۔ یہ حیدر علی راجہ میسور کے
یہاں رتبہ ملازمت سے ترقی کر کے اپنے مالک
کے اقتدار و اختیار کو چھین کر بجائے خود
مالک بن بیٹھا تھا۔ جنگ میسور کا نتیجہ جو حیدرعلی
اور اسکے بیٹے ٹیپو سلطان کے ساتھ ہوئیں یہ
ہوا کہ اس ہندو خاندان کو میسور میں پھر منصب
اختیار دلایا گیا اور ایالت میسور کے پانچ ضلع
مدراس پریسیڈنسی میں شامل کر دئے گئے دو اور
ضلع نظام حیدر آباد نے تفویض کیئے اور کرنول
۱۸۳۸ء میں شامل کیا گیا۔ اس سال سے صوبہ
مدراس مکمل ہوگیا لیکن ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ
مدراس نے شمالی کنارے کے ایک شمالی
ضلع کو بمبئی میں منتقل کر دیا۔ اس طرح پر تین
سببوں یعنی جنگ فرانس عطیہ شاہ دہلی اور
شکست حیدر علی کی بنا پر مدراس ایک سیدھی

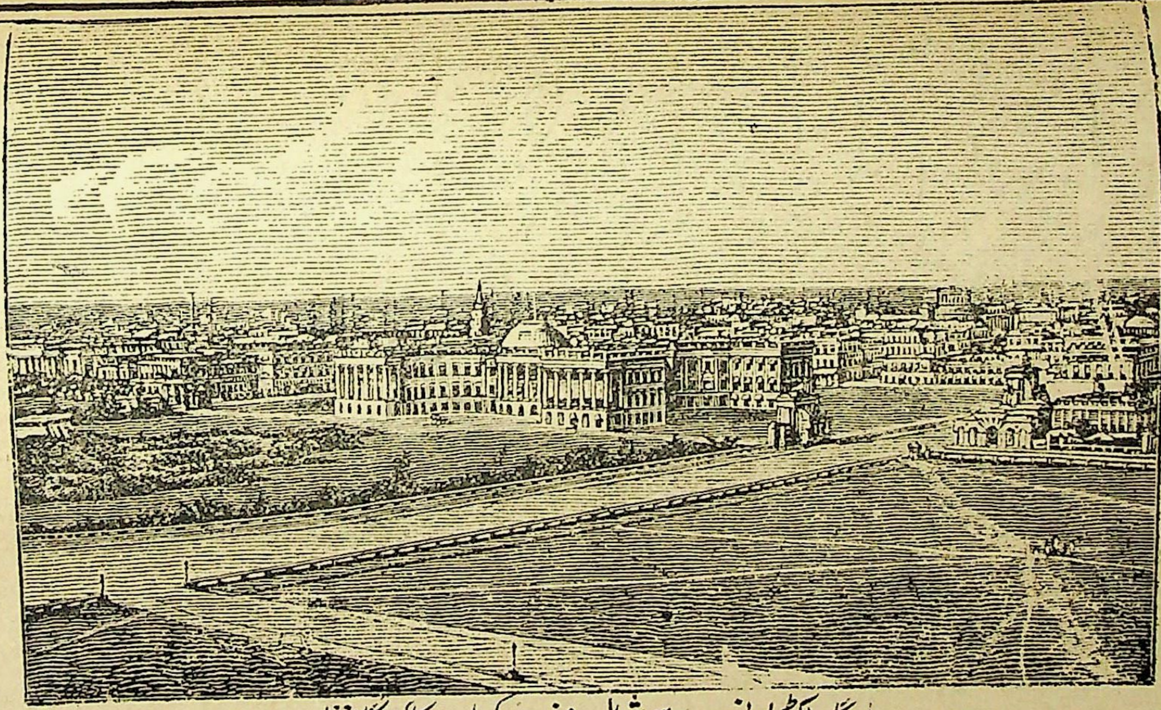
سادی املاک سے ترقی کر کے ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا ایک مستقل صوبہ ہو گیا جو رقبہ میں ایک لاکھ اکتالیس ہزار ایک سو نواسی میل مربع ہی اور جسمیں تین کرور پچپن لاکھ آدمی رہتے ہیں۔

۳۵-بمبئی۔ اُس ہندو راجہ کے انگریزی تاجروں کو مدراس میں بلانے کے کل چھبیس برس پیشتر شاہنشاہ دہلی کے ایک فرمان کے رو سے سورت میں جو ہندوستان کے مغربی ساحل پر واقع ہی ایک انگریزی کوٹھی کھولی گئی۔ اس بادشاہ نے دوسرے سال یعنی ۱۶۱۴ء میں شاہ جیمس کے تاجروں کو اپنی تمام قلمرو میں بلا محصول تجارت کرنے کے احکام صادر فرمائے۔ پرتگال کی طرف سے شاہ انگلستان کو بمبئی ملنے کے بیس برس کے اندر اس تجارتی کمپنی کا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) سورت سے اس جزیرہ میں منتقل کر دیا گیا اور ۱۷۰۸ء میں یہ املاک پریسیڈنسی بنا دی گئی۔ پس بمبئی پر انگریزوں کا قبضہ ایک واجبی استحقاق پر مبنی تھا لیکن ہر چہار طرف سے مرہٹوں کی گورنمنٹ

نے ان نو آباد انگریزوں کو گھیر لیا اور بعد ازاں اُنکی راج دھانی پونا میں قرار پائی سیواجی کا عروج اس کمپنی کے ورت میں قایم ہونے کے بعد شروع ہوا اور سو برس تک انگریزی تاجروں نی اُس فرمان سے جو اُنکے بلا محصول دئے تجارت کرنے کی نسبت تھا بہت کم فائدہ اُٹھایا۔ اُس انقلاب کی وجہ سے جو پیشوا نراین راؤ کے قتل کے بعد پونا میں ہوا رگھوبا اس راج پر قابض ہوگیا اور انگریزوں سے امداد کی درخواست کی اور اسکے عوض انھیں بسین سالسی اور دیگر جزائر جو بمبئی کے قریب واقع ہیں دیئے۔ رگھوبا کی جانب سے انگریزوں کے مداخلت کرنے پر مرہٹوں کو درگاون میں شکست ہوئی اور اس بنا پر انہیں اور بھی مخاصمت بڑھ گئی۔ فریقین میں سے جب تک ایک بالکل مٹ نہ جاے تلوار کا میان میں کرنا غیر ممکن تھا۔ نئے معاہدوں سے نئی لڑائیوں کی راہ نکلتی تھی اور ۱۸۱۷ء میں جنگ کرکی کے بعد دکھن اور کوکن اس پریسیڈنسی میں ملا لئے گئے۔ ۱۸۴۳ء میں سندھ سر چارلس نیپیر نے اسمیں شامل کرلیا۔ عرب میں عدن کا قلعہ جو ۱۸۳۹ء

میں قبضہ میں آیا تھا بمبئی کی پریسیڈنسی میں شامل کردیا گیا اور بعد ازاں وہ اس صوبہ کا ایک خاص جزو قرار دیا گیا۔ اسطرح پر مدراس کا قصہ بمبئی کی ضمن میں پھر بیان ہوا۔ صوبۂ بمبئی میں ایک لاکھ پچیس ہزار ایک سو چوالیس میل مربع زمین ہی اور ایک کرور نوے لاکھ اسکے باشندہ۔

۳۶۔ بنگال۔ صوبۂ بنگال نے بہت ہی جلد ترقی کی۔ مدراس اور بمبئی میں کمپنی نے سمندر کے ساحل پر محض مختصر املاک کے قانونی قبالہ حاصل کیئے تھے۔ ایک کوٹھی کا ترقی کرکے ایک صوبہ ہوجانا اس کمپنی کی برسہا برس کی محنت و مشقت کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ وہ سمندر کے کنارے ایک دھجی اراضی کو جسکی استحقاقاً وہ مالک تھی چھوڑ نہیں بھاگی فرانسیس اور حیدر علی جنوب میں اور مرہٹے ملک دکھن میں انگریزی تاجروں کو سمندر میں ڈھکیل دینے کی دھمکی دیتے تھے اور اُنکے مقابلہ کرنے اور حملہ آوروں پر فتح پانے سے اُنھیں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آتا تھا۔ بنگالہ میں اس لندن کے تاجروں کی کمپنی نے جن نے سورت میں تجارت شروع کی تھی شاہنشاہ دہلی سی



۱۰۔ نگار اکٹرلونی پیر سے شمال و مغرب کیطرف کلکتہ کا منظر

پپلی میں جو میدنی پور کے ضلع میں واقع ہے
تجارت کرنے کا استحقاق حاصل کیا۔ سنہ ۱۶۴۲ء
تک یہاں کوئی کوٹھی قایم نہیں ہوئی مگر اس سنہ
میں بالا پور اسی غرض سے منتخب کیا گیا۔
ہندوستانی ذی اختیاروں نے ان پردیسی تاجروں
پر ظلم و تعدی کرکے انکی کوٹھیاں چھین لیں تب
انھوں نے اپنی حفاظت کی طیاری کی۔چنانچہ
سنہ ۱۶۹۸ء میں اس کمپنی نے بنگالہ کے گورنر سے
کلکتہ کے خریدنے کی اجازت حاصل کی اور کچھ
دنوں تک انکا کاربار ترقی پر رہا لیکن سنہ ۱۷۵۶ء
میں بنگالہ کے صوبہ دار سراج الدولہ نے کلکتہ پر
حملہ کیا اور اسی سنہ کی ۲۰- جون کو اُسنے ایک
سو چھیالیس انگریزوں کو بلیک ہول (غار تاریک)
میں ڈالدیا۔جہاں باستثناء تیئیس انگریزوں کے ایک
ہی رات میں سب کے سب ہلاک ہوگئے۔یہ
املاک جو اسطرح سے کمپنی کے ہاتھ سے نکل گئی
تھی پھر دوسری جنوری سنہ ۱۷۵۷ء کو ایک فوج
نے جو مدراس سے کلایو کے زیر حکم اسکی مدد
کو بھیجی گئی تھی آکر اسے لیلیا۔پھر تھوڑے ہی
دنوں بعد پلاسی کی لڑائی ہوئی اور ۲۳- جون

سنہ ۱۷۵۷ع کو یہ لڑائی فتح ہوئی اور سنہ ۱۷۶۵ع میں شاہ عالم بادشاہ نے بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی ایسٹ انڈیا کمپنی کو سپرد کردی اور کمپنی مذکور نے ایک ذرا سی بات میں یہ بہت بڑی ریاست حاصل کرلی سنہ ۱۸۰۳ع میں خاص اُڑیسہ مرہٹوں کے ہاتھ سے جنھوں نے اسپر بغیر کسی جائز عذر کے چڑھائی کی تھی فتح کرلیا گیا سنہ ۱۸۳۴ع میں انگریزی بنگال کا انتظام جسمیں اُس وقت حال کے ممالک مغربی و شمالی کا بھی ایک جزو شامل تھا بنگال کے گورنر جنرل کے سپرد کیا گیا اور اسی سال سے بنگالہ کا گورنر جنرل ہندوستان بھر کا گورنر جنرل ہونے لگا۔ بہرکیف ہندوستان کا گورنر جنرل سنہ ۱۸۵۴ع تک بغیر کونسل کی مدد کے جملہ صوبوں پر حکمرانی کرتا رہا اور اسی سال میں بنگالہ کا پہلا لفٹننٹ گورنر مقرر ہوا۔ سنہ ۱۸۳۶ع میں ممالک شمالی احاطۂ بنگال سے نکال کر ان اضلاع میں شامل کردیے گئے جنکو اب ممالک مغربی و شمالی کہتے ہیں اور خود احاطۂ بنگال میں سنہ ۱۸۵۰ع میں کچھ قطعات شکم کے شامل کئے گئے اور سنہ ۱۸۶۵ع میں کئی قطعہ بھوٹان کے شامل ہوے

پھر ۱۸۷۴ع میں یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ
گورنمنٹ بنگالہ کی لمبی چوڑی ذمہ داری اسقدر
تخفیف کردیجاوے لہذا وہ اضلاع جنہیں آجکل
آسام کہتے ہیں اس سے علیحدہ کردئے گئے
بہرحال ہندوستان کے صوبوں میں بنگال رقبہ
میں دوسرے درجہ کا اور آبادی میں اول درجہ
کا صوبہ ہے اسکا رقبہ ایک لاکھ اکاون ہزار پانچسو
تینتالیس میل مربع ہے اور سات کروڑ دس لاکھ
سے زیادہ اسکی آبادی ہے اسکا دارالسلطنت کلکتہ
ہے۔ اسطرح سے انگریزی حکومت بنگال کے سارے
صوبہ میں بہترین استحقاق کی بنا پر قائم ہوئی۔
کلکتہ کی املاک کی حفاظت اور بلیک ہول کے
تشدد پر اسکے جایز حق کی تائید کے بعد شاہنشاہ
دہلی کے فرمان کے رو سے انگریزی سوداگروں
کو ان صوبوں کی فرمانروائی کا استحقاق اور ذمہ داری
عطا کی گئی۔ شاہنشاہ موصوف کا یہ عطیہ اسقدر
لمبا چوڑا تھا کہ اسمیں محض صوبہ بنگالہ اور آسام
ہی شامل نہ تھا بلکہ اسنے قرب و جوار کی صوبوں
کی بھی جڑ ڈالدی جنکا اسکے بعد ذکر کرنا باقی ہے۔
۳۷۔ ممالک مغربی و شمالی۔ ان ممالک کے

نام ہی سے وہ حکمت عملی روشن ہے جو انگریزی کمپنی اختیار کیا چاہتی تھی جب انگریزوں کو بنگالہ کی حکومت شاہ دہلی کی طرف سے مرحمت ہوئی تو وہاں کے باشندہ سرعت کے ساتھ اُنکے زیر حکومت مال دار اور خوشحال ہوگئے مگر اسکی قلمرو کے باہر بدنظمی اور ملکی لڑائیاں برپا رہیں۔ان سوداگروں کو جنھوں نے بنگالہ کی فرمانروائی حاصل کر لی تھی اپنی ذمہ واریوں کے بڑھانے کی کوئی خواہش نہ تھی مگر اپنے مقبوضات کے بچانے کی غرض سے انکو مرہٹوں سے جنگ کرنا پڑی اور بعد ازاں نیپالیوں سے۔ اُنھوں نے اودھ کی سلطنت اس امید پر قائم کی تھی کہ ایک قوی دست مہربان سلطنت کی پڑوس سے نفع پہونچیگا جو اپنی اور نیز کمپنی کی حدود کو حملوں سے محفوظ رکھیگی مگر شاہ اودھ نے انکی امیدیں توڑدیں اور سیندھیا اور ہلکر کی فوجیں ایک انگریزی فوج سے جو لارڈ لیک کے زیر فرمان تھی میدان جنگ میں مقابل ہوئیں۔ مرہٹوں کی شکست اور اُن انتظامات کا نتیجہ جو شاہ اودھ کے ساتھ کیئے گئے یہ ہوا کہ چند اضلاع انگریزوں کو تفویض کردئے گئے اور کچھ اُنھوں نے فتح کر لیے

جنکا نام ممالک مقبوضہ اور مفتوحہ تھا اور پھر جنگ نیپال کی وجہ سے انمیں کچھ پہاڑسی قطعہ بھی شامل ہوئے۔دو برس بعد سیتا بلدی کی رزیڈنسی پر حملہ کرنے کی وجہ سے ناگپور کا راجہ گدّی سے اُتار دیا گیا اور سابق کے ممالک مقبوضہ و مفتوحہ میں چند جنوبی اضلاع اور شامل کردئے گئے۔اور بالآخر اودھ کی سلطنت ٹوٹنے پر یہ صوبہ بھی ممالک مذکورۂ بالا میں ملادیا گیا۔غدر کے بعد ممالک مغربی و شمالی سے ساگر اور نربدا کا ملک دکھن کے ایک نئے صوبہ میں منتقل کردیا گیا جسکو اب ممالک متوسطہ کہتے ہیں اور دہلی پنجاب میں ملادی گئی ممالک مغربی و شمالی کا دارالحکومت آگرہ سے الہ آباد میں منتقل کیا گیا برسہا برس تک یہ صوبہ جسکو اکبر کے زمانہ میں صوبہ الہ آباد کہتے تھے سرحدی حفاظت کے صدمہ اُٹھاتا رہا اور دشمنوں کے ہر چہار طرف سے اسپر حملے کرنے کی وجہ سے یہ قوی ہوگیا۔اب یہ صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے زیر حکومت ہی اور اسکا پُرانا لقب ابتک قائم ہی۔گو اصل مغربی و شمالی سرحد اسکی حدود سے بہت دور ہٹا دیگئی ہی۔اسکا رقبہ

ایک لاکھ سات ہزار پانچ سو تین میل مربع ہی
اور اسمیں چار کرور ستر لاکھ آدمی رہتے ہیں۔
۳۸۔ پنجاب۔ صوبۂ پنجاب جسمیں پانچ دریا یعنی
ستلج۔ بیاس۔ راوی۔ چناب اور جھیلم بہتے ہیں
بنگال کی طرح باتوں بات بن گیا۔ اسکے بنانے
میں ممالک مغربی و شمالی کی طرح بہت دنوں سلسلہ
جنگ و جدل قایم نہیں رکھنا پڑا۔ اسکا یہ سبب
تھا کہ سالہاے دراز تک انگریزی کمپنی نے
اس بات کی بہت کوشش کی کہ اپنی حکومت کو
مغربی و شمالی حدود کے باہر وسعت نہ دے۔
چنانچہ وہی حکمت عملی زیادہ وسعت کے ساتھہ
پنجاب میں اختیار کی گئی جسکا اودھ کی سلطنت
قائم کرنے میں امتحان کیا گیا تھا۔ ۱۸۰۹ء میں
کمپنی نے رنجیت سنگہ سے ایک معاہدہ کیا جسکے
رو سے سکھوں کے اس فاتح فرمانروا کے لیے
ستلج کے اُس پار کا ملک چھوڑ دیا گیا۔ رنجیت سنگہ نے
پنجاب میں اسطرح پر انتظام سلطنت قائم کیا کہ
دیسی ریاستیں جو اس صوبہ میں تھیں اپنی قلمرو
میں شامل کرلیں اور ایک طاقتور فوج رکھنے کا
خرچ گوارا کیا۔ یہ فوج اپنے سرداروں کے اختیار

سے باہر ہوگئی اور ۱۸۴۵ء میں اسکی تعداد بہتر ہزار سپاہی اور تین سو اکاسی توپ تھی اُس سنہ کی ۱۳ دسمبر کو گورنر جنرل نے ایک اعلان مشتہر کیا جسمیں اُنھوں نے اس بات پر زور دیا کہ ۱۸۰۹ء کے معاہدہ کا انگریزی گورنمنٹ نے وفاداری کے ساتھ خیال رکھا جسکی یہ تہ دل سے خواہش تھی کہ سکھوں کی ایک قوی سلطنت پنجاب میں پھر قائم ہوجاے اور وہ اپنی فوج کو قابو میں رکھ سکے اور اپنی رعایا کی حفاظت کرے۔ مگر سکھوں نے بغیر کچھ بھی اشتعال کے انگریزی قلمرو پر چڑھائی کی۔ لہذا اس عہد شکنی کی سزا میں دلیپ سنگھ کا ملک جو دریاے ستلج کے بائیں کنارے واقع تھا ضبط کرلیا گیا اور اسکے بعد کی فتوحات سے مابقی ملک بھی ۱۸۴۹ء میں انگریزی سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔ بیشتر یہ ملک ممبران بورڈ کے متعلق تھا۔ اس بورڈ کے تین ممبر ہوتے تھے مگر ۱۸۵۳ء میں چیف کمشنر کے زیر فرمان کیا گیا۔ اور ۱۸۵۹ء سے یہ لفٹننٹ گورنر کے زیر حکومت ہی۔ اسکا رقبہ اب ایک لاکھ دس ہزار چھ سو سرسٹھ میل مربع ہی اور اسکی

آبادی تقریباً دو کرور دس لاکھ - اسکا خاص شہر لاہور ہے۔
۳۹ - ممالک متوسطہ - یہ بیان کر چکے ہیں کہ ممالک مغربی و شمالی سے چند اضلاع یعنی علاقہ ساگر جو سیندھیا سے فتح کیا گیا تھا اور اضلاع نربدا جو راجہ ناگپور سے ۱۸۱۸ء میں فتح ہوئے تھے علٰحدہ کردئے گئے تھے جب ۱۸۵۳ء میں ناگپور کا راجہ رگھوجی ثالث بغیر کسی وارث کے مرگیا تو اسکا مابقی ملک بھی ان دونوں علاقوں کے اضلاع میں شامل کردیا گیا - چند ملکوں کے تبادلہ میں جو فرمانروایان حیدرآباد و گوالیار و برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا تھا گوداوری کے اوپر کے اضلاع نظام نے اور نیمار کا ضلع سیندھیا نے برٹش گورنمنٹ کو وا گذاشت کیا تھا اور ۱۸۶۰ء میں یہ اضلاع دیگر اضلاع ممالک وسطی میں شامل کردئے گئے اور ایک صوبہ متوسطہ بناکر ۱۸۶۱ء میں چیف کمشنر کے زیر حکم کیا گیا - اسکے اٹھارہ ضلعوں کا رقبہ جو سطح پر اکٹھا کئے گیے چھیالیس ہزار پانچ سو ایک میل مربع ہی اور اسکی آبادی تقریباً ایک کرور دس لاکھ اسکا صدر مقام ناگپور ہی۔
۴۰ - آسام - اس صوبہ کا ایک حصہ جو ۱۸۲۴ء

میں قائم کیا گیا تھا نبگال سے علیحدہ کرلیا گیا تھا اور اسکے دو ضلع سلہٹ اور گوالپاڑا شاہ دہلی کے ۱۷۶۵ء کے عطیہ دیوانی میں جسکا پیشتر ذکر ہوچکا ہی شامل تھے۔ دیگر اضلاع مع اس ضلع کے جسکے نام سے یہ صوبہ مشہور ہی ۱۸۲۶ء میں برہما سے فتح کیے گیے۔ پہاڑی اضلاع کے چند حصے جنمیں جنگلی اور مطلق العنان لوگ بستے تھے انگریزی قلمرو کے اندر دیہات پر حملہ کرنے کی سزا میں وقتاً فوقتاً شامل ہوتے گئے۔ اس پورے صوبہ کا رقبہ جو ایک چیف کمشنر کے زیر حکومت ہی اُنچاس ہزار چار میل مربع ہی اور اسکی آبادی پچپن لاکھ۔ شائلانگ اسکا دارالسلطنت ہی آسام کے سارے ملک میں کوئی ایسا شہر نہیں جسمیں بیس ہزار آدمی رہتے ہوں۔

۴۱۔ برہما۔ انگریزی فرمانرواؤں کو جسقدر پنجاب میں مغربی و شمالی حد پر اپنی ذمہ داریوں کے بڑھانے سے احتراز تھا اس سے کہیں زیادہ ہند کی مشرقی و شمالی سرحد پر تھا۔ اگر صلح یا جنگ کا دارمدار انھیں فرمانرواؤں پر ہوتا تو آوے کے فرمانروا ابتک برہما میں فرمانروائی کرتے ہوتے۔ مگر

وہاں کے فرمانرواؤں کے علی الاتصال انگریزی سلطنت
کی توہین کرنے اور مداخلت بیجا سے انگریزوں کو



لارڈ ہیسٹنگز

اپنے حقوق کی حفاظت کے لیئے تین دفعہ تلوار
سے کام لینا پڑا - اور بنائے علی ہذا یکم جنوری

۱۸۸۶ء کو شمالی اور جنوبی برہما ملاکر سلطنت ہند کا ایک صوبہ بنادیا گیا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہی کہ شاہ دہلی کے کمپنی کو بنگالہ عطا کرنے سے آسام اور چٹگانگ صوبہ اراکان سے ملصق ہوگئے تھے۔ شاہ برہما نے ۱۷۸۴ء میں اراکان کو فتح کیا اور اسکے چالیس برس بعد برہما کی گورنمنٹ نے مرشدآباد تک بنگالہ کی حکومت کا دعویٰ پیش کیا۔ اور کمپنی کی قلمرو میں نقصان پہونچایا اور جب لارڈ امہرسٹ نے جو اسوقت گورنر جنرل تھے شاہ آوا کو معقول فہمایش تحریر کی تو اسنے جواب دیا کہ خداوند فیلان سفید و سلطان البر دالبحر کی یہ خواہش ہی کہ آیندہ کوئی مراسلہ پایہ زریں کو نہ بھیجا جاے۔ پس امور متنازعہ طی کرنے کی نسبت اس گستاخانہ انکار کا بہی ایک جواب تھا۔ اِس جنگ کا نتیجہ جو اس تحریک کے بعد ہوئی یہی ہوا کہ جنوبی اضلاع اراکان ٹیواے اور ٹناسرم کے ۱۸۲۶ء میں کمپنی موصوف کے حوالہ ہوئے۔ اور کمپنی مذکور کی تجارت کے حفاظت کا ایک معاہدہ ہوا۔ یہ معاہدہ قائم نہیں رہا اور ۱۸۵۲ء میں رنگوں کے گورنر نے دیدہ ودانستہ کپتان فش بورن کی تحقیر و تذلیل کی جسکی بنا پر

شہر مذکور پر قبضہ کرلیا گیا اور پیگو کو بھی لارڈ ڈلہوسی
نے سلطنت ہند میں شامل کرلیا۔ بالآخر ایک مدت
تک انگریزی مامور سیاسی کے ساتھ برے برتاو
کے بعد شاہ تھیبا نے نومبر ۱۸۸۵ء میں اپنا
ارادہ جنوبی برہما پر چڑھائی کرنے کا مشتہر کیا
اور فرمانروائے ہند کو بالضرورت اشتہار جنگ
دینا پڑا جسکا انجام یہ ہوا کہ لارڈ ڈفرن نے شمالی
برہما کو سلطنت ہند میں شامل کرلیا۔ ۱۸۶۲ء میں
برہما کے جنوبی اضلاع ایک چیف کمشنر کے زیر
حکومت تھے اور ۱۸۹۷ء میں شمالی اور جنوبی
برہما دونوں ملاکر ایک لفٹنٹ گورنر کے زیر حکم
کئے گئے۔ جسکا ہیڈ کوارٹر یعنی صدر مقام رنگون
ہی سلطنت ہند کی مشرقی سرحد اب دکھن میں
سیام سے۔ دریائے میکانگ پر مفتوحات فرانسہ
سے اور شمال میں سلطنت چین سے ملتی ہی۔
علاقجات شان کو چھوڑکر صوبہ برہما کا رقبہ ایک
لاکھ اکھتر ہزار چارسو تیس میل مربع ہے اور
اسمیں پچھتر لاکھ آدمی بستے ہیں۔ رقبہ میں یہ
صوبہ جسمیں چھتیس ضلع ہیں ہندوستان کے
جملہ صوبوں سے بڑا ہی اور چونکہ ملک مذکور

سلطنت آوا کے زیر حکومت ہمیشہ محل فتنہ و فساد
رہا اسلیے دیہات ویران ہوگئے اور آبادی کم۔
اسمیں کچھ شک نہیں کہ اب امن و امان کیوجہ
سے اسکی آبادی بہت کچھ ترقی کریگی۔ بندر
رنگون انگریزی بحری حفاظت کی پناہ میں پہلے
ہی سے منجملہ بڑی بڑی تجارت گاہوں کے جو
انگریزی جھنڈے کے نیچے ہیں تصور کیا جاتا ہے۔
۲۴۔ مابقی پانچ صوبہ۔ ان مابقی پانچ صوبوں
کا نہایت مختصر حال موجودہ سلطنت ہند کی ترقی
کے تحقیقات کو مکمل کرنے کے لئے کافی ہوگا۔
اجمیر مع مرورا کے راجپوتانہ میں ہے۔ سیندھیا نے
چند اضلاع کے عوض جو پیشوا سے انگریزوں نے
حاصل کیے تھے سنہ ۱۸۱۸ء میں یہ صوبہ بدل لیا
اور راجپوتوں کی ریاست مارواڑ اور میواڑ کے
ایک ضلع کو انگریزی فوج نے جو اُنکی امداد کو
بھیجی گئی تھی ڈاکوؤں کے ہاتھ سے بچایا اور اس
سے مرورا کمپنی کے حصے میں پڑا۔ راجپوتانہ کا اعلیٰ
ملکی افسر (پولیٹکل افسر) اجمیر کا چیف کمشنر ہوتا ہے۔
برار۔ جو دو پہاڑوں کے سلسلہ کے درمیان وسط
ہند میں اُس سڑک پر واقع ہے جو بمبئی سے ناگپور

کو جاتی ہی نظام نے اُس فوج کی تنخواہ میں جو انھوں نے معاہدہ کے مطابق مقرر فرمائی تھی انگریزوں کو سپرد کر دیا۔ اسکے چھ ضلع ہیں جنکا رقبہ سترہ ہزار سات سو اٹھارہ میل مربع ہی اور آبادی اٹھائیس لاکھ اناسی ہزار چالیس۔ مردم شماری کے کاغذات میں یہ برٹش انڈیا کے متعلق کیا گیا ہی کیونکہ اسکا سارا نظم و نسق گورنمنٹ ہند کے متعلق ہی لیکن جیسی قانوناً تعریف کی گئی ہی صوبۂ مذکور برٹش انڈیا کا ٹھیک ٹھیک جزو نہیں ہوسکتا۔

کرگ۔ ایک چھوٹا سا صوبہ ہی۔ ایک ہزار پانچ سو بیاسی مربع میل کا اُن پہاڑوں میں آباد ہی جو علاقہ میسور کی مغربی سرحد پر واقع ہیں۔ وہاں کی فرمانروا ویرا راجیندر و ادیر کے مظالم سے وہاں کے باشندوں نے تنگ آکر کمپنی کی پناہ میں آنا چاہا اور جب ۱۸۳۴ء میں اشتہار جنگ دیا گیا اور یہ ضلع فتح ہوگیا تو وہاں کے جملہ باشندوں کی رائے سے حسب ضابطہ لارڈ ولیم بنٹنگ نے اسکو سلطنت ہند میں شامل کرلیا اسکا دارالسلطنت مرکرا ہی اور میسور کا رزیڈنٹ بحیثیت چیف کمشنر وہاں کے باشندوں کی خواہش کے مطابق

جنھوں نے اس بات کی درخواست کی تھی کہ ہمارا ملک ایک جداگانہ صوبہ تصور کیا جاے فرماں روائی کرتا ہی۔

برٹش بلوچستان۔ اسکا رقبہ ایک ہزار آٹھ سو بیس میل مربع ہی۔ یہ سلطنت ہند کا افغانستان کی جنوب میں آگے بڑھا ہوا مورچہ (اوٹ پوسٹ) ہی اور کوئٹا کے چیف کمشنر اور چیف پولٹیکل افسر کے تابع ہی۔ ضلع کوئٹا ۱۸۷۹ء میں انگریزی حکومت میں داخل ہوا۔ درہ بوری ۱۸۸۴ء میں اور ضلع ژاب ۱۸۸۹ء میں۔

جزائر انڈمن مع پورٹ بلیر کے جو اسکا صدر مقام ہی ۱۸۵۸ء میں ہندوستانی مجرموں کی قیامگاہ قرار دیے گئے چار خاص خاص اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے جزیروں کا یہ ایک سلسلہ ہی جو رنگون سے ساڑھے چار سو میل پر ہی اور انمیں ایک قوم سیاہ فام اور پست قدکی بودوباش رکھتی ہی۔

۴۳۔ چھوٹے چھوٹے بیج۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا سرعت کے ساتھ پھیلنا محض امن و اماں قانون اور تجارت کے اُن چند

بیجوں کے جمنے سے ہوا جو اس ملک کے
سمندری کنارے پر تاجروں کی ایک جماعت نے
بوئے تھے۔ ان درختوں کے سایہ میں بمبئی۔ سورت
کلکتہ اور مدراس کی بستیاں شہر ہوگئیں اور اطراف
و جوانب کے اضلاع و علاقجات کے ہمیشہ کے
جھگڑوں سے عاجز آکر ان سمندر پار کے مضبوط
لوگوں کی پناہ چاہی جنھوں نے یہ بات اُنکی ذہن
نشین کردی تھی کہ ہم میں ہندوستان کے باشندوں
کی ضرورت کے مطابق امن و انتظام رکھنے کی
قابلیت ہی۔ ملک کے دشمن جو اس سرزمین میں
آگ اور تلوار لیئے گھومتے تھے اور جنھوں نے
اضلاع نیم ویراں اور دیہات کو خاک سیاہ کردیا
تھا بلا کسی مدد کے محض ہندیوں کی کوشش
سے رُک نہیں سکتے تھے۔ مسٹر ٹیپر پنجاب میں
ضلع کرنال کا حال بیان کرتے ہیں کہ منجملہ دوسو
اکیس گانوٗں کے باشندوں کے ایک سو اٹھتر کے
رہنے والے اپنے گھر بار سے اس صدی کے
شروع میں قطعاً نکال باہر ہوئے تھے۔ اسطرح
کی مثالیں ممالک متوسطہ کے متعلق بھی بیان
ہوسکتی ہیں۔ پابندی قانون اور امن و امان کی

عادتیں ہتیار سے کام لیتے لیتے مفقود ہوگئی
تھیں لہذا ان مصیبت زدہ لوگوں نے ایسی سلطنت
کو جو ملک میں امن و اماں رکھ سکے اور یہاں
کی محنتی رعایا کی ضامن ہو نہایت تپاک سے لیا۔
انگریزی تاجروں میں سے جب انھوں نے ہندوستان
میں تجارت شروع کی تھی کسی ایک کو بھی
سلطنت کا گمان یا خواہش نہ تھی۔مگر اول سے
فراریوں کے دیکھا دیکھی جو بھاگ کر بمبئی گئے
تھے علاقہ کرگ کے لوگوں نے بھی وہی راہ
اختیار کی۔ان لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ
ہمارے ملک کی بہبود کے لیئے یہی ایک امید
رہگئی ہی کہ کسی ایسی قوم سے اتحاد و ارتباط
پیدا کریں جو ہندیوں کو یہ سکھلائے کہ لڑکر بدعملی
و بدنظمی کو کیسے دفع کرتے ہیں۔ایک شاعر صاحب
فرماتے ہیں۔کہ ہمارے دشمن نہایت سرنگوں
ہوئے۔اُن چھوٹے چھوٹے بیجوں نے جنھیں یہ
ہنستے تھے تاریکی میں جمکر زمین کو شق کردیا اور
بڑھکر ایسے عظیم الشان اور تناور ہوئے جنکی ہزارہا
شاخیں ہر سمت میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ رفعت
میں آفتاب سے باتیں کر رہی ہیں +

باب پنجم

دیسی ریاستیں

۴۴- غیر ریاست - اگر کوئی اس کتاب کا پڑھنے والا اس مقام تک پہونچکر ہندوستان کا نقشہ دیکھے تو اُسکو بہت سے ایسے خطہ دکھلائی دینگے جو اُن اضلاع یا صوبجات میں شامل نہیں جنکا ابتک ذکر ہوا - انہیں سے بعض بعض قطعوں میں وہ ریاستیں شامل ہیں جو ایک دوسرے سے ملصق واقع ہیں اور بعض قطعہ ایک ہی ریاست جداگانہ ہے جو کسی ایک سردار کے زیر حکم ہی اور علاوہ اسکے بعض چھوٹی چھوٹی دھجیاں انگریزی اضلاع کے اندر واقع ہیں - ان جملہ قطعات کا مجموعی رقبہ برٹش انڈیا کے نصف سے بہت زیادہ کم نہیں ہے - اس رقبہ میں تقریباً آٹھ سو مختلف ریاستیں واقع ہیں - بعض بعض بہت بڑی ہیں اور بعض میں محض چند گانو ہیں مگر ایک بات سب میں مشترک ہے

یعنی گو وہ ہند کے یا ہند میں سلطنت انگلشیہ
کے حصہ ہیں تاہم وہ ان ممالک کے اجزا
تصور نہیں کیجاتیں جو انگریزوں کے زیر حکومت
ہیں۔ ملکہ معظمہ کے افسر اُنمیں فرمانروائی نہیں
کرتے۔ گو ان ریاستوں کی ملکہ محترمہ محافظ ہیں۔
انگریزی عدالتوں کو اُنمیں یا اُنکی رعایا پر کوئی اختیار
نہیں۔ جو لوگ اُنمیں بستے ہیں وہ اُن سرداروں
کی رعیت ہوتے ہیں۔ الغرض یہ انگریزی ریاستیں
نہیں ہیں بلکہ غیر لوگوں کی ہیں۔ اس سے یہ
نتیجہ نہیں نکلتا کہ برٹش انڈیا کے باشندوں کو اُنکا
کچھ خیال نہ کرنا چاہیے یا اُنسے کوئی تعلق نرکھنا
چاہیے بلکہ اسکے برخلاف گذشتہ تجربوں سے یہ
بات ظاہر ہوچکی ہی کہ ان دیسی ریاستوں کا حُسن
انتظام اور اُنکی رعایا کی مرفہ الحالی سے سلطنت
انگلشیہ اور اُسکی رعایا کو خاص تعلق ہی۔ اگر کسی
بڑے خطہ ملک میں جسمیں کئی ریاستیں شامل ہیں
مثلت مثلاً سنٹرل انڈیا ایجنسی میں بدنظمی پھیلے تو
اسکو قریب کے صوبوں سے باہر رکھنا غیر ممکن
ہوگا۔ انگریزوں نے جنگ پنڈاری سے یہ سبق
سیکھا ہی۔ اگر ہندوستانی رئیسوں کی فوج اسپنے

افسروں سے عدول حکمی کرے جیسے کہ گوالیار
اور پنجاب کی افواج نے کی تھی تو مہراج پور
اور سُبراون کی سی لڑائیاں پھر کرنا پڑینگی۔ علاوہ
بریں اگر کوئی طاقتور فرمانروا گریٹ برٹن کے
دشمنوں سے عہد و پیمان کرنا شروع کرے جیساکہ
ٹیپو سلطان نے ایک بار فرانسیسیوں کے ساتھ
کیا تھا تو بحری اور برّی جنگ کی پھر ضرورت
پڑیگی۔ جس سے محض وہ ریاست ہی تباہ نہیں
ہوگی بلکہ برٹش انڈیا کو بہت کچھ نقصان پہونچیگا۔
اسی طرح سے روزمرہ کے معاملات میں۔ اگر وہ
رئیس جو انگریزی اضلاع کے اندر۔ چھوٹے چھوٹے
علاقوں کی فرمانروائی کرتے ہیں ڈاکوؤں کی جماعت
کو اپنے یہاں پناہ دیں یا اس قسم کے افعال
جیسے ستی ہونا یا دختر کشی کرنا جائز رکھیں جنکی
بِپروس کے انگریزی دیہات میں ممانعت ہے تو
انکے ان افعال سے انگریزی قانون اور امن و
اماں میں خلل پڑیگا۔ اسلیئے یہاں کے رئیسوں کا
دوستانہ شفقت آمیز برتاؤ برٹش انڈیا کی بہبود اور
دیسی ریاستوں کی بقا کے لیئے نہایت ضروری ہی

۴۵۔ ماضی و حال۔ کوئی ایسا کار اہم نہیں

جسکا برٹش گورنمنٹ کو اس سے زیادہ فخر ہو جیسا اُسکو اپنے ممالک کے اندر اسقدر ریاستوں کے قائم رکھنے کا ہی - انگریزی حکومت کے پیشتر یہ ریاستیں یا تو قوی دست فرمانرواؤں کی سلطنت میں ملالیجاتی تھیں جیساکہ سلاطین دہلی نے یا پنجاب کے شیر ببر یعنی رنجیت سنگھ نے کیا تھا یا یہ کہ دیرینہ فتنہ و فساد اور خانہ جنگیوں کی حالت میں چھوڑ دیجاتی تھیں جیسے وسطی ہند - قدیم الایام میں یہ ریاستیں یا تو معدوم ہوجاتی تھیں یا انمیں بدعملی اور غدر رہا کرتا تھا - یہاں تک کہ اُن کامیابی کی لڑائیوں کے بعد تک جو انگریزی کمپنی نے سورت - مدراس - کلکتہ اور بمبئی میں اپنی کوٹھیوں کے بچانے میں کی تھیں ان ریاستوں کے والی اور فرمانرواؤں کو کبھی خواہ ہمسایہ اور رفیق بنانا ایسا دشوار امر تھا کہ محال اور غیر ممکن معلوم ہوتا تھا اور اسمیں بہت سی حکمت عملیاں تبدیل کرنا پڑیں - بہر حال انمیں کامیابی اُن اصول کو استقلال کے ساتھ برتنے سے حاصل ہوئی جو ہند کے کسی سکرٹری آف اسٹیٹ نے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمائے تھے جو ۱۸۶۰ء میں قلمبند

ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ملک کی توسیع سے ہماری سلطنت کا قیام و دوام نہیں ہوسکتا بلکہ اُن ممالک کے حسن انتظام سے جو ہمارے زیر حکومت ہیں اور اس بات کے کر دکھانے سے کہ ہم اوروں کے حقوق کا اُسیقدر خیال رکھتے ہیں جتنا اپنے خاص استحقاق کا۔

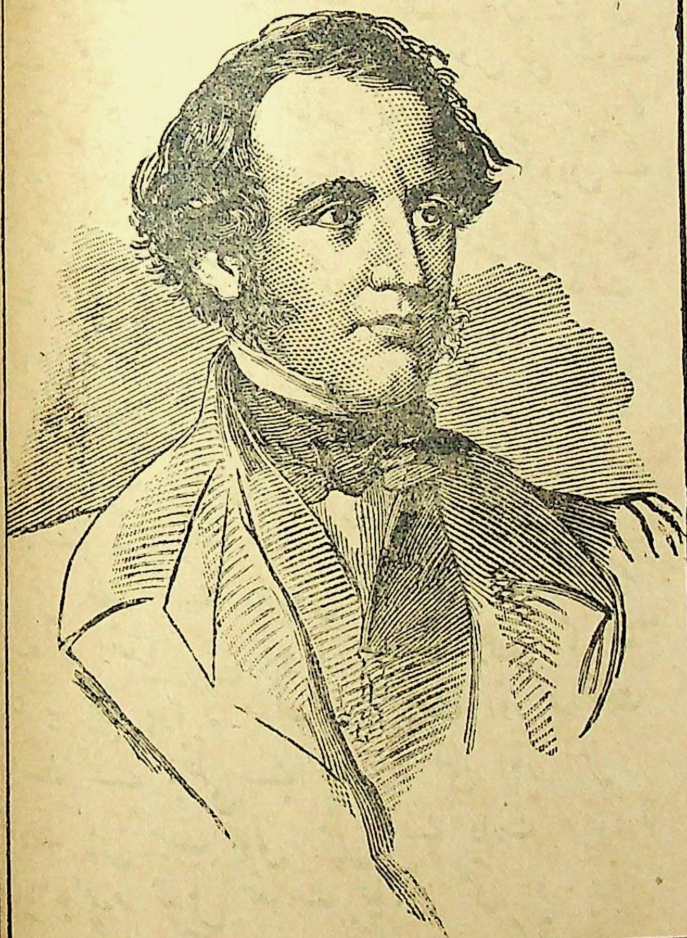
۴۶ - لارڈ کارنوالیس۔ پہلی بات جو کمپنی نے دیسی ریاستوں کے تحفظ میں اختیار کی تھی پھر بیان ہونا چاہیے جسکا نتیجہ ناکامی اور دوامی جنگ ہوا۔ انگریزی تاجر جنھوں نے بادشاہ کی اسناد حاصل کی تھیں اور بغیر فتنہ و فساد کے قانوناً اپنی کوٹھیاں سمندر کے کنارے قائم کرتے جاتے تھے اُنھیں تجارت کو مبدل بہ حکومت کرنے کا نہ خیال ہی تھا اور نہ خواہش۔ انکی سب سے مقدم یہ خواہش تھی کہ کسی مفید تجارت میں مشغول ہوں نہ یہ کہ سازشوں اور جنگ و جدل میں شرکت کریں۔ جب حملوں کی وجہ سے وہ اپنے تئیں بچانے اور اپنے مقاموں کو مضبوط کرنے پر مجبور ہوئے تو انگریزی پارلیمنٹ نے انکو بڑی بڑی ذمہ داریوں کے اختیار کرنے سے حتی الامکان روکا۔ چنانچہ

جارج سوم کے عہد میں سنہ ۱۷۹۳ع میں ایک اکٹ جاری ہوا جسکے یہ الفاظ تھے کہ فتوحات اور ملک کی توسیع کے تدابیر اختیار کرنا اس قوم کی خواہش۔ عزت اور حکمت عملی کے خلاف ہے۔ انگلستان کے اراکین سلطنت نے اسکی تعمیل میں کوشش فرمائی اور اُنھوں نے اپنے ہندوستانی افسروں کو دیسی ریاستوں کے ایسے معاملات میں دخل دینے کی ممانعت کردی جنسے اُنکی علیحدگی ممکن تھی چنانچہ ان احکام کے مطابق لارڈ کارنوالس نے اُن سرداروں کی محافظت اور امداد سے محض انکار ہی نہیں کیا جو انگریزی اتحاد کے خواہاں تھے بلکہ انھوں نے اُن معاہدوں کو جو اُنسے پیشتر کے گورنروں نے اور گورنمنٹ بمبئی نے کیے تھے منسوخ فرما دیا۔ اُنکی یہ حکمت عملی تھی کہ ان سرداروں کے معاملات میں جو ہمیشہ آپسمیں برسرجنگ رہتے ہیں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ خانہ جنگیاں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیئں۔ اور انگریزی ضلاع میں ان مسلح ڈاکوؤں کے طائفہ جو غیر ریاستوں میں پناہ پاتے تھے پھیل گئے۔

۴۷۔ لارڈ ہسٹنگز۔ لارڈ موائرا کو جو لارڈ ہسٹنگز

کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں اور جو ۱۸۱۳ء
سے دس برس تک ہندوستان کے گورنر جنرل
رہے یہ سپرد ہوا کہ (لٹ الون) یعنی تجرد کی
حکمت عملی کی وجہ سے جن لڑائیوں کی ضرورت
ہو انھیں کامیابی کے ساتھ انجام دیں اور جن کا
نتیجہ یہ ہو کہ زیادہ تر ہندوستانی ریاستیں انگریزوں کے
زیر حفاظت آجائیں - چنانچہ دیسی رئیسوں کی باہمی
جنگ و جدال اور نیز انکا کمپنی سے لڑنا موقوف
ہوگیا - استمراری بندوبست کی شرطیں قلمبند ہوئیں
اور اس تاریخ سے ریاستوں اور صوبوں کے
تعلقات ایک معقول بنیاد پر قائم کئے گئے لیکن
سالہاے دراز تک ممالک مستحفظہ کے فرمانرواؤں
کو اس ملک کے اندرونی معاملات کے سرانجام
دینے کا اختیار کل دیدینا مناسب سمجھا جاتا تھا
جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ موقعہ پر نصیحت اور مداخلت
نہونے سے بدنظمی بے انتہا بڑھ گئی اور اس
صورت میں جب کوئی رئیس بے وارث مرجاتا تو
رعایا بالعموم تبدیل حکومت چاہتی تھی اور وہ
ریاست انگریزی قلمرو میں منتقل ہوجایا کرتی تھی -
۴۸ - لارڈ کیننگ - جب ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ

نے عنان سلطنت اپنے دست اختیار میں لی



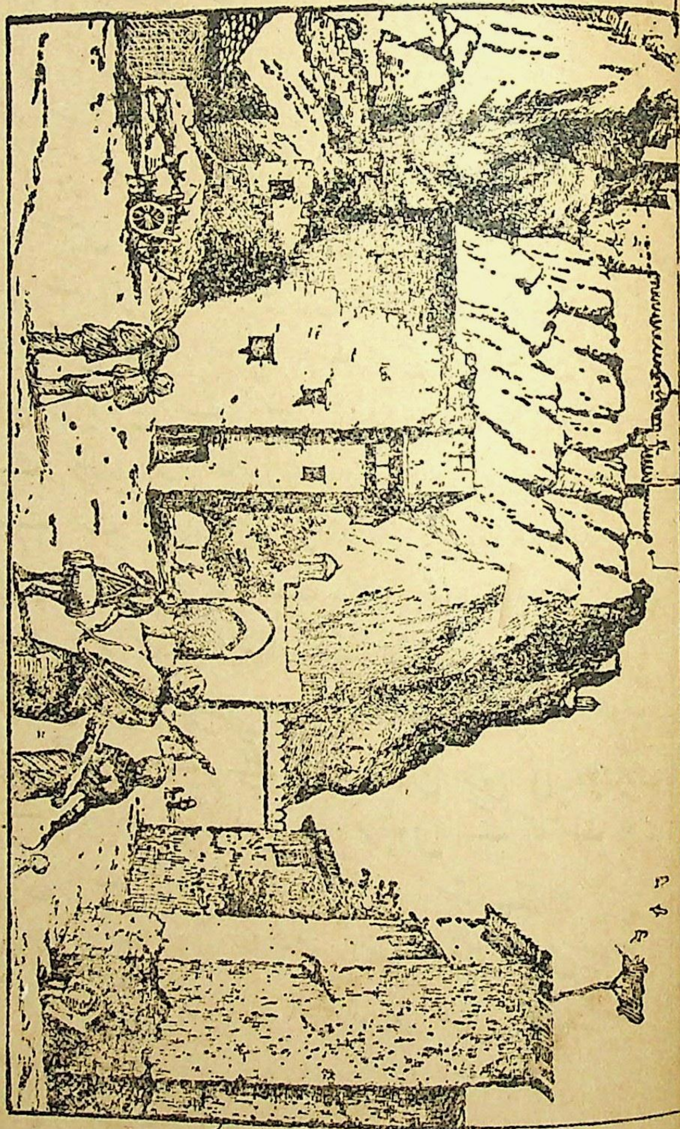
جارج کیننگ

تو دیسی ریاستوں کے ایسے انتقالات موقوف

کردئے گئے اور یہاں کے رؤسا و اُمرا کو ان کی
خاندانی عظمت اور عزت قائم رہنے کی نسبت ملکہ
محترمہ کی خواہش کا یقین دلایا گیا انکو یہ بات باور
کرائی گئی کہ جبتک وہ سلطنت انگلشیہ کے وفادار
رہنگے اور اپنے قول و قرار کے پابند اُنکی حفاظت
کیجائیگی اور انکی ریاستیں ہمیشہ برقرار رہینگی - جب کبھی
ضرورت ہوتی ہی تو انھیں رائے نیک دیجاتی ہی
اور جب کوئی فرمانروا حکومت کے لائق نہیں سمجھا جاتا
تو اُسکی جگہہ دوسرا جو بہتر انتظام کر سکے بٹھا دیا جاتا
ہی - ریاستیں محفوظ و برقرار رہتی ہیں - نابالغی یا کسی
رئیس کے چند روزہ اپنی ریاست سے دست بردار
ہونے میں اچھے قواعد کے اجرا کا خیال رکھا جاتا
ہی جیسا کہ میسور اور بڑودھے میں ہوا مگر جب
انتظام درست ہوجاتا ہی تو وہ ویسی ریاست پھر اُس
رئیس کو حوالہ کردیجاتی ہی ان تدابیر سے ایک بہت
بڑا رقبہ پانچ لاکھ پچانوے ہزار ایک سو سرسٹھ
میل مربع کا جو ہندوستانیوں کے زیر حکومت ہی
صدہا آفات کے دانتوں کے نیچے محفوظ رہتا ہے
۹۴ - ریاستوں کے درجہ - یہ دشواریاں کچھہ
بھی کیوں نہوں جلد سمجھ میں آسکتی ہیں اگر ان

ریاستوں کے مقاموں اور اُن باتوں کا جن سے قدرتی طور پر ائیں اور انکے قومی ہمسایہ میں فرق پڑتا ہی ایک عام خیال ذہن میں ٹھہرا لیا جاوے تو یہ ریاستیں جو گورنمنٹ ہند کے زیر حفاظت ہیں تین درجوں میں تقسیم ہوسکتی ہیں - اول وہ ریاستیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہوئی ہیں اور جنسے بہیئت مجموعی ایک بہت وسیع صوبہ بن جاتا ہی اور جو غیروں یعنی ہندوستانیوں کی حکومت میں ہی دوم فرداً فرداً بڑی بڑی ریاستیں سوم وہ چھوٹے چھوٹے متفرق علاقہ جو انگریزی اضلاع یا صوبوں کے درمیان واقع ہیں پہلے درجہ کی ریاستوں میں راجپوتانہ ایجنسی - سنٹرل انڈیا ایجنسی - بلوچستان اور کاٹھیا وار نہایت ضروری ہیں اور دوسرے درجہ میں کشمیر حیدرآباد میسور اور بڑودھا نہایت ممتاز ہیں مگر ٹراونکور - کولہا پور اور کچھ بھی قابل توجہ ہیں تیسرے درجے میں سیکڑوں ریاستیں ایسی شامل ہیں جو وسعت میں کوئی تو ایک ضلع کے برابر ہے اور کسی میں محض چند گاؤں

۵۰ - ریاستوں کے مجموعہ - راجپوتانہ - راجپوتانہ



گوالیار کا خاص پھاٹک

ایجنسی کا رقبہ ایک لاکھ تیس ہزار دو سو اڑسٹھ میل مربع ہے اور اس لحاظ سے کل صوبۂ بمبئی اور سندھ سے بڑا ہے - اسکی آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ ہے مغربی پریسیڈنسی یعنی احاطہ بمبئی سے دو ثلث کم - اسمیں اکیس ریاستیں ہیں منجملہ انکے ٹونک مسلمانی ریاست ہے اور دو ریاستیں جاٹوں کی ہیں اور باقی راجپوتوں کی - راجپوتانہ کے وسیع ریگستان میں اُن راجپوتوں نے جنھیں مسلمانوں نے ہندوستان سے نکالدیا تھا سیکڑوں برس پناہ لی اور اسوجہ سے انکے سردار یعنی میواڑ یا اُدیپور - مارواڑ یا جودھپور اور جے پور کے راجہ ہندوستان میں سب سے قدیم حکمران تصور کئے جاتے ہیں اور دیگر ریاستیں - بیکانیر - جیسلمیر - بھرتپور - الور - کوٹا اور دھولپور ہیں جنھوں نے پہلے تو سلاطین دہلی کی زیادتیوں سے اور پھر پنڈاروں اور مرہٹوں کے تاخت و تاراج سے تکلیفیں اُٹھائی تھیں ۱۸۱۸ء میں انگریزوں کے زیر حفاظت آئیں - اسکا خاص پولیٹیکل افسر آبو میں رہتا ہے اور گورنر جنرل کا ایجنٹ کہلاتا ہے +

وسطی ہند - سنٹرل انڈیا ایجنسی میں بہت زیادہ

ریاستیں شامل ہیں جنکا رقبہ بہیئت مجموعی ستتر ہزار آٹھ سو آٹھ میل مربع ہندوستان کے قلب میں واقع ہی۔ رقبہ اور آبادی دونوں میں یہ انگریزی صوبہ ممالک متوسطہ سے کسیقدر مشابہت رکھتا ہی اسمیں گوالیار خاص ریاست ہی اور اسکے بعد اندور کا درجہ ہی۔ لیکن بھوپال ریواں اور رتلام بھی خاص ذکر کے لائق ہیں۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی جو برائے نام بڑی ریاستوں کے متعلق ہیں جداگانہ انگریزی گورنمنٹ محافظت کرتی ہی بڑے بڑے رئیسوں کے علاقوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے متفرق پھیلے ہوئے ہیں اور بعض بعض باوقعت راجہ اپنے سے کم حیثیت راجاؤں کو خراج ادا کرتے ہیں یہ انگریزی اراکین سلطنت کے اپنے قول و قرار کو کمال احتیاط سے پورا کرنے کا نتیجہ ہی۔ جب انھوں نے بیچ بچاؤ کیا تو سارے ملک میں لوٹ مار اور جنگ و جدال پھیلی ہوئی تھی انگریزی افواج نے ناگہاں امن و انتظام کا اعلان کردیا۔ اور انگریزی گورنمنٹ نے جو آیندہ ہتیار اُٹھانے کی انھیں مانع ہوئی ان املاک اور حقوق کی حفاظت اپنے

ذمہ کرلی جو ان رئیسوں کو اسوقت حاصل تھی خاص پولیٹکل افسر اندور میں رہتا ہی یہاں سے بندیل کھنڈ بگھیل کھنڈ۔گوالیار۔ نیمار اور مالوے پر رُعب و داب رکھتا ہی ÷

بلوچستان۔ دریاے انڈس کے میدان کے اُس پار ہندوستان کی مغربی سرحد پر واقع ہے اور فارس و افغانستان سے ہندوستان کے راستوں کی پاسبانی کرتا ہی اسمیں خان قلات اور لس بیلا کے جم کا علاقہ شامل ہی اور مع انگریزی صوبہ کوئٹا کے گورنمنٹ ہند کے ایک افسر کے زیر حکومت ہی جو کوئٹا میں رہتا ہی۔

کاٹھیاوار بھی ایک دوسرا بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا مجموعہ قابل التفات ہے جو بمبئی کی گورنمنٹ کے تابع ہی اسکے بیس ہزار پانچسو اُنسٹھ مربع میل کے احاطہ میں کمپنی کی کوششوں کو سمجھنے کے لئے جو اُس نے اسکو ورطہ الحاق سے بچانے میں کین کمال غور کی ضرورت ہی۔ اُس معاہدہ کے مطابق جو پیشوا سے ہوا تھا کمپنی انگریزی حکومت وہاں قائم کرسکتی تھی مگر اسنے ایک سو سنیتالیس سرداروں سے عہد و پیماں

کرنا۔ اور بشرط حسن انتظام اُنکی حفاظت اپنے ذمے لینا پسند کیا۔ ان ریاستوں میں سے اسّی کے قریب مرور ایام سے دیگر ریاستوں میں شامل ہوگئیں اور مابقی وہاں کے قوانین وراثت کے مطابق بیشمار ذرہ ذرہ سے حصوں میں منقسم ہوگئیں۔ ۱۸۶۳ء میں ان ریاستوں کی تعداد چار سو اٹھارہ ہوگئی اور تعلقہ داروں میں تنازع اور سرحدی جھگڑوں کی کثرت اور قوانین کی عدم پابندی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سوائے الحاق کے اُنکی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ مگر انکو الحاق سے بچانے کے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ اس صوبہ کے بڑے بڑے سرداروں کے سات درجے کردئے گئے اور انھیں مختلف اختیارات عطا کیے گئے اور بہت چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھانوں کے حلقوں کے متعلق کردی گئیں اور پولیٹکل افسروں کو اُنکے اُن مقدمات کی سماعت سپرد کی گئی جسکی سماعت کے وہاں کے رئیس مجاز نہ تھے۔ اسطرح پر کاٹھیاوار یہاں کے باشندوں کے زیر حکومت بنا رہا۔ اور معمولی انگریزی عدالتوں کو اسمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔

۱۵ - بڑی بڑی منفرد ریاستیں - حیدرآباد - یہ ہندوستان میں سب سے عظیم الشان سلطنت ہی جو ایک ہی فرمانروا کے زیر حکومت ہی اور جسکو اندرونی اختیارات بوجہ اتم حاصل ہیں - اس کے علاقوں میں سے بعض بعض کا ابھی اوپر ذکر ہوچکا ہی یہاں ہمکو انمیں سے ایک آدھ کا ذکر کرنا ہی جو علاقوں کے اُن مجموعوں میں شامل نہیں جنکا ابھی ذکر ہوا ہی منجملہ انکے ایک حیدرآباد ہی جسکا رقبہ بیاسی ہزار چھ سو اٹھانوے میل مربع ہی اور قریب انگریزی صوبہ ممالک متوسط کے برابر ہی - اس ریاست کے بانی شاہنشاہ دہلی کے ایک صوبے دار تھے جنھوں نے اپنے مالک کی اطاعت کا جوا سلطنت اسلام کی قوت گھٹنے پر اپنے دوش سے اُتار ڈالا تھا اور اُنکے جانشینوں نے بہت سے اور علاقہ حیدرآباد کے علاوہ گورنمنٹ انگلشیہ کی جانب سے فوجی اور ملکی خدمات کے صلہ میں پائے کشمیر - ریاست کشمیر جو قریب اسیقدر لمبی چوڑی ہی جتنی ریاست حیدرآباد ۱۸۴۶ع میں جب سکھوں کی فوج نے سُبراون کی جنگ میں شکست

کھائی تو کمپنی نے خود یہ ریاست قائم کی اور وہ ملک جو دریاے انڈس اور راوی کے درمیان واقع ہی اور اُسوقت فتح ہوا تھا جمو کے راجہ گلاب سنگھ کو امرت زار کے عہد نامہ کے مطابق عطا کیا گیا ❊

میسور۔ میسور ہندستان کے دکھن میں ایک بہت بڑی ریاست ہی اسکا رقبہ اٹھائیس ہزار مربع میل ہی اسمیں سونا نکلتا ہی اور اسکی زمین بہت زرخیز ہی۔ اس ریاست کا بھی وجود انگریزی اسلحہ کی بدولت ہوا جنکی مدد سے وہ اس ہندو خاندان کو اُسکے بیجا قابض کے ہاتھ سے واپس ولائی گئی۔ اس واقعہ کے چند ہی برس بعد جو ۱۷۹۹ء میں ہوا میسور کی رعایا نے اپنے مہاراجہ کے ظلم و تعدّی سے عاجز آکر بغاوت اختیار کی اور برٹش گورنمنٹ نے وہاں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ مہاراجہ موصوف کے مرنے پر ۱۸۶۸ء میں برٹش گورنمنٹ نے پھر ہندوستانی حکومت بحال کرنے کا مصمم قصد کیا اور ۱۸۸۱ء میں راجہ موصوف کا متبنیٰ گدی نشین کیا گیا۔ اُسکے بیوقت مرجانے سے بڑے بڑے وعدے پورے ہنو سکے اور اُسکا

بیٹا جو نابالغ تھا ۱۸۹۴ء میں اُسکا قائمقام ہوا۔
اسطرح پر نصف صدی تک انگریزی حکومت کے
بعد یہ ریاست پھر ہندوستانی فرمانروا کی زیر انتظام
چند شرائط پر کی گئی جنمیں اُن اصلاحوں کے
قائم رکھنے کی ذمہ داری ہے جو انگریزی کمشنروں
نے وہاں کی ہیں۔
بڑودھا۔بڑودھا بھی ایک با وقعت ریاست مغربی
ہند کے صوبہ گجرات کے زرخیز حصہ میں واقع
ہی۔ داماجی خاندان گیکوار فرمانروائے بڑودے کا
بانی جسکا رقبہ آٹھ ہزار دوسو چھبیس میل مربع ہی
احمدآباد کی اسلامی سلطنت کے ٹوٹنے پر پیشوا سے
قول و قرار کرکے ریاست بڑودے کا حاکم بن بیٹھا
پس اسطرح پر بڑودے کی ہندوستانی ریاست سورت
اور بمبئی میں انگریزی کوٹھیوں کے جاری ہونے
کے بہت برس بعد قائم ہوئی۔اور بارہا اسکو
انگریزوں سے مدد ملا کی۔ابھی تھوڑے ہی دن
ہوئے یعنی ۱۸۷۵ء میں جب وہاں کا راجہ
گدی سے اُتار دیا گیا اور متبنی کرنے کا استحقاق
جو اِن راجاؤں کو حاصل ہی اُس سے لیلیا گیا
تو انگریزی گورنمنٹ نے خاندان گیکوار میں سے

سابق کے کسی راجہ کی بیوہ رانی کو گیکوار خاندان
میں سے ایک شخص کو جسے اُنھوں نے بڑودھے
کی ریاست کے لائق تصور کرکے منتخب کیا تھا
متبنیٰ کرنے کی اجازت دی - اور بھی بہت سی
ریاستیں ریاستہاے مذکورۂ بالا کے علاوہ ہیں جو
انگریزی ممالک کے درمیان واقع ہیں - سلامی کی
عزت سے جو نو توپ سے اکیس توپ تک ہے
عموماً ہندوستانی سرداروں کی وقعت کا اظہار ہوتا
ہی - تین ریاستوں یعنی بڑودھے حیدرآباد اور میسور
کے فرمانرواؤں کی سب سے اعلیٰ سلامی کیجاتی
ہی اور آٹھ رئیس یعنی والی بھوپال - گوالیار - اندور
کشمیر - قلات - کولھاپور - میواڑ و ٹراونکور کی اُنیس
توپ سے کیجاتی ہی اور تیرہ رئیسوں کی سلامی ستر
توپوں سے ہوتی ہی اور سترہ رئیسوں کی پندرہ
توپ سے - انکے علاوہ پنیسٹھ اور ایسے سردار
ہیں جنکو سلامی کی عزت حاصل ہی - اس اعتبار سے
ایک سو چھ ہندوستانی ایسے رئیس ہیں جو اول
درجہ میں شمار کیے جاتے ہیں - بہر حال اس تعداد
میں بہت سی وہ ریاستیں شامل ہیں جو یکجا بہیئت
مجموعی واقع ہیں جیسے راجپوتانہ اور وسطی ہند

کی ریاستیں اور وہ ریاستیں بھی جو علیحدہ علیحدہ واقع ہیں
۵۲ - علاقجات - تیسرے درجہ کے ہندوستانی
رئیس وہ ہیں جنکے علاقہ انگریزی اضلاع کے اندر
متفرق واقع ہوئے ہیں جیسے ستارہ کی جاگیر -
مرہٹوں کے ملک کا جنوبی حصہ - ممالک متوسطہ کے
سرداروں کی ریاستیں اور اڑیسہ وغیرہ کی - ان ریاستوں
کی فہرست لکھنے کی ضرورت نہیں مگر جو شخص
ہندوستان کا نقشہ دیکھے گا اسکو ایک ہی نظر میں
معلوم ہوجائیگا کہ اگر یہ ریاستیں بدی کریں یا امن
و انتظام نہ رکھ سکیں تو لوکل گورنمنٹ یا افسران
ضلع کے پہلو میں وہ بمنزلۂ خار کے ہوں گی -
وسطی ہند کی کمزور حکومت نے انگریزی قوانین اور
عدالتوں کے بغیر اعانت اپنے علاقجات کا انتظام
کرنا کار عبث اور محال سمجھکر کب ہی ترک کردیا
ہوتا مگر اسکی بقا فریقین کے لئے باعث فخر ہے -
اس سے سلطنت غالب کی طاقت اور کمزور رئیسوں
کے حقوق کی محافظت ظاہر ہوتی ہے اور ان
رئیسوں کی نیک اندیشی جو نصیحتیں سنتے ہیں اور
انگریزی افسروں سے میل جول رکھتے ہیں -
۵۳ - ہندوستانی حکومت کے فوائد -

انگریزی گورنمنٹ کو ہندوستانی حکومتوں کے قائم رکھنے سے بہت فائدہ ہیں یہ ریاستیں ہندوستانی فرمانرواؤں کے اپنے قول و قرار پر وفا داری کے ساتھ قائم رہنے کے لیئے دائمی سبق ہیں۔ انسے ہندوستانی مختلف طرز حکومتوں کے نتائج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جو لوگ اس بات کی جاننے کی خواہش رکھتے ہیں کہ آبادی۔ تعلیم۔ تجارت۔ اور دستکاری وغیرہ کس طرح کی حکومت میں عجلت کے ساتھ ترقی کرتی ہی وہ خود اس سوال کا جواب دیسکتے ہیں۔ انگریزی گورنمنٹ اس زمانے میں دیسی ریاستوں کا بہ نسبت برٹش انڈیا کی زیادہ خیال رکھتی ہی۔ سلطنت ہند کی برّی اور بحری حفاظت کے اخراجات اسکے بندرگاہوں اور بھاری گوداموں کی نگہبانی کے جملہ مصارف۔ ریلوں کی خرچوں کا خاص اثر۔ شاہی محکموں کے خرچے جنسے تمام ہندوستان کو نفع پہونچتا ہی سب انگریزی ہی صوبوں کو برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا روپیہ جو بعض بعض ریاستیں معاہدوں کے مطابق انگریزی گورنمنٹ کو ادا کرتی ہیں اُن اخراجات کا عوض سمجھا جاتا ہی جنسے وہ سبکدوش کردی

گئی ہیں نہ کہ اُنکے بیرونی دشمنوں سے اُنھیں
بچانے کا زر معاوضہ - لیکن یہ فرمانروا اور رئیس
انگریزی گورنمنٹ کو اپنے ملک کے انتظامات کے
اخراجات ہی سے فارغ البال نہیں کردیتے بلکہ
دیگر ملکی ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش کردیتے ہیں
جبتک یہ رئیس لارڈ کیننگ کی سندوں کے مطابق
انگریزی گورنمنٹ کے وفادار اور اُن معاہدوں و
معافیوں یا اقراروں کی شرائط کے پابند ہیں جنسے
انکی احسانمندی برٹش گورنمنٹ کے نسبت ثابت
ہوتی ہے تو انھیں اپنے قوی دست محافظ سے
کچھ بھی اندیشہ نکرنا چاہیے - جملہ مبصر اقرار کرتے
ہیں کہ انگریزوں کی رائے نیک پر عمل کرنے
سے دیسی ریاستوں میں بہت کچھ ترقیاں ہوئیں
اور ہندوستان کے جملہ بہی خواہ اُس اتحاد کے
قائم رہنے اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کے افسروں
اور اِن رئیسوں کے درمیان اپنی اپنی رعایا کی
مرفہ الحالی کو ترقی دینے کی دوستانہ ہمسری و
رقابت پیدا ہونے کی امید رکھتے ہیں - انگریز
اقصائے مغرب سے آزادی اور بردباری کے
نئے خیالات مشرق میں لائے اور یہ اُمید

کیجاتی ہی کہ ہندوستان کی سب سے اچھی منتظم
ریاست میں یہ نئے خیالات وہاں کے باشندوں
کے طرز معیشت کے جزو ہوجاینگے اور ہم دیکھینگے
کہ انسے مشرقی عادتوں میں کیا کیا عمدہ تبدیلیاں
واقع ہوئیں -(کسی شاعر کا قول ہے) کہ ان تغیرات
کو جو ہورہے ہیں ہونے دو تاکہ متروک رسموں
کی جگہہ وہ اپنا گھر کرلیں اور حالت مجتمعہ جو انکی
جگہہ لیتی ہی ہمدردی کے ساتھ جنبان ہو -

باب ششم

سپریم گورنمنٹ یعنی عدالت العالیہ

۵۴-قومی تعلقات-اس کتاب کے پڑھنے والے کو اب ہندوستان کی سلطنت کا ڈھانچا کسیقدر معلوم ہوگیا کہ اس سلطنت عظیمہ کے دو حصّہ ہیں دیسی ریاستیں اور انگریزی ممالک-دیسی ریاستوں میں یہیں کے رئیس فرمانروائی کرتے ہیں جنکو بعض بعض امر میں انگریزی گورنمنٹ سے مشورہ لینا پڑتا ہی-انگریزی ممالک بیشمار دیہات اور شہروں پر منقسم ہیں جنکے مجموعوں کو اضلاع کہتے ہیں اور ان اضلاع کے حکام پر گورنمنٹ کی فرمانروائی کا دارمدار ہی ضلع کے حکام لوکل گورنمنٹ (حکومت مختص المقام) کے تابع ہوتے ہیں اور لوکل گورنمنٹ کل صوبہ پر حکمرانی کرتی ہی-لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ صوبوں کے معاملات کو کچھ تو لوکل اور میونسپل بورڈ انجام دیتے ہیں اور کچھ اُس صوبے کی

گورنمنٹ کے افسر۔ پس برٹش انڈیا کے وسیع رقبہ میں کچھ باتیں صوبہ کے گورنر کے حیطہ اختیار میں ہوتی ہیں اور کچھ قومی باتیں ہوتی ہیں جنکے نسبت گورنمنٹ ہند کی منظوری کی ضرورت پڑتی ہی۔ تاکہ عملداری میں کسیطرح کا فتور و قصور نہو یہ لازمی ہی کہ ہر ہر لوکل گورنمنٹ کسی ایک اعلےٰ حکومت کے تابع رہے اور یہ کہ گورنمنٹ ہند کو چاہیے کہ بلا ضرورت صوبوں کے معاملات میں دخل نہ دیا کرے۔ لوکل اور سپریم گورنمنٹ کے حسن ارتباط پر انتظامی کل کی ساری خوش رفتاری بالتخصیص منحصر ہی۔ اس قسم کے اغراض متحدہ اور انتظامات کے نہونے سے وہ سلطنت عظیمہ جو اکبر کی وفات کے بعد اوسکے جانشینوں کو وراثتہً پہونچی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ صوبہ دار اور گورنر جو صوبوں میں فرمانروائی کے لیے مقرر کیے جاتے تھے اپنے مرکز حکومت یعنی شاہ دہلی سے باغی ہوجاتے تھے اور انکی نافرمانی سے اسلامی سلطنت کا سارا ڈھانچا پاش پاش ہوگیا۔

۵۵۔ شاہی رعب و داب۔ پس جو شخص

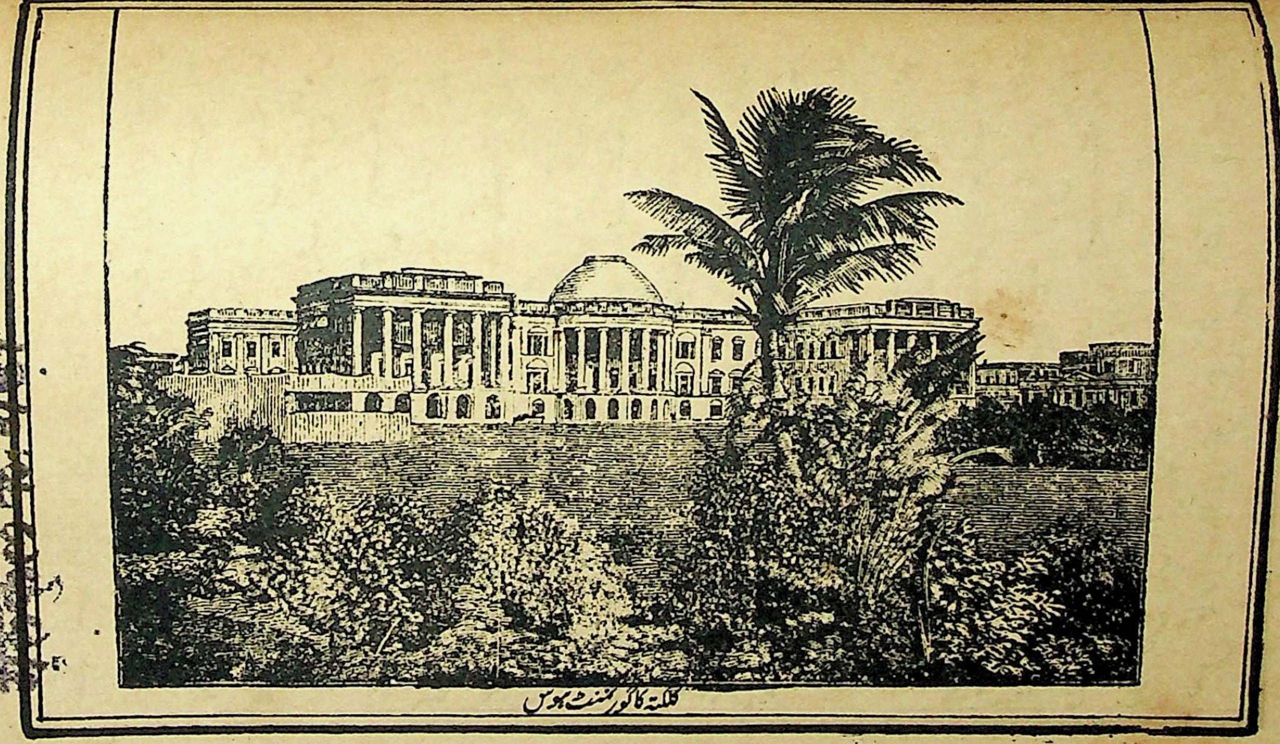
تاریخ سے بہرہ رکھتا ہی - یہ بات حقیر نہ سمجھے گا
کہ لوکل گورنمنٹوں میں جو ہندوستان کی ملکی افسروں
پر حکمرانی کرتی ہیں اور امپیریل گورنمنٹ میں جو
گورنروں اور راج کے افسروں کو ہدایت کرتی ہے
حسن ارتباط ضروری چیز ہی اس قسم کے ارتباط
کے لیئے ایک عظیم رعب و داب کی ضرورت کو
سمجھنا پہلی بات ہی - اس طرح کے رعب و داب
کی ضرورت تین وجہوں سے ہوتی ہی - اول لوکل
گورنمنٹوں کی اختلاف کو سدھارنا دوم ان سب
گورنمنٹوں کی طرف سے بیرونی معاملوں میں گفتگو
کرنا یعنی وہ معاملات جنکا غیر سلطنتوں پر اثر پڑتا
ہی سوم اپنے صوبوں کے جملہ صاحب اختیاروں
کے افعال و اعمال کو حد اعتدال پر رکھنا -
یہ بات سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ ایک صوبہ کے
اغراض دوسرے صوبہ کے منافع کے مخالف ہوں
اور جھگڑے طے کرنے کے لیئے ایک تیسرے
شخص کو مداخلت کرنا پڑے - کسی صوبے کے
تحت و تصرف میں تجارت کی شاہراہ یعنی سمندر
ہی - پس اگر اسمیں کوئی مداخلت نہ کیجاے تو وہ صوبہ
اس مال پر جو اسکے بندرگاہوں میں اترتا ہی یا

وہاں سے روانہ ہوتا ہی محصول لگاکر اپنے کو
مالامال کرسکتا ہی - دوسرا صوبہ سرحد پر واقع ہی
اور معاند قومیں اُسپر حملہ کیا کرتی ہیں اور اُسکی
فوجی حفاظت کے مصارف ملنے چوڑے ہیں مگر
چونکہ اسکی فوجی کارروائیوں سے محض اس صوبہ
کے اضلاع ماحول اور محفوظ نہیں رہتے بلکہ
اُن جملہ صوبوں کے جو اُسکے پیچھے واقع ہیں حفاظت
ہوتی ہی لہذا اسکی گورنمنٹ کا یہ واجبی حق ہے
کہ وہ دیگر صوبوں سے ان فوجی اخراجات کا
ایک حصہ وصول کرلے - ایک تیسرے صوبے
میں موسموں کی بے ترتیبی سے قحط رہا کرتا ہے
حالانکہ اُسکے پڑوس کے ممالک میں عمدہ پیداوار
ہونے سے وہاں کے لوگ فاضلات کو فروخت
کرکے اعلیٰ قیمتیں حاصل کرتے ہیں - پس ان
حالتوں میں اور بہت سی ایسی اور صورتوں
میں جو بیان ہوسکتی ہیں ایک عدالت مرافعہ کی
ضرورت ہوتی ہی تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کرے
کہ ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے کسقدر زر
امداد ملنا چاہیے اب ایک دوسری مثال لو جہاں
جہاں کسی غیر ملک کے ساتھ تجارت یا کسی ملکی

معاملہ کے معاہدہ کی تجویز ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس قسم کا اثر سارے ہندوستان پر پڑیگا اور ممکن ہی کہ ایک صوبہ کے اغراض دوسرے صوبے کی خواہشوں کے منافی ہوں۔ غیر سلطنت تو کل ہندوستان کے ساتھ معاملات کو طی کریگی اور لہذا اُسکو اس بات کی ضرورت پڑیگی کہ حکومت اعلیٰ سے بحیثیت سلطنت مراسلت کرے تاکہ جو انتظامات طی پائیں اُنپر قائم رہنے کے لیئے وہ اپنے جملہ حصوں یا صوبوں کو مجبور کرے۔

پھر یہ ضروری ہی کہ ملک کا اندرونی انتظام برابر سلسلہ وار کیا جاے۔ اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ ہر صوبہ کے طرز تعلیم کی ایک جماعت جانچ کرے اور مختلف ملکی محکموں کی کارروائیاں ایک عام قاعدہ سے متحد کیجائیں ان جملہ معاملات میں لوکل گورنمنٹیں جنکو اپنے ہی اضلاع کے حالات معلوم ہوتے ہیں عام تصفیہ کی لیاقت نہیں رکھتیں حکومت اعلیٰ بالا رو رعایت ایسے معاملات کو جو کسی قوم یا صوبے سے تعلق رکھتے ہوں بوجہ احسن رفع کرسکتی ہی۔

۵۶ - گورنمنٹ ہند - چنانچہ علاوہ لوکل گورنمنٹوں



کلکتہ کا گورنمنٹ ہوس

کے ایک اور جماعت ہی جسکو گورنمنٹ ہند کہتے ہیں۔
اسکے پریسیڈنٹ حضور وایسرائے گورنر جنرل
ہوتے ہیں جو پانچ برس تک اس منصب اعلی
کا کام انجام دینے کے لیئے انگلستان سے بھیجے
جاتے ہیں انکی مدد کے لیئے ایک کونسل (مجلس)
ہوتی ہی جسکے ارکان صاحبان ذیل ہوتے ہیں۔
کمانڈر انچیف رسپہ سالار کل قشون ہند) مشیر قانون
جو قوانین میں کمال دست رس رکھتے ہیں قانونی
مجلس کے افسر ہوتے ہیں۔ سکرٹری صیغۂ مال
اور تین اور صاحب جنمیں سے ایک کے متعلق
ہوم اور رونیو ڈپارٹمنٹ (صیغہ مالگذاری و معاملات
متعلق بہ انگلستان) دوسرے کے متعلق سررشتہ
تعمیرات اور تیسرے کے سپروٹینڈری ڈپارٹمنٹ
(محکمہ جنگ) ہوتا ہے ان چھو محکمات مذکورۂ بالا
کے سیکرٹریوں کی ماتحتی میں بڑے بڑے دفتر
ہیں جنمیں فارن ڈپارٹمنٹ یعنی محکمہ امورات خارجہ
کو بھی شامل کرنا چاہیے جسکا کام کبھی کبھی حضور
وایسرائے خود انجام دیتے ہیں۔ جسطرح سے لوکل
گورنمنٹوں میں قوانین و قواعد بنانے کے لیئے
مجلس قانونی ہوتی ہی اسی طرح حضور وایسرائے

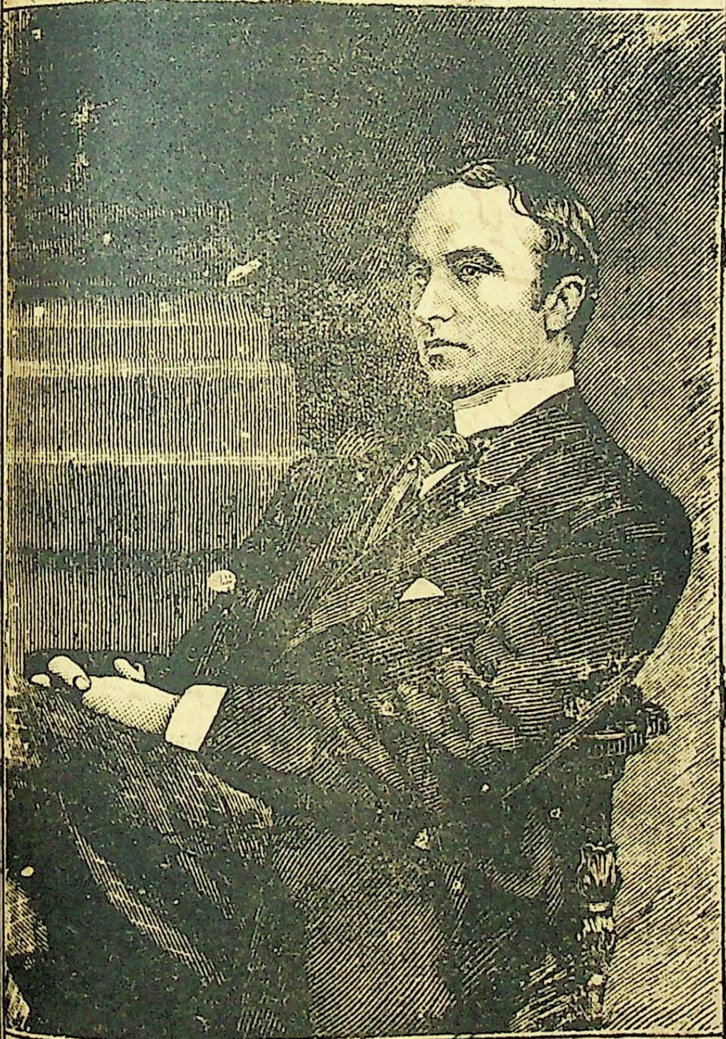
بھی ایک کونسل رکھتے ہیں جسکے ممبر اُنکے ساتھی حکام اعلیٰ ہوتے ہیں - پس یہ سنٹرل گورنمنٹ (مرکز حکومت) کی صورت ہی اور اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کا قیام کہاں رہتا ہی اور کون کون سے کام یہ انجام دیتی ہی اور اسپر کسکا دباؤ ہی -

۵۷ - صوبوں کی دارالحکومتیں - اس بات پر بہت کچھ بحث ہو چکی ہی کہ ہند کی دارالسلطنت کے لیئے سب سے بہتر کون سا مقام ہے اس کا صحیح تصفیہ کرنے کے واسطے یہ بات ضروری ہی کہ لوگ اپنے دلوں سے وہ بیجا خیالات جو صوبوں کی دارالحکومتوں کے نسبت پیدا ہوتے ہیں دور کردیں - لوکل گورنمنٹ اور سنٹرل گورنمنٹ کے فرائض بالکل جداگانہ ہیں - لوکل گورنمنٹ کا کام معاملات کو سرانجام دینا ہی اور سنٹرل گورنمنٹ کا دست بالا اُنکے انتظاموں کو منضبط رکھتا ہی - بہرصورت لوگوں کی رائے دارالحکومتوں کی نسبت ان مختلف حقیقتوں پر مبنی ہونا چاہیے - پس ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ لوکل گورنمنٹیں کہاں قائم ہوئیں - یہ تو یاد ہوگا کہ شاہنشاہ اکبر نے اپنے

صوبوں کو اُنکے خاص خاص شہروں کے نام سے شہرت دی تھی - انگریزی گورنمنٹ نے بھی بمبئی اور مدراس کی نسبت وہی طریقہ اختیار کیا ہی مگر زیادہ تر اسکے صوبوں کے نام کسی جغرافیہ یا قوم کی تفریق کی وجہ سے شہروں کے ناموں پر ترجیح دیکر رکھے گئے ہیں غالباً اس تبدیلی کی دو وجہیں ہیں - مغلوں کے عہد سلطنت میں اُس شہر کو رونق اور عزت بخشنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا تھا جہاں بادشاہ سکونت پذیر ہوتا تھا - برخلاف اسکے برٹش گورنمنٹ اپنی کل آمدنی سڑکوں اور ریلوں کی ترقی و آبپاشی وغیرہ کی تدبیریں صرف کرتی ہی - جس سے کسی شہر ہی کو نفع نہیں پہونچتا بلکہ ایک صوبہ مستفید ہوتا ہی - دوسری وجہ سلطنت کو ملکی یا انتظامی حصوں میں تقسیم کرتے وقت خاص خاص شہروں کا خیال نکرنے کی یہ ہی کہ شہر بنتے بگڑتے رہتے ہیں - زمانہ قدیم کے سب سے مشہور شہر جیسے بیجاپور - وجے نگر - اُجین بہت دن ہوئے مٹ گئے اور دیگر شہروں نے جو تجارت و سوداگری یا حفاظت کے لحاظ سے زیادہ موقعہ کے تھے اُنکی جگہ لے لی -

کسی وقت انکی بھی یہ حالت باقی نہ رہے گی۔
مگر باوجود اسکے کہ برٹش انڈیا کے صوبہ اسکے
خاص خاص شہروں کے نام سے مشہور نہیں
تاہم ہر لوکل گورنمنٹ یا صوبہ میں ایک ایک شہر
اسکا مرکز یا دارالحکومت تسلیم کیا گیا ہی جہاں سے
اُس لوکل گورنمنٹ کو اپنے صوبہ کے باشندوں
کی حیات اور اُنکے خیالات کے ساتھ کمال
اتصال رہتا ہی ان شہروں یا بلدوں میں خاص
خاص عدالتیں ہوتی ہیں۔ صوبہ کی گورنمنٹ کے
وفاتر اور اُن تاجروں کے مکانات اور کوٹھیاں
ہوتی ہیں جو تجارت حرفت اور لین دین کیا کرتی
ہیں اور جنکی صوبہ بھر کو از بس ضرورت رہتی
ہی یہ شہر صوبوں کے دارالحکومت یا ہیڈ کوارٹر
کہلاتے ہیں۔ وہ صوبہ کے لوگوں کے طرز معیشت
اور جسمانی و روحانی حرکات کے مرکز تصور کیے
جاتے ہیں جو اس غرض سے منتخب کیے گئے
ہیں کہ حاکم و محکوم ایک دوسرے سے قریب
قریب رہیں ✣
۵۸۔ شملہ۔ برخلاف اسکے سپریم گورنمنٹ کو جسے
ایسے ایسے قومی تعلقات سپرد ہوں جنکا ابھی

ذکر ہو چکا ہے لوکل گورنمنٹ کی طرح دار الحکومت میں



لارڈ کرزن

قیام پذیر رہنے کی حاجت نہیں - جملہ ذی اختیار

حکام صوبہ کے گورنر کے ماتحت ہوتے ہیں۔ یہ
گورنر صوبہ حقوق کے ذمے دار اور محافظ ہوتے
ہیں اُنکو اپنے اضلاع کے حکام اور اپنی رعایا
کی عام رائے ظاہر کرنے والوں سے ذاتی واقفیت
اور تعلق ہونا چاہیے لیکن فرمانروائے ہند کو
سلطنت ہند کے جملہ صوبوں کے فرمانرواؤں کو
دباؤ میں رکھنا اور اُنھیں ہدایت کرنا سپرد ہے۔
وایسرائے کو صبر و استقلال کے ساتھ بہت سے
مشکل مسئلہ جانچنا پڑتے ہیں جنمیں وقت اور
دماغ کی ضرورت ہوتی ہی اور اُنکو اپنے صلاح
کاروں کی رائے صائب کی حاجت پڑتی ہے۔
انکو اپنی حکمت عملی کی پختگی اور آئندہ سال کے
دستورالعمل کی درستی کے لیے ملکی دفاتر کے پورے
ارکان سے رائے لینے کی بھی ضرورت پڑتی
ہی اسوجہ سے یہ بات قرین مصلحت معلوم
ہوئی کہ سپریم گورنمنٹ پورا سال کلکتہ میں قیام
نہ کرے بلکہ چند مہینہ کوہ ہمالہ کے اُس ڈھالوین
حصہ میں جہاں کی خوشگوار آب و ہوا کی وجہ
سے دفتر کا کام زیادہ تر ہوسکتا ہی بسر کریں
یہاں سے ایک ہی صوبہ کے معاملات نہیں

بلکہ جملہ صوبوں کی کارروائیوں کی نگرانی ہوسکتی
ہی۔ بعض لوگوں کی راے ہی کہ وایسراے کو
پہاڑ سے اترنے کے بعد ہمیشہ ایک ہی شہر
یعنی کلکتہ کو نہ جانا چاہیے بلکہ باری باری ہر
صوبہ میں تشریف لیجانا مناسب ہی تا کہ اس
طریقہ سے چند برس کے زمانہ میں انھیں سب
صوبوں سے برابر موانست ہوجاے۔ پس اس
تجویز کے خلاف ایک ہی عذر ہوسکتا ہے کہ
کہ تعمیرات میں اور شاہی دفاتر کے لیجانے
میں صرفہ کثیر ہوگا۔ شاید اب جو انتظام ہی اگر
گورنمنٹ ہند کے فرائض کا خیال کیا جائے تو
بہیئت مجموعی نہایت فائدہ اور کفایت شعاری
پر مبنی ہے۔

۵۹۔ شاہی فرائض۔ سپریم گورنمنٹ کے کام
یا تو اصلی ہوتے ہیں یا مرافعہ کے متعلق۔
بعض معاملات میں وہ ہدایت اور رہنمائی کرتی
ہی اور بعض اوقات لوکل گورنمنٹوں کی افعال
کی اصلاح فرماتی ہی سپریم گورنمنٹ کے اپنے
احکام امور ذیل سے تعلق رکھتے ہیں۔
۱۔ بیرونی تعلقات مشتمل بر جنگ۔ معاہدات۔ و

امورات سفارت -
۲-امور متعلق بہ افواج و سپاہ بحری
۳-قیصری آئین کا بنانا -
۴-عام محصولوں کا قائم کرنا -
۵-امور متعلق بہ سکجات و دُیون
۶-ڈاکخانہ -تار گھر اور ریل کی سڑکیں -
۷-ترک وطن یعنی مہاجرت از ہند -
۸-ابواب معدنیات -

سپریم گورنمنٹ کل انتظامات وضع قوانین و اخراجات لوکل گورنمنٹوں وغیرہ کے متعلق مرافعات کو سنتی ہی -جن فریقوں یا جماعتوں کو صوبہ کے حکام کے ہاتھ سے تکلیف پہونچے وہ اپنی داد رسی کے لیئے گورنمنٹ ہند کے حضور میں اُن قواعد کی پابندی سے جو عرائض بھیجنے کے متعلق عوام الناس کی ہدایت کے لیے مشتہر کردئے گیئے ہیں اپنی عرض و معروض کر سکتے ہیں -بلکہ ان اپیلوں سے بالکل علیحدہ گورنر جنرل کو پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے رو سے اپنے قلمرو کی جملہ حکومتوں کی ملکی یا فوجی کارروائیون کے معائنہ کرنے -اُنپر دباؤ ڈالنے اور اُنھیں ہدایت کرنے کا

اختیار حاصل ہی خصوصاً بعض بعض باتیں پارلیمنٹ
ہند کے واضعان قوانین نے سپریم گورنمنٹ کی
تعمیل کے لیئے صراحتہً اُٹھا رکھی ہیں پس انھیں
قوانین کا جس سے کسی جگہ کے حکام ذی اختیار
اپنے اختیارات کو کام میں لانے کے مجاز
ہوتے ہیں بعض صورتوں میں یہ منشا ہوتا ہے
کہ حکّام مذکور بلا منظوری سپریم گورنمنٹ اپنے
قانونی اختیارات کو عمل میں نہیں لا سکتے۔
۶۰۔ قیصری کاموں کا وسیع سلسلہ۔ کبھی کبھی
یہ شکایت سُننے میں آتی ہی کہ گورنمنٹ ہند حد
سے زیادہ اپنے اختیارات کو کام میں لاتی ہی
اور اس سے صوبہ کے حکام ذی اختیار کے
اقتدار میں ضعف آتا ہی پس جن لوگوں کو یہ
اندیشہ ہوتا ہی انھیں وہ وجوہ جنکی بنا پر کار مذکور
تقسیم کیا گیا ہی یاد رکھنا چاہیے۔ ہند کی سرحد
ملک عرب سے لیکر دریاے میکانگ تک پھیلی
ہوئی ہی بلکہ افریقہ کے شمالی کنارہ پر ابی سینیا سے
ملصق ہی۔ پچھم کے بعض بعض طاقتور بادشاہوں
کے ملک ہندوستان یا اُسکے ممالک مستحفظہ سے
متصل ہیں جیسے روس فرانس یا ٹرکی۔ سلطنت

چین و ایران و افغانستان ہند کے قریبی ہمسایہ ہیں۔ ان سلطنتوں اور ریاستوں کے ساتھ انگریزی اور ہندوستانی تعلقات کا برتاو ایک امر دشوار ہی جسکو اکثر خطرات دو چار رہتے ہیں۔ یہ ہندوستان کی حکومت اعلیٰ ہی کا کام ہی کہ ممالک غیر کے ساتھ برتاؤ کی حکمت عملی اپنے ہاتھ میں رکھے اور یہ بھی اسقدر ضروری بات ہی کہ جو حکومت کسی حکمت عملی کو قائم کری وہ اسکے عمل میں لانے پر قادر ہو اور اسکی تعمیل و تحفظ کی جملہ تدابیر و وسائل اپنے قبضہ قدرت میں رکھتی ہو۔ ممکن ہی کہ ہندوستان کی بحری اور برّی دونوں قوتوں سے کام لینا پڑے پس امن و امان کے زمانہ میں اسلحہ۔ سامان جنگ و آلات جنگی کا بقدر کفایت طیار اور موجود رہنا فرائض میں سے ہی۔ جنگ کے پیشتر مرکز حکومت ہی سے احکام کے نافذ ہونے پر انکی تعمیل میں دیر اور ابتری نہیں ہوتی۔ قوانین کے بنانے اور محصولوں کے لگانے کی نسبت بھی اس قسم کے خیالات کی ضرورت ہی کوئی ایسا قانون نہیں جو کسی صوبہ کے مقنن

نافذ کریں اور گورنر جنرل کی مجلس واضعان آئین
نافذ نہ کرسکتی ہو بلکہ اس مجلس کا کام اون
قوانین کو بناتا ہی جنھیں مرکز حکومت سے تعلق
ہی۔ قوانین مال یا وہ آئین جنکا نفاذ ہندوستان
کے جملہ صوبوں پر ہوتا ہی جیسے ضوابط عدالت۔
اکٹ جیلخانہ اور بعض حالتوں میں وہ قوانین
جنمیں تجربہ کے لیے قواعد جدید مندرج ہوتے
ہیں جیسے دکھن رلیف اکٹ (دکھنوں کی راحت
رسانی کا قانون) شاہی مقنن نافذ فرماتے ہیں۔
یہ لوگ اُن صوبوں کے واسطے بھی قوانین وضع
کرتے ہیں جنمیں وضع آئین کے لیے مجالس
نہیں ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ کے جملہ اراکین کا
دار و مدار محاصل کی آمدنی پر ہے لہذا سپریم
گورنمنٹ اُنکے طریقوں اور دلیلوں کو اپنے اختیار
میں رکھتی ہی۔ وہ اپنی سلطنت میں محصول لگانے
کے لیے قانونی اختیارات گورنروں کو دیدیتی ہی
اور مختلف صوبوں کے مصارف کے لیے اُس
آمدنی کا ایک حصہ مقرر فرما دیتی ہی۔ وہ بجٹ
یعنی ملک کے سالانہ اخراجات کا تخمینہ طیار
کرتی ہی اور ماہ باہ حساب کی جانچ فرماتی ہے

تاکہ اگر تخفیف کی ضرورت معلوم ہو تو ان اخراجات
میں کمی کرے اور اسطرح سے سلطنت کی تمول کو
پختگی بخشتی ہی۔ کوئی لوکل یا پراونشل گورنر کسی
قسم کا قرض بغیر اسکی منظوری کے نہیں لیسکتا۔
سکوں کا مشکل معاملہ اس سے تعلق رکھتا ہی۔
وہ شاہی محکموں کا جیسے ڈاک۔ تار اور ریل
جو ہندوستان کے جملہ حصوں میں جاری ہیں
کفایت شعاری کے ساتھ خاص و عام کی
حفاظت اور آسایش کے لئے انتظام فرماتی ہی۔
الغرض وہ ہر صوبہ کے ایسے امور کا انتظام
کرتی ہی جو لوکل سلطنت کے علم اور حالات پر
مبنی ہوں اور جس صورت میں لوکل گورنمنٹیں
ضلع کے ایسے حکام سے جو اُنکے ماتحت نہیں
دریافت طلب باتیں معلوم نہ کرسکتی ہوں۔ پس
سپریم گورنمنٹ راہ تجارت کی نگراں رہتی ہے۔
وہ ہندوستان کے اندرونی اور بیرونی مقاموں سے
آندھی طوفان اور بارش کے نقشہ اور حالات
فراہم کرتی ہی۔ اُن شرائط کو مقرر فرماتی ہے
جنکے مطابق معاون یعنی کھانوں کا معائنہ
کیا جاتا ہی اور اُنمیں کام ہوتا ہی قصہ مختصر

سلطنت ہند کا کار و بار جو ایک کارخانہ تجارت کے مانند ہی کچھ تو اپنے صدر مقاموں میں انجام پاتا ہی اور کچھ مفصلات میں۔ اصول کے متعلق امور اور وہ باتیں جنکو جملہ فروعات سے تعلق ہی مرکز حکومت میں سپریم گورنمنٹ طے فرماتی ہے۔

۱۶۱- صوبوں کے معاہدہ یا ٹھیکے۔ شاہی فرائض مذکورۂ بالاکی ذیل میں تمام محصولوں کی تشخیص کا ذکر ہوا ہی جسکی کچھ کیفیت لکھنا ضرور ہی۔ اگر ان تیرہ صوبوں کو اپنے لئے سرمایہ بہم پہونچانے کے واسطے ایسے محصول لگانے کی اجازت دیدیجاوے جنکو وہ مناسب سمجھتے ہوں تو یقیناً جملہ صوبوں میں مساوات نہوگی اور لوگوں کو شکایت کا موقعہ ملیگا۔ لہذا یہ بات سپریم گورنمنٹ طے فرماتی ہی کہ کون کون سے محصول لگائے جائینگے۔ پس جو سرمایہ ان محصولوں سے جمع ہوتا ہی اُسکو سپریم گورنمنٹ ان صوبوں کو تقسیم کردیتی ہی۔ لارڈ میو کے منصب وایسرائے پر مقرر ہونے کے پیشتر لوکل گورنمنٹوں کو ہر سال اپنے انتظامات کے لیئے اسقدر بضاعت ملجایا کرتی تھی جتنی

گورنمنٹ ہند کی رائے میں مناسب معلوم ہوتی
تھی اور اگر اُنکو اور زیادہ سرمایہ کی ضرورت
ہوتی تھی تو مانگنا پڑتا تھا۔ یہ بات کہ جو وہ مانگتی
تھیں انھیں ملجاتا تھا یا نہیں۔ خزانہ کی حالت اور
دیگر صوبوں کے حقوق یا خوش قسمتی پر موقوف
تھی۔ لوکل گورنمنٹیں سپریم گورنمنٹ کے لئے محصول
اور مالگذاریاں تحصیلتی تھیں۔ ان محصولوں کی
توسیع میں ان لوکل گورنمنٹوں کا کوئی ذاتی نفع
نہ تھا پس جبتک اُنکی ضرورتیں رفع ہوتی رہتی
تھیں اُنکو جز رسی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لارڈ
میو نے یہ طریقہ نکالا جسکو اُنکے بعد کے گورنر
جنرلوں نے ترقی دی پس حال کا انتظام اسطرح
پر ہی کہ لوکل گورنمنٹوں کے ساتھ چند برسوں کے
لیئے معاہدہ اور بندوبست کیئے جاتے ہیں۔ اُنکو
مالگذاری۔ جنگل۔ اسٹامپ آبکاری۔ ٹیکس و دیگر
ابواب آمدنی کا ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ اس
صورت میں اُنھیں مالگذاری اور محصولوں کی تحصیل
و وصول سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور
سرکاری خزانہ جسکو ایک حصہ ملتا ہی ان صوبوں
کی کامیابی سے نفع اُٹھاتا ہی ساتھ ہی اسکے

بعض بعض محکموں کے کلی یا جزوی اخراجات
کے لیئے یہ صوبہ ذمہ دار کیئے جاتے ہیں
لہذا وہ کفایت شعاری سے بھی فائدہ اُٹھاتے
ہیں - ان صوبوں کے گورنروں کو ان وجہوں
سے اپنے صوبوں کی مالگذاریوں کی ترقی
دینے اور اُنکے تحصیل و وصول و دیگر انتظامات
کے متعلق اخراجات کو حتی الامکان گھٹانے
کی رغبت ہوتی ہی کیونکہ اس چوکسی اور کفایت
شعاری سے اُنھیں کو نفع پہونچتا ہے پس
جو کچھ اُنھیں حاصل یا پس انداز ہوتا ہی تعمیرات
یا دیگر ملکی ضرورتوں میں جنسے خاص اُنھیں
کے صوبوں کے باشندوں کو نفع پہونچتا ہے
وہ صرف کر سکتے ہیں - ان صوبوں کو کچھ سرمائے
دیدیے جاتے ہیں اور وہ اپنی بضاعت اپنی
تجویز سے جن کاموں میں چاہیں صرف کر سکتے
ہیں - سپریم گورنمنٹ ان معاہدوں اور بندوبستوں
کی بنا پر مختلف صوبوں کے مشترکہ حقوق کو
جو وہ پیش کیا کرتے تھے طی کرنے سے سبکدوش
ہوگئی - یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے
کہ جملہ صوبوں کے لیئے ان عطیوں کے تجویز

کرنے کے واسطے ایک بے غرض انصاف کرنیوالا چاہیے اور اس کام کے لیئے بغیر سپریم گورنمنٹ کے چارہ نہیں۔

۶۲- محکمجات - بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند حکومت محکمجات ہی اور لہذا اُسکو دفتر والوں کی حکومت کہنا مناسب ہی۔ یہ بدیہی بات ہی کہ انتظام کی عظیم الشان کل بغیر متعدد پہیوں کے جنمیں سے ہر ایک بجائے خود ایک کام کرتا ہی چل نہیں سکتی گو یہ سب پہیے ایک خاص پہیے کو جنبش دینے سے حرکت کرتے ہیں۔ ہر کار عظیم کو انجام دینے کے لیئے محنت کا تقسیم کردینا ضروری ہے کیونکہ شعور اور تجربہ اسی میں حاصل ہوتا ہی کہ کسی کام کے مختلف حصہ مختلف لوگوں کو سپرد کیئے جائیں جنکو اسطرح پر کام کرنے سے اپنے کار متعلقہ میں پوری پوری مہارت حاصل ہوجاتی ہی۔ دیسی ریاستوں میں مدارالمہام یعنی دیوان ریاست ہر محکمہ میں دخل رکھتے ہیں۔ وہی قوانین بناتے ہیں اور وہی انکو نافذ کرتے ہیں۔ ریاست کے کسی حصہ میں

جو کچھ ہوتا ہے وہ یا تو ان مدارالمہاموں کی
اپنی تجویز سے ہوتا ہی یا اُنکے آقا کی مرضی سے
مگر برٹش انڈیا میں گورنر جنرل یا گورنر مع اپنی
کونسلوں کی فرمانروائی کرتے ہیں - مختلف صیغوں کے
کام ممبران کونسل میں منقسم ہوتے ہیں اور ہر
صیغہ کے امور اہم کل ممبران کونسل کے مباحثہ
اور تصفیہ پر موقوف رہتے ہیں جو صوبہ لفٹنٹ
گورنر یا چیف کمشنروں کے زیر حکومت ہیں اور
اُنمیں بورڈ آف کونسل یعنی مجلس شوره نہیں تو
ہر ہر صیغہ کے سکرٹری کی رائے سے کام
لیا جاتا ہی سلطنت ہند کے ہر صوبہ میں انھیں
محکموں کے متعلق کام کیا جاتا ہی جنکو سپریم
گورنمنٹ نے منظور فرمایا ہی گو بعض اوقات
تخفیف مصارف کے لحاظ سے دو تین کام
ایک ہی سکرٹری کے متعلق کرنے کی ضرورت
پڑتی ہی - گورنمنٹ ہند کے سکرٹریوں کے عہده
سات محکموں میں منقسم ہیں اول محکمۂ جنگ
جسمیں بحری فوج بھی شامل ہی دوسرا محکمہ مال
جسمیں محض مالگذاری ہی نہیں بلکہ ڈاک - تار
اور افیون کی آمدنیاں - محصول پرمٹ اور نمک

کی آمدنی - سکہ اور ٹکسالوں کے منافع - تجارت اور
لین دین کے محاصل شامل ہیں تیسرا فارن
ڈپارٹمنٹ اسکا کام ہندوستان کے متعلق غیر سلطنتوں
اور ہند کی دیسی ریاستوں سے مراسلت کرنا ہے
اسی کے مانند لوکل گورنمنٹوں میں ایک محکمہ ہوتا
ہی جسکو پولیٹکل کہتے ہیں - چوتھا محکمہ وضع قوانین
اسکے متعلق قوانین و قواعد کا تجویز کرنا اور نیز
دیگر محکمجات کو قانونی ہدایت کرنا ہی - پانچویں ہوم
ڈپارٹمنٹ اسکے تعلقات کا سلسلہ بہت طولانی ہی -
اسکے متعلق سررشتۂ تعلیم - شفا خانہ - محکمۂ صفائی -
امورات عدالتی و کلیسائی - پولیس - جیلخانہ اور میونسپلٹیاں
ہیں چھٹاں محکمۂ مالگذاری و لگان - اسکے متعلق
لگان - علمی تجربہ - محکمہ بندوبست - جنگل - تحفظ حقوق
ایجاد - حوادث سماوی کی عاقبت اندیشیاں - عجائب
خانہ اور نمائشیں ہیں اور عندالضرورت اس محکمہ
کو قحط زدوں کے انتظام پر دباو ڈالنا پڑتا ہے -
ساتواں پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ یعنی محکمہ تعمیرات
اسکے متعلق سڑکیں عمارتیں ریلیں اور محکمہ آبپاشی
ہی - گورنمنٹ ہند کے بے انتہا فرائض اور ذمہ
داریوں کے اس مختصر حال سے یہ بات معلوم

ہوجائیگی کہ ان سب فرائض اور ذمہ داریوں کو مختلف محکموں کے سپرد کرنے کی کیسی سمجھ ضرورت ہی۔ اسکے بعد ہمیں اُس توسط کا خیال کرنا ہی جو ہندوستان کی سپریم گورنمنٹ پر سلطنت انگلشیہ کے مرکز سے دباؤ ڈالتا ہی۔

۶۳۔ سکرٹری آف اسٹیٹ ہند۔ گو گورنمنٹ ہند ہندوستان میں حکومت اعلیٰ ہی تاہم اسپر بیرونی بہت کچھ دباؤ پڑتا ہی۔ ۱۸۵۸ء میں گریٹ برٹین و آیرلنڈ کی پارلیمنٹ سے ایک اکٹ بہتر حکومت ہند کے بابت نافذ ہوا تھا جسکے رو سے حضور ملکہ معظمہ کے ایک خاص سکرٹری آف اسٹیٹ کو ایسٹ انڈیا کمپنی اور کورٹ آف ڈائرکٹرز کے اختیارات دیدیئے گئے اور ایک کونسل قائم کی گئی تاکہ سکرٹری موصوف کو فرائض منصبی کی تعمیل میں مدد دے۔ ملازمت۔ حمایت۔ معاہدات و جائداد کے متعلق سکرٹری آف اسٹیٹ اور انکی کونسل کو پورا پورا اختیار دیا گیا اور اس اکٹ میں یہ بھی مندرج کیا گیا کہ ہندوستان کے محاصل کا ہند میں یا اور مقاموں میں صرف کرنے کا اختیار سکرٹری موصوف کو

حاصل ہی - اسطرح پر خزانہ کے اعلےٰ اختیارات
کیبنٹ منسٹر یعنی وزیر مشیر سلطنت کے قبضۂ قدرت
میں ہیں جسکو ممبران کونسل کی کثرت رائے
پر عمل کرنا پڑتا ہی لیکن سکریٹری موصوف
ہندوستان کے خزانہ کی کیفیت ہر سال پارلیمنٹ
میں پیش کرتے ہیں اور مفصل رپورٹوں کی
مدد سے ایک اور نقشہ طیار فرماتے ہیں جس
سے ہندوستان کے ہر صوبہ کی اخلاقی اور
مادی ترقیاں اور حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس
اسوجہ سے تمام انتظامات انکی نگاہ سے گذرتے
ہیں - اگر کوئی حکم ہندوستان میں ملکہ معظمہ کی
افواج کو واقعی جنگ شروع کرنے کا بھیجا
جاتا ہی تو اس قسم کے حکم پہونچنے کی اطلاع
پارلیمنٹ کو کردینا لابدی ہی - ہندوستان میں ملکہ
معظمہ کی قلمرو پر اصلی حملوں کے روکنے یا
دفع کرنے کے علاوہ ہندوستان کا خزانہ ایسے
جنگی کاموں میں جو ہند کے قلمرو کی حدود
کے باہر ہوں بلا منظوری پارلیمنٹ کی ہوس
آف کامنز اور ہوس آف لارڈز کے صرف
نہیں کیا جاسکتا - جملہ قوانین اور ضوابط کی جو

ہندوستان کی کونسلیں وضع کرتی ہیں اور جناب
وائسرائے منظور فرماتے ہیں سکرٹری آف اسٹیٹ
اور اُنکی کونسل کو اطلاع کیجاتی ہے اور حضور
ملکہ معظمہ اپنی عدم منظوری ان قوانین و ضوابط
کے نسبت سکرٹری آف اسٹیٹ کی وساطت سے
ظاہر کرسکتی ہیں - یہ بڑے بڑے اختیارات ملکہ
معظمہ یا سکرٹری آف اسٹیٹ کے اقتدار کو
زائل نہیں کرتے - وہ ہندوستان کے ہر افسر
کو مع گورنر جنرل کے کسی امر کا حکم دیسکتے
ہیں اور جس سرکاری ملازم کو چاہیں ملازمت
سے برطرف کرسکتے ہیں - وہی ملکہ معظمہ قیصر ہند
کو وائسرای - گورنران مدراس و بمبئی اور اُنکی
کونسلوں کے ممبروں - ہائی کورٹ کے ججوں اور
چند دیگر اعلےٰ افسروں کی تقرری کی نسبت رای
دیتے ہیں - سکرٹری آف اسٹیٹ اور اُنکی کونسل
کے ممبر ملکی عہدوں کی تقسیم کے قواعد اور
کمشنران سول سروس کی رائے سے امیدواران
سول سروس کے ضوابط بناتے ہیں - اس
مقام پر سکرٹری آف اسٹیٹ کے اعلیٰ اختیارات
کو تفصیل بیان کرنا فضول ہی لیکن یہ خیال

رکھنا چاہیے کہ وہ اُن ارا کین سلطنت میں ہیں
جو ممالک متحدہ گریٹ برٹین و آیر لینڈ پر حکمرانی
کرتے ہیں اور یہی سکرٹری آف اسٹیٹ پارلیمنٹ
میں ہندوستان کی بُرائی و بھلائی کے ذمہ دار
ہیں اور اسی طرح ملکہ معظمہ نے دیگر ممالک اور
علاقجات کے بھی۔ پس اُن جملہ مزاحمتوں سے
جو ممالک متحدہ مذکورہ کے اصول و قوانین
اور وہاں کے لوگوں کی عام رائیں اور اخبارات
کرتے ہیں ہندوستان کے انتظامات پر اثر پڑتا
ہے اور اُنسے ہندوستان کے ذی اختیار حکاموں
کو اپنے اختیارات ناجائز طور پر عمل میں لانے
کا موقعہ نہیں ملتا۔

باب ہفتم

ہندوستان کی آبادی

۶۴-اقسام اقوام-کسی ملک کی قوت بہیئت مجموعی شخص واحد کی طاقت کی طرح اُسکے گوناگوں باشندوں کے اوصاف پر موقوف ہی انسان کا رتبہ جملہ مخلوقات میں اس وجہ سے اعلیٰ ہی کہ اُسکو اپنی حفاظت اور ترقی کے لئے معقول دماغی اور جسمانی قوتیں عطا ہوئی ہیں اسی طرح وہی قومیں اقبال مند ہوتی ہیں جو اپنے ایسے سرمایہ کو کہ کاتب قدرت نے انھیں عطا فرمایا ہے بوجہ احسن استعمال کرسکتی ہیں-یہ بات تواریخ سے ثابت ہی کہ انسان کی مختلف اقوام خاص خاص صفتیں اور قابلیتیں رکھتی ہیں بعض بعض جنگجوئی میں سبقت لیجاتی ہیں عام اس سے کہ جنگ برّی ہو یا بحری بعض کو آشتی کے ہنروں

میں دستگاہ ہوتی ہی بعض اقوام زراعت گویا تجارت کو پسند کرتی ہیں اور بعض دستکاری یا کان کندنی کو پس سب سے با اقبال وہی جماعت ہی جنمیں انسان کی جملہ کار آمد اقوام شامل ہوں - ملک ہند کو آب و ہوا - عمدہ منظر اور موقعہ کے اعتبار سے بہت کچھ قدرتی فوقیت ہی - اسکے تین طرف سے اسکی حفاظت سمندر کرتا ہی اور شمال میں بلند پہاڑوں کی روکیں ہیں - اسکے سارے مسطح اور پست مقامات کی آب و ہوا میں بہت بڑا فرق ہی اور ان مختلف مقاموں میں انواع و اقسام کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں - اسکے بہت سے دریا جہاز رانی کے قابل ہیں اور اسکے جنگلوں میں لٹھے کثرت سے ہوتے ہیں - اسکی معدنی دولت سونے اور کوئلے کی بہت بڑی ہی - یہ سچ ہی کہ اسکے سرزمین کے زیادہ حصوں میں اگر سالانہ بارش نہو تو پیداوار کی بہت قلت ہوتی ہی مگر یہ ایک ایسی بات ہی جسپر بہترین سلطنت کا کوئی زور نہیں - لیکن اُن دریاؤں سے جنمیں برف پگھل پگھل کر

ہمالہ پہاڑ سے نیچے بہتی ہی اور بہت سے دیگر پاکیزہ مقامات سے جہاں بکثرت پانی اکٹھا ہو رہتا ہی اس قدرتی نقصان کا کسیقدر عوض ہو جاتا ہی اور اس ملک کے صوبوں کی قدرتی حالت ایسی مختلف ہی کہ سارے ہندوستان میں بالکل زراعت کا برباد ہو جانا کبھی سُننے میں نہیں آیا۔ اسکی اٹھائیس کرور ستر لاکھ کی آبادی ایک ایسی تعداد ہی جو حُسن انتظام کی بنا پر اسکی جملہ ضرورتیں پوری کرسکتی ہی۔ نہایت ضروری اور اہم بات اسکی خشکی اور تری کی قدرتی سرحدوں کو بچانا۔ داخلہ ملک میں امن و امان قائم رکھنا۔ اسکی تجارت اور لین دین کو فروغ دینا اور ملکی حسن انتظام ہی۔ ان مقاصد کی تائید کے لیئے اسکے باشندوں کے مختلف اقوام نہایت خوب بنائی گیئں ہیں اور قطع نظر ظاہری اختلاف مذہب اور قومیت کے کوئی حصہ اسکی آبادی کا ایسا نہیں جس سے دوسروں کو نفع پہونچتا نہو یا سب کی بھلائی متصور نہو۔ اس باب میں ان خاص اقوام کے کچھ حالات بیان کیئے جاینگے جنکی نسبت کہا جاتا ہی کہ خدا نے تمکو

ساری عمر کے لیئے ملک ہند عطا فرمایا ہے جو ایک موہبت عظمیٰ ہی۔ یہ وہ سرزمین ہی جو کسی زمانہ میں بھارت ورش یعنی زرخیز زمین کھلاتی تھی یا جسے ملک جمبو دویپ یعنی آسمان سے ٹکر کھانے والے پھلدار مہندی کا ملک کہتے تھے۔ مگر آخر کار ہر ملک کو جیسا اُسکے باشندہ کرڈالتے ہیں ہوجاتا ہی اور ہندوستان نے تو بہت انقلاب دیکھے اور بہت کچھ تکلیفیں اُٹھائیں

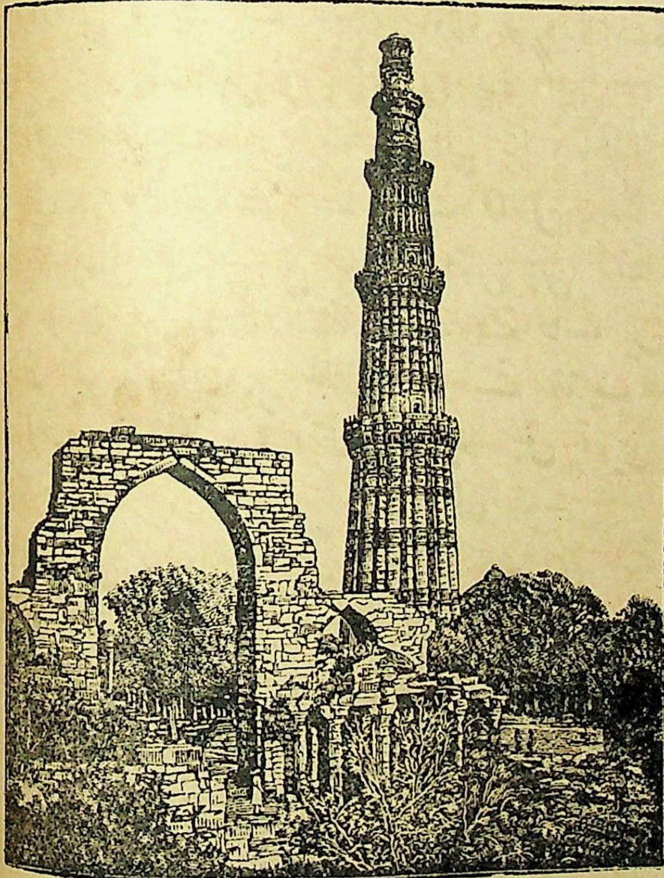
۶۵- ہنود- آبادی کے لحاظ سے ہندوؤں کا درجہ سب سے اعلےٰ ہی۔ محض انکی تعداد بیس کرور اسی لاکھ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس باعث سے کہ پہلے پہل میل و جول کے آداب اور مذہب کے اصول اس ملک میں یہی لوگ لائے جب اس بات پر غور کیا جاتا ہی کہ چھ ہزار برس ہوئے سنسکرت بولنے والے آرین آہستہ آہستہ اپنے گلہ اور غول اُن پہاڑی راہوں سے ملک پنجاب میں جو دریاے انڈس نے کاٹ کاٹ کر بنادی ہیں ہانک لائے تو عقل دنگ ہوجاتی ہی تاہم یہ ہم جانتے ہیں کہ جیوں جیوں یہ آگے بڑھتے گئے یہاں کی اصل

باشندہ پسپا ہوکر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لیتے گئے جہاں اُنکی اولاد ابتک بود و باش رکھتی ہی اور ہموار زمین کے باشندوں سی کوئی لگاؤ نہیں رکھتی - آرین نے برہما ورت میں جو سرستی اور درلیشدوتی کے درمیان واقع ہے سکونت اختیار کی - درلیشدوتی تھانیسر کے قریب ایک ندی ہی اس گھوارہ سے اُنھوں نے اپنی سلطنت تمام ہند میں پھیلائی - مرور ایام سے اور فاتح جیسے ساتھن - پہلوا اور یوانا نے انکی تقلید کی نگران سب نے باری باری سے مفتوح قوم وسیوس کے پہلو میں ہندو طریقہ پر جگہ پائی - اسطح پر ہندوستان میں میل جول کے آداب ذات کے ان اصول پر جنھیں ہندووں نے اپنی صدیوں برتا ہی قائم ہوئے آرین لوگوں نے جو کام ہندوستان میں کیئے تھے اج اُنکی اولاد اُنسے فائدہ اُٹھا رہی ہی - اور مشرق کی کتب مقدسہ جنکو میکس میولر نے ترمیم کر کے چھاپا ہی - مجموعہ قوانین منو - ہند کی زبانین اور پتھروں اور سنگ مرمروں پر بیشمار کندہ اُنکے کاموں کی شہادت دیتے ہیں جو اُنھوں نے

ہندوستان کی نیم مہذب قوموں کو تربیت یافتہ شہریوں کے گروہ بنانے میں کئے ہیں۔ اصلاح اطوار کی قدرت نے جو انکی اولاد کو وراثتہً پہونچی ہی زمانہ حال میں منی پور کے گکھن جو اقوام مغول سے ہیں و سرداران پترا و باشندگان نیپال و دیگر مقامات کے رہنے والوں کے ساتھ جہاں ہندوں کی بیرونی ذاتوں میں اُنکے گرد و نواح کے رہنے والے ملتے جاتے ہیں بہت کچھ کام کیا ہی۔ سلطنت ہند نے تہذیب۔ زراعت۔ آشتی اور انتظام کا پہلا سبق آرین اور اُنکے پیرو ہندوں سے سیکھا ہی۔

۶۶۔ اہل اسلام۔ کسی قوم کی بات بنی رہنے کے لیئے محض غلبہ امن درامان رہی کافی نہیں۔ ہندوستان نے یہ سبق کچھ کھوکر سیکھا ہی۔ ہرگاہ کہ اسکے شمالی خوشنما شہروں کو گوشہ شمال و مغرب کے پہاڑی حملہ آوروں نے لوٹ لیا اور اُنکے مسکین باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ انھیں برکات نے جو آرین کے عہد سلطنت میں ہندوستان کو نصیب ہوئے تھے۔ پٹھان سپاہیوں کی طمع کو از حد اُبھارا اور ہندوں نے دیکھ لیا

کہ ہم مسلمان فاتحوں کو انڈس کے پار نکالدینے کی طاقت بالکل نہیں رکھتے سنہ عیسوی کی



دہلی کا قطب مینار

آٹھویں صدی میں ملک سندھ فاتحوں کا شکار ہوگیا اور ۹۷۶ء میں ہندوستان کے دوسرے

دروازہ پیشاور پر غزنی والوں نے فتح کر کے قبضہ کرلیا۔ سومناتھ کا مقدس مندر ۱۰۲۴ء میں لوٹا گیا اور دہلی کا بد قسمت شہر ۱۱۵۲ء میں مجاہدوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا۔ ہندوستان نے اپنے بہادر فاتحوں کے نذر محض مال غنیمت ہی نہیں کیا بلکہ انکو جاے سکونت بھی دیدی اور تیرھویں صدی سے مسلمانوں کو اپنے تئیں ہندوستانی سمجھنے کا استحقاق حاصل ہوگیا اور اپنے نئے ملک کو خوش اسلوب قطب مینار اور دیگر عالیشان عمارتوں سے آراستہ کرنے لگے انکی فتوح کی موج دکھن تک پہونچی اور ۱۳۴۷ء میں بہمنی خاندان نے جو پانچ اسلامی ریاستوں یعنی احمد نگر۔ بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ ایلچپور اور بیدر کی جڑ تھی اقتدار حاصل کیا۔ اسکے پھر تھوڑے ہی دنوں بعد اس ملک کو پھر یہ بات جتائی گئی کہ اسکی اُترا دتر پچھم کی سرحد ہمیشہ بیرونی چڑھائیوں کے لیے کھلی ہوئی ہی اور یہ کہ ہند کے لوگ اپنی آزادی محض فوجی قوت کے بھروسے قائم رکھ سکتے ہیں۔ جس ملک میں ہندوؤں کو ناکامی ہوئی تھی جب ۱۳۹۸ء میں طوفان

تیموری اثر میں برپا ہوا تو مسلمان بھی اس کے
روکنے کے قابل ثابت نہوئے۔ اکبر نے اپنی
کمال قابلیت سے پھر ایک بار اپنی تمام سلطنت
میں امن و اماں اور نظم و نسق قایم کر دیا۔ جس
سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب آخر کار اس ملک
میں ایک مستحکم سلطنت قائم ہوگئی ہے لیکن پھر
۱۷۳۹ء میں نادر شاہ ایرانی حملہ آور اپنی فوجیں
شمالی صوبوں میں چڑھا لایا اور یہ بات ثابت
ہوگئی کہ آریوں کی تہذیب باوجود ان ترقیوں کے
جو یہاں کی سپہ گری میں مسلمانوں نے کی
تھیں ترو تازہ قومی سرد ملک کے حملہ آوروں
کے مقابلہ میں جنھوں نے قواعد اور فن حرب
کی برابر مشق کی تھی محض بیکار تھی اس ملک
کے امن و اماں کے لیئے اور یہاں کے
باشندوں کے جان و مال کو پڑوس کے حملہ آوروں
سے بچانے کے لیئے کسی اور چیز کی بھی ضرورت
تھی۔ مگر ان واقعات سے جنکا ابھی ہم نے کچھ
مجمل ذکر کیا ہے ہندوستان کی آبادی کی قوت میں
کم سے کم ایک بہت ضروری عنصر بڑھا دیا ہے
کیونکہ باوجود اسکے کہ ہندوں کی تعداد جملہ دیگر

اقوام سے اس ملک میں زیادہ ہی تاہم مسلمانوں کی پانچ کرور ستر لاکھ سے زیادہ آبادی ہندوستان کی حفاظت اور مدد کو موجود ہی۔

۶۷۔ پارسی۔ بالفعل یہ بات بیان کیجاے گی کہ دنیا کے کس حصّہ سے ملک ہند نے اس زمانہ میں بھی برّی اور بحری حفاظت کے وسائل جو اسکی محافظت اور ترقی کے لیئے ضروری ہیں حاصل کیئے مگر اسکے قبل ہمکو سلطنت ہند کے ایک مختصر مگر نہایت مفید حصہ کی نسبت جو نوے ہزار پارسیوں کے تمول سے پیدا ہوا ہی کچھ بیان کرنا چاہیے۔ ہندؤں نے سلسلۂ تجارت اپنے قانون ذات کے لحاظ سے مرتب کیا تھا۔ مگر یہ تجارت جسکا اُنھوں نے انتظام کیا تھا ہند کی اندرونی تجارت تھی یا کسی خاص جگہ کے متعلق تھی۔ اُس الوالعزمی کے جوش نے جسکی وجہ سے انسان غیر ملکوں کے ساتھ سلسلۂ تجارت کو وسیع کرنے کے لیئے دکانوں اور بازاروں کی تلاش میں سمندروں کو عبور کرتا ہی ہندو بالکل نابلد تھے اور مسلمان بھی جو اپنی تلواریں ہند میں لائے اس ضرورت کے رفع

کرنے کے قابل نہ تھے انکو جنگ اور اُسکے
درشت طریقوں کے سوا سلامت روی سے تجارت
کرنے کا سلیقہ نہ تھا۔ لیکن تواریخ سے یہ بات
ثابت ہی کہ کوئی ملک مرفہ الحال نہیں ہوسکتا جو
دیگر ممالک سے معاملت نہیں رکھتا اور اپنی
پیداوار اُن ملکوں کے مال و متاع سے تبدیل
نہیں کرتا۔ جوّاد مطلق نے دنیا میں اپنی گوناگوں
نعمتیں تقسیم فرمائی ہیں اور ایک ملک کی نعمت
کی قدر و قیمت دوسرے ملک کی حاجت و
ضرورت پر مبنی ہی۔ وہ لٹھے جو ہندوستان کے
جنگلوں میں پڑے پڑے اتبک سڑ گل گئے
ہوتے ایسے ملکوں کے جہاز بنانے کے کام
میں آئے جو ہندوستان کے ساحل سے ہزارہا
میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور زمانۂ حال میں
ہند کے لوگ اپنے اوڑھنے پہننے کے کپڑے
اس ملک میں خرید نے سے پچھم میں بہت ہی
ارزاں پاتے ہیں۔ لوہے اور اسپات کے
بابت جو لوگوں کی آرام و آسایش کے واسطے
نہایت ضروری چیز ہی ملک ہند اتبک غیر ملکوں
کا محتاج ہی۔ الوالعزمی کا وہ جوش جب سے

دور دست ملکوں میں تجارت کا حوصلہ ہوتا ہی
رب العالمین کا ایک خاص عطیہ ہی جس سی اپنے
نوع انسانی کے خاص خاص اقوام کو سرفراز
فرمایا ہی۔ خراسان کے مصیبت زدہ فاریوں نے
نہاوند کے خونی میدان جنگ سے بھاگ کر سن
عیسوی کی آٹھویں صدی میں دمن کے کنارے
مغربی ہند میں پناہ پائی پندرھویں صدی میں انکی
اولاد نے نواسری۔ کھمبیات۔ سورت اور تھانہ
میں بود و باش اختیار کی اور اس زمانہ میں پارسی
ہند کی تجارتی الوالعزمی کے رکن رکین تصور
کئے جاتے ہیں۔ سلطنت ہند کا کوئی بیرونی مقام
ملک عرب۔ افریقہ کے شمالی ساحل۔ بلوچستان اور
حتیٰ کہ برہما کے دور دست علاقجات شان میں
بھی ایسا نہیں جہاں چند پارسی نہوں۔ علم و دولت
کے اعتبار سے ہندوستان کے باشندوں میں وہ
سب سے آگے ہیں۔ اپنے تئیں دولتمند کرنے
میں وہ ہند کے کاشتکاروں اور دستکاروں کو
نفع پہونچاتے ہیں جنکا مال و محنت و مشقت سی
نئی دکانیں اور بازار کھولکر فروخت کرتے ہیں۔
۶۸۔ اصلی یا قدیم باشندہ۔ ہند کے اصلی یا قدیم

باشندوں کی زبانوں ۔ قوموں اور رنگوں میں بہت اختلاف ہی۔ گورے چمڑے کے پینکا جو چھوٹے ناگپور میں رہتے ہیں ۔ حبشیوں کی شکل کے لوہر۔ کالے کالے گارو۔ سیاہ فام کول۔ مدراس کے پلیئے۔ لنگوٹی باندھنے والے ناگے ۔ برہما کے جنگلی باشندہ واس جو سروں کا شکار کرتے ہیں اور بہت مشہور و معروف سنتال۔ کانڈھ گونڈ۔ مارس اور بھیل قدیم باشندوں کی ایسی مختلف قومیں ہیں کہ اُنکے ایک نسل سے ہونے کے ثبوت میں کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی۔ فتوحات یا سلاطین کی حکمت عملیوں کی وجہ سے ان لوگوں کی مختلف بستیاں سلطنت ہند کے دور دست حصوں میں جبراً بسگئی ہونگی جیسے کافرستان کے کافر حال میں اپنے ملک سے نکال کر افغانستان میں بسائے گئے ہیں ۔ حکما و علما نے انکے کاسۂ سر کے امتحان کرنے۔ انکے رگوں کے دیکھنے اور انکی زبانوں کے ملانے سے تاریخی ظلمت میں رخنہ کردیا ہی اور انکے گذشتہ کی نسبت اصول قائم کرنی کی کوشش کی ہی محض انکے وہ حالات جنکو ہمسے تعلق

ہی یہ ہیں کہ اُنکی تعداد نوے لاکھ سے زیادہ ہی
یہ علم اور تہذیب میں بہت پیچھے ہیں۔ یہ بڑے
متحمل اور باحواس ہوتے ہیں جس سے مہذب
اقوام کو انکی حالت پر لحاظ اور رحم کرنا پڑتا ہے
۶۹- دیگر فرقہ۔ ہندیوں کے اُس استفادہ کی
قابیت کا اندازہ کرنے میں جو قادر مطلق نے
انھیں عطا فرمائی ہی ہمیں یہاں کے باشندوں
کے دیگر فرقوں کے مختصر حالات سے اغماض
کرنا نہ چاہیے۔ منجملہ انکے بدھ مت والے ہیں
جو مردم شماری میں ہندوؤں سے علیحدہ رکھے
گئے ہیں اور جنکی تعداد ستر لاکھ ہی۔ یہ لوگ
خاصکر ملک برہما میں رہتے ہیں۔ ہند کے اس
سرحدی صوبہ میں چینیوں کی نسل کے باہنر
دستکار اور محنت و استقلال کے ساتھ کام کرنے
والے بتدریج بستے جاتے ہیں۔ اور اسطرح پر
سلطنت مذکور کی دولت پیدا کرنے کی استعداد
بڑھتی اور قوت پکڑتی جاتی ہی۔ اس ملک کی
دوسری سرحد پر سکھ رہتے ہیں گو انکی تعداد
کل بیس لاکھ ہی تاہم انھوں نے سپہ گری میں
ایک نام پیدا کیا ہی۔ بہت سے جنگ کے

میدانوں میں اُنھوں نے ہندوستان کو نفع پہونچایا ہے۔

۷۔ باشندگان یورپ۔ یہ بات معلوم ہوچکی ہی کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہی۔ قدرتی پیداوار سے مالامال جسکی عظیم الشان آبادی ہر قسم کے کاروبار کی قابلیت رکھتی ہے اور جسمیں انسان کی بیشمار قومیں سکونت رکھتی ہیں۔ ان مختلف اقوام کے اوصاف مختلف ہیں مگر بہیئت مجموعی وہ اس سلطنت کو حملوں سے محفوظ و مامون رکھ سکتے ہیں اور چستی و چالاکی کے میدان میں ایسے نتائج پیدا کرسکتے ہیں جنکا مجموعی نتیجہ خوشی اور کامرانی ہی۔ ہندوستان کی کتب تواریخ سے دو تین بڑے بڑے خطرہ جو ہندیوں کے جان و مال کو اٹھارھویں صدی کے اختتام تک برابر لگے رہے صاف صاف ظاہر ہیں۔ وہ خطرہ حسب ذیل تھے سمندر کی جانب سے حملہ جنگی افواج میں جسمانی نقص۔ اور اس ملک کا دیگر ممالک سے علیحدہ ہونا۔ سلطنت اسلامی کے نہایت عروج کے زمانہ میں بھی ہندوستان اپنے ساحلوں سے بحری دشمنوں کو دور نہیں رکھ سکا

اور نہ اپنے جہاز رانی کے لایق دریاؤں کو سمندری ڈاکوؤں کے حملوں سے بچا سکا۔ شاہان بیجا پور و سلاطین دہلی نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیئے افریقہ کے لوگوں کو نوکر رکھا اور سندھ کے امیرالبحروں کو اس شرط پر کہ وہ ہندوستان کو سمندر کے جانب کے حملوں سے محفوظ رکھیں جاگیریں عطا کی گئیں یہ بھی حفاظت کا ذریعہ ٹوٹ گیا اور یورپ سے یکے بعد دیگرے اقوام نے آکر ہند کے ساحلوں پر سکونت اختیار کی دریاؤں میں سمندری ڈاکو تکلیف پہونچایا کیئے جنکو سول گورنمنٹ دبانے سے عاجز تھی۔ اُن انگریزوں سے جنھوں نے اس ملک میں آکر سکونت اختیار کی تھی اور جنکو ہندوستان کے سرداروں نے کوٹھیاں کھولنے کی رغبت دلائی تھی آخرکار اس ملک کو وہ بحری قوت پہونچی جو اس ضرورت کو رفع کرنے کے لائق تھی اور ہندوستان کی اقوام کی گروہوں سے پوری نہیں ہو سکتی تھی۔

انگریزوں کے ہندیوں میں شامل ہونے سے اس ملک کو محض بحری ہی تکالیف سے نجات نہیں ملی بلکہ ایک اور مسئلہ اُسکی برّی حفاظت

کا بھی حل ہوگیا - ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ جب اُتر اور
پچھم کے گوشہ سے مسلمان فاتحوں نے آکر ہندوستان
میں آشتی سے رہنا اختیار کیا تو آب و ہوا کے
اثر اور طرز زندگی کے تغیر سے اُنکی جنگی قوت
میں کمزوری آگئی - اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان
سپاہیوں کی اولاد برسہا برس آرام کرنے اور ہند
کے میدانوں کی دھوپ کھانے سے پہاڑوں
کے اُس پار کے تروتازہ حملہ آوروں کو روکنے
کے قابل نہیں رہی - انگریزی فوج جو اس عہد
میں یہاں مقرر ہوتی ہے وہ آیا جایا کرتی ہے
اور ہمیشہ نئی بھرتی کیوجہ سے تروتازہ ہوتی رہتی
ہے - وہ تاجر جنکو سلاطین دہلی نے تجارت کے لئے
بلایا تھا سلطنت ہند کے لیئے فوجی سرمایہ کا ایک
بیش بہا حصہ اپنے ساتھ لائے - تیسری نوازش
بھی جو انگریزوں نے ہندوستانیوں کے حال پر
فرمائی کچھ کم قدر نہیں - پہاڑوں کے حائل ہونے
سے ہندوستان دیگر ممالک سے بے میل تھا
اور مشرقی تحقیق و تدقیق و علوم فنون کے برکات
سے بے بہرہ - ریل - تار - تجارت اور کان کندنی
کی ریاضت وغیرہ ہندوستان سے روابط یورپ

کے میوۂ نو رسیدہ ہیں اور یہ روابط ایسے ہیں
جو ہزارہا میل سمندر پار قائم رہنے والے ہیں۔
اُن یورپین کی تعداد جنھوں نے اس اخیر
صدی میں ہند کے باشندوں میں سکونت اختیار
کرلی ہی بہت ہی مختصر ہے۔ انگریزوں کی قوت
اسوجہ سے زائل نہیں ہوتی کہ کچھ ہی کام کیوں
نہو یعنے چاہے سرکاری ملکی ملازمت ہو چاہے
سپہگری چاہے تجارت یا حرفت کی رہنمائی وہ
تروتازہ انگریزی قوت کے اعلےٰ چشمہ سے لیئے
جاتے ہیں۔ اور جب یہ لوگ کام کے لائق
نہیں رہتے تو انکی جگہ دوسرے مقرر ہوتے
ہیں اور چونکہ ہمیشہ نئے لوگ بھرتی ہوتی رہتے
ہیں اُنہیں ابتری نہیں ہونے پاتی۔
ا۔ ناسازگاری مخالفت۔ ہند کے باشندوں کی
اقوام۔ مذاہب اور زبانیں مختلف ہیں۔ انکے خیالات
اور معیشت کے طریقوں میں بہت اختلاف ہے
اور یہ ایک دستور ہوگیا ہی کہ یہ لوگ اغراض
متنازعہ کے لیئے بحثیں کیا کرتے ہیں لیکن اس
کتاب کے پہلے باب میں یہ بات بیان ہوچکی ہی
کہ کس قوم یا ملک کے باشندوں کی حالت جملہ

ممبروں کے اعتبار سے انسان کے جسم کے مانند ہی کہ اگر ایک اُنگلی میں کوئی صدمہ پہونچتا ہے تو سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہی ہند کی باشندوں کے ہر ہر فرقہ کے خاص خاص صفات اور مقبوضات کل سلطنت کے مقبوضات ہیں باوجود اغراض مختلفہ کے کمال اتحاد اور باہمی کار بار ہند کی اخلاقی یا مادی ترقی کے لیئے ہمعنان ہوسکتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ ایک فرقے کے اپنے حقوق کے لیئے دعویٰ کرنے سے جو اُسکو قانوناً حاصل ہیں دوسرے فرقے کے حقوق اور باہمی تحمل کی وقعت زیادہ ہوتی ہی۔ اِس مضمون کو پوپ شاعر نے خوب ادا کیا ہی وہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بڑے سب ایسے باہم مربوط ہیں کہ ایک کے دُکھ سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہی حتے کہ اُنکے اغراض متضادہ سے نہایت میل و جول کی سلطنت کی نغمات متناسب پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسیطرح انتظام۔اتحاد اور رضامندی سے دنیاوی میل و مراسم کا ترانۂ عظیم پُرآوازہ ہی جیسے نغمات کے لیئے ہربم زیر کا محتاج ہی و بالعکس ✣

باب ہشتم

تجارت و حرفت ہند

۲۷۔ تقسیم کار۔ سب ملکوں میں لوگ زیادہ تر اپنی محنت و مشقت سے گذران کرتے ہیں اور اُنکے پیشوں کی آمدنی سے محصول بھی ادا کئے جاتے ہیں اور نظم و نسق بھی ہوتا ہے پس رعایا اور گورنمنٹ کے حق میں ہمیشہ کام سے ملتے رہنے سے زیادہ کوئی چیز کار آمد نہیں۔ ملک کے کار باریوں کو مختلف تجارتوں اور کاموں میں مشغول رہنا چاہیئے۔ لوگوں کو ایسے کاربار کے اختیار کرنے میں آزادی رہونا چاہیئے جنسے وہ وقتاً فوقتاً بہت کچھ نفع اُٹھا سکیں۔ مثلاً اگر ہندوستان کے کسان و مزدور بالکل کاشتکاری ہی کے کام پر بھروسا کریں تو یہ لوگ جس سال بارش نہوگی یا زراعت کو ٹڈیاں خواہ دیگر آفتیں برباد کردینگی تو بیکار بیٹھے رہینگے لہذا یہ

ضروری بات ہی کہ ہندیوں کے لیئے علاوہ
کاشتکاری کے اور بھی وسائل ہوں قطع نظر
اسکے اگر بے موقعہ محنت بھی کی گئی تو اسکا نتیجہ
تضیع اوقات اور افلاس ہی - پس کاربایوں کو
زمانہ کے رنگ کے مطابق کام کرنا چاہیئے - جیسے
سڑکیں بن گئیں اور گاڑیاں چلنے لگیں تو بنجاروں
کی تجارت کی جو گونوں میں بھرکر مال لیجاتے تھے
ضرورت باقی نہ رہی اور نہ اُسمیں کوئی نفع ہی رہا -
جب ریلیں بن گئیں تو اور بھی بڑا تغیر ہوا - جو
لوگ دور سے مال منگاتے ہیں یا کسی منڈی
میں بھیجا چاہتے ہیں اگر اُنکو گاڑیوں میں یا ریل
پر بھیجنے سے اخراجات میں تخفیف ہوتی ہی تو
وہ قدیم طریقہ باربرداری کے بھاری خرچہ کو ہرگز
گوارا نہ کرینگے - ہر درجہ کے لوگوں کو بہترین
طریقوں سے نفع اُٹھانا چاہیئے پرانے حمالوں اور
گاڑی بانوں کو کسی اور مفید پیشہ میں یقیناً کام
ملجائیگا - لہذا اقبالمند لوگ ہمیشہ اپنے پیشوں کو
اولتے بدلتے رہتے ہیں - بناءً علے ہذا تجربے
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گورنمنٹ کی خفت عقل
کا باعث ہی جو ایسے قواعد و قوانین وضع کرے

جلسے تجارت و حرفت کی آزادی مطلقہ میں خلل
پڑتا ہی بشرطیکہ وہ یہ دیکھتی ہی کہ کام لینے والے
اپنے مزدوروں کو روحانی یا جسمانی خطروں میں
نہیں ڈالتے - اس صورت میں گورنمنٹ فریقین
یعنی کام کرنے یا لینے والوں کو اُنھیں کے اوپر
بیخوف چھوڑ سکتی ہی - اگر کسی تجارت کو زوال
آتا ہی اور دوسرے کو رونق ہوتی ہی تو ان
لوگوں کو سب سے پہلے یہ تغیر معلوم ہوجاتا ہی
اور ہرگاہ کہ ہر شخص اپنا نیک و بد اور وہ کار
جس سے اُسکو مناسبت ہی بہ نسبت گورنمنٹ کے
بہتر جانتا ہی تو اُسکو اپنی بہبود کے لیئے پیشوں
کے اختیار کرنے میں آزادی ہونا چاہیے -
۳۷ - سرمایہ - البتہ گورنمنٹ رعایا کو کام ملنے میں
کچھ مدد دیسکتی ہی وہ مزدوروں اور دستکاروں کا
کام چلانے کے لیئے لوگوں کو محنت و مشقت کی
تحریک کی ایسی ترغیب دیسکتی ہی جس سے امن
و اماں اور عدل و انصاف میں کوئی فتور نہیں
پڑتا اور اس قسم کی تحریک صرف سرمایہ سے
ہوسکتی ہی - زمانہ قدیم میں جب میسور کے لوگ
کولر کے کھیتوں سے سونا فراہم کرتے تھے تو وہ

اپنی سونے کی اینٹیں سیدھے سناروں یا تاجروں کے پاس لیجاتے تھے جو اُس جگہ اُنکی محنت کا صلہ اُنھیں دیدیا کرتے تھے - مگر اب وہ زمانہ آگیا کہ سونا زمین کے بہت گہراؤ میں نکلتا ہی اور اسکو وہاں سے نکال کر اوپر لانے میں بیش قیمت کلوں کی ضرورت پڑتی ہی اور تب یہ اُن مقامات میں پہونچتا ہی جہاں بھٹیہ کرنے کی کلیں اور لوگوں کے ہاتھ کام کرسکتے ہیں - دیہات میں کوئی ایسا مالدار شخص نہ تھا جو محض اس امید موہوم پر اپنا روپیہ لگاتا کہ کسی دن اس منفعت کے کاروبار سے اُسکو معقول نفع ہوجائیگا پس اسوجہ سے میسور کی سونے کی کانیں چھوڑ دی گئیں تھیں اور کان کھودنے والوں کی روزی جاتی رہی تھی - یہاں تک کہ حال میں چند انگریزوں نے سمندر پار دور دست ملک میں چندہ کرکے جن کلوں کی کان کندنی کے لیئے ضرورت تھی روانہ کیں - اور بھی بہت سے کارخانہ جیسے روئی - چاے - قہوہ - سنکونا - نیل - جوٹ - لوہا - کوئلا کاغذ اور ریشم جو اسطرح بیرونی سرمایوں کی مدد سے ہند کے کاروبار کے لیئے کھولے گئے ہیں - ممکن

ہی کہ کسی ملک میں قدرتی پیداوار بہت کچھ ہو
اور بکثرت مزدور بھی ملتے ہوں مگر بغیر سرمایہ
کے ان پیداواروں سے فائدہ اُٹھانا دشوار ہی۔
اس وجہ سے بمبئی پریسیڈنسی اسوسی ایشن یعنی
انجمن احاطہ بمبئی نے جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا
قیصر ہند کے جشن سلطنت شصت سالہ کے متعلق
اپنے اڈریس میں خاصکر اس بات پر زور دیا ہی
کہ انگریزوں کے ہندوستان میں بکثرت اپنے سرمایہ
لگادینے سے اس ملک کو نفع پہونچا ہی انجمن
مذکورالصدر لکھتی ہی کہ ان جملہ مختلف طریقوں سی
ملک کے امن و اماں اور عروج کو ایسی ترقی
ہوئی کہ آبادی قریب قریب دونی ہوگئی اور کاشتکاری
نے بھی اس آبادی کے ہمقدم ترقی کی۔ تجارت
اور بیوپار کو اندازے سے زیادہ فروغ ہوا جس
سے ہند اور انگلستان دونوں کو نفع پہونچا انگلستان
کی دستکاریوں اور اموال تجارتی کا ہندوستان
ایک بہت بڑا خریدار ہوگیا۔ اور انگریزی سرمایہ جو
قریب قریب پچاس کرور کے ہی اور انھوں نے
ہندوستان کی زراعت دستکاری اور تجارت میں
لگایا ہی ہر طرح سے مامون اور محفوظ ہے۔ وہ

تعلقات جو دو ملکوں کو مربوط رکھتے ہیں اسطرح
سے مستحکم ہو گئے اور انگریزوں کی حفاظت و پناہ
میں ہند کی گونا گوں اقوام کو جنکی زبانیں جداگانہ
اور مذاہب مختلف ہیں پہلے پہل یہ بات معلوم ہوئی
ہی کہ ان دو ملکوں کے تعلقات کا انتظام خدا ہی
کیطرف سے ہی جس سے اسکی یہ غرض ہے
کہ انھیں ملا جُلاکر ایک عظیم الشان قوم ہندوستانیوں
کی بنادے جو ایک ہی شاہنشاہ کی مطیع ہو اور
سارے ملک میں امن و اماں اور خیر خواہی کی
ترقی کے اغراض مشترکہ رکھتی ہو۔

۱۰۷ - پیشے - اخیر مردم شماری کے مطابق اٹھائیس
کرور ستر لاکھ باشندوں میں سترہ کرور بیس لاکھ
کے قریب کاشتکاری سے اپنی بسر اوقات کرتے
ہیں اور ڈھائی کرور سے زیادہ محنت و مزدوری
سے - ایک کرور پچیس لاکھ سے کچھ زیادہ جنمیں
انکے لڑکے بالے بھی شامل ہیں پوشاکوں اور
کپڑوں کے بُننے اور بہم پہونچانے کے متعلق
کام کرتے ہیں اور چالیس لاکھ کے قریب معدنیات
اور پتھر کے کام کرتے ہیں بمقابلہ اُنکے ان لوگون کی
تعداد مع اہل و اعیال کے جو سرکاری سلف

گورنمنٹ کے بورڈ کے ملازم ہیں یا کسی دیسی ریاست
میں نوکری کرتے ہیں صرف چھپن لاکھ ایک سو
ترپن ہی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
ہندوستان کی محنت و مشقت کا بہت بڑا بھروسا
کاشتکاری پر ہے - فی الحقیقت اس سے سترہ کروڑ
بیس لاکھ سے کہیں زیادہ لوگوں کی پرورش
ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ مویشی کی پرداخت کرتے
ہیں اور کھانے کی چیزیں طیار کرتے ہیں اور
گاڑیاں بناتے ہیں ایک طرح پر کاشتکاری ہی
سے بسر کرتے ہیں ہند اور انگلستان میں بہت
بڑا یہی فرق ہی کہ ہندوستان کے لوگ زیادہ تر
اپنے ملک کی پیداوار پر بسر کرتے ہیں یا یوں
کہیں کہ انکی گزران موسموں پر منحصر ہی مگر انگریز
محض اپنے کھانے کی چیزیں اپنے ملک میں
نہیں لیجاتے بلکہ وہ بے کمائے ایشیا بھی جنکو
وہ دیساور میں بھیجنے کے لئے محنت و مشقت
سے طیار کرتے ہیں - اس طرح پر ہندوستان
کی روئی - نیل اور لٹھے انگلستان کو جاتے ہیں
جہاں ہنرمند انگریزوں کی عاقلانہ محنت ممالک غیر
کی پیداوار کو انسان کے استعمال کے لایق بنانے

میں صرف کیجاتی ہے - چونکہ ہندوستان کے بہت
بڑے حصے میں خشک سالی - ٹڈی و دیگر امور
مضر زراعت کا بہت کچھ اندیشہ رہتا ہے لہذا
اس گورنمنٹ کی ہمیشہ یہ حکمت عملی رہی کہ یہاں
کے محنت مزدوری کرنے والے باشندوں کے
لیئے محنت و مشقت اور دولت کے نئے نئے
وسیلے بہم پہونچا دے اور اسطرح سے گورنمنٹ
نے زمین کو اُنکے بار سے ہلکا کردیا اور کاروباری
فرقوں کو اپنے پیشوں میں اشتغال کا موقعہ ملا -
چاہیے اب ایک آدھ موسم کی زراعت پانی
نہونے سے خشک ہوجائے *

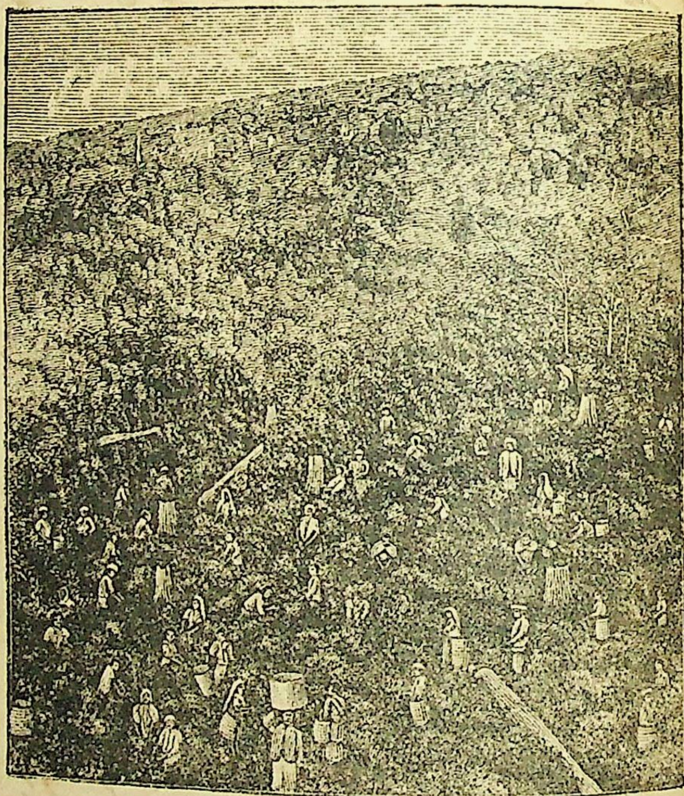
۷۵ - معادن - ہمکو چند طریقوں کی جنسے ان
مقاصد کو ترقی ہوئی تحقیق کرنا چاہیے - ہند میں
زمین کے نیچے بہت سی ایسی کانیں ہیں جنسے
انگلستان مالامال اور مختتی ہوگیا مگر انگریزی حکومت
کے پیشتر نہ تو کسی کو حوصلہ ہی تھا اور نہ
سرمایہ ہی بہم پہونچ سکتا تھا کہ ضروری کلوں کو
کھڑے کرنے کے اخراجات کو مکتفی ہوتا اور علاوہ
اسکے نہ کسی کو تجربہ ہی تھا اور نہ گانوں میں
کام کرنے کی عقل - ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے

کہ ہندوستان کی ریلوں اور کارخانوں کے واسطے
جسقدر پتھر کے کوئلے کی ضرورت ہوتی تھی وہ
انگلستان اسٹریلیا یا جاپان سے آتا تھا اور اب
اس ملک میں بنگالہ کی معادن زغال سنگرنی کھیت
اور دیگر کانوں سے پنیتیس لاکھ سینتس ہزار ٹن
کوئلا ہر سال حاصل ہوتا ہر اور اس ایک کام
میں پچاس ہزار کام کرنے والے مقرر ہیں جنکو
قحط یا خشک سالی پریشان نہیں کرسکتی - ان پچاس
ہزار میں انکے لڑکے بالوں کو بھی شامل کرنا
چاہیے جنکی وہ پرورش کرتے ہیں اور یہ یاد
رکھنا چاہیے کہ کوئلے کی باربرداری اور تجارت
سے کتنے پیشہ وروں کی پرورش ہوتی ہوگی -
ہندوستان کو کوئلے کے لیئے آیندہ بہت کچھ
امیدیں ہیں جو محض ملکی ضرورتوں کو رفع کرنے
کے لیے کافی نہوگا بلکہ یقیناً ایشیا کے دیگر
ممالک میں بہت کچھ صرف ہوگا علاوہ بریں کوئلے
کی تجارت خود اور تجارتوں کی پیدا کرنے والی
ہی - چونکہ ہندوستان میں لوہا بکثرت نکلتا ہی لہذا
سستے کوئلے کی مدد سے ہند کی ریلوں - کارخانو
اور عمارتوں کے لیئے فولاد و آہن بہم پہنچ سکتا

ہی میسور کی سونے کی کھانوں سے یہ بات معلوم ہوچکی ہی کہ یورپ کی بضاعت اور دانشمندی سے اس ملک کا کیسا کچھ نفع ہوسکتا ہی انمیں سے تین لاکھ پانچ ہزار اؤنس خالص سونا ہر سال نکلتا ہی یہ اُس کچی دھات سے نکلتا ہی جس سی ہندوستانیوں کی جد و جہد نے مجبور ہوکر دست برداری کی تھی کیونکہ مزدوری کے اخراجات کے یہ لوگ متحمل نہیں ہوسکتے تھے - ریاست میسور اُس کام میں بغیر ایک حبہ صرف کیئے ہر سال دس لاکھ روپیہ کے قریب مالکانہ حق پاتی ہی اور علاوہ اُسکے اُسکی آبکاری اور دیگر محاصل میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا ہی اور دیسی مزدوروں کی ایک فوج کی فوج جسکی تنخواہ انگریزی کمپنیاں دیتی ہیں سونے کی کانوں میں کام کرکے آرام سے بسر کرتی ہی -

۷۶ - چاے و قہوہ - بضاعت و محنت آمدنی و دولت کے جزو اعظم ہیں - لیکن انھیں پر کچھ خاتمہ نہیں بلکہ دانائی و تجربہ کاری جتنے محنت و مشقت کی راہ معلوم ہوتی ہی کچھ کم ضروری نہیں ہیں - پہلے پہل جب انگریزوں نے بمبئی میں سکونت اختیار کی تھی تو یہ مقام ایک ویرانہ ریگستان

تھا-چند ہی برس میں اُنھوں نے ایرانی گلاب اور دیگر چھوٹے چھوٹے درخت اور پھُول قرب و جوار کے ملکوں سے لاکر اس نو آباد شہر کو بشیار خوشنما



بیل بوٹوں سے آراستہ کردیا اور اسوقت یورپ کے شہروں میں یہ شہر پھُول پتّوں کے لیے مشہور ہی-ان انگریزوں کے قائم مقاموں نے بھی اسی

پر عمل کیا - ۱۸۲۰ء میں یورپ کے مالیوں اور کاشتکاروں نے میسورہ اور وناڈ میں سکونت اختیار کی اور ان پہاڑی جنگلوں کے خطّوں کو قہوہ کے باغ بنانے لگے - آج کل ہند کے جنوب میں تین لاکھ دس ہزار پانچ سو ایکڑ کے رقبہ میں جو بیکار محض تھا قہوہ اور چائے کی کاشت ہوتی ہے جہاں سے دو کروڑ ستتر لاکھ روپیہ کا قہوہ - چائے اور سنکونا ممالک غیر کو بھیجا جاتا ہے اور انکی زراعت میں بحیثیت مجموعی تین لاکھ سینتیس ہزار مزدور اور اُورسیر کام کرتے ہیں جنہیں ایک کروڑ ستاسی لاکھ روپے مزدوری کے ملتے ہیں - علاوہ حمالوں اور سوداگروں کے جو اسکا کاروبار کرتے ہیں اور بہت سے لوگ نوکر ہیں - ۱۸۳۵ء میں چند دور اندیش اہالیان یورپ نے ہند کے جنوب میں چائے کے پودھوں کے گملے چین کے بیج سے طیار کرکے روانہ کئے اور ۱۸۵۹ء میں سنکونا کے نسبت بھی ایسا ہی امتحان کیا گیا مگر چائے قہوہ اور سنکونے کی کاشت کو مدراس اور میسور میں فروغ نہیں ہوا لیکن آسام میں چائے کی کاشت میں پانچ لاکھ ہندوستانی کام

کرتے ہیں اور چاے جو باہر بھیجی جاتی ہی پانچ
کرور روپئے اُسکی قیمت ہی - ہندوستان کے بہت
سے دیگر حصّوں میں چاے کی زراعت سے
ملک کی دولت میں ترقی ہورہی ہی اور چار لاکھ
چالیس ہزار مستقل کام کرنے والے اور ایک
لاکھ چھپن ہزار چند روزہ کام کرنے والے مقرر
ہیں - ہندوستان میں چار لاکھ پندرہ ہزار ایکر سے کم
زمین میں چاے کی زراعت نہیں ہوتی -

۷۷ - روئی -- جملہ منافع جو انگریزوں کے سرمایہ اور
انکے تجربہ سے ہندوستان کے کار و بار میں ہوئی
روئی کا کارخانہ تعجب انگیز ہی ایک مدت تک اس
صیغۂ تجارت کا اجارہ انگلستان کو حاصل رہا مگر
اب یورپ کے شہروں نے انگلستان سے یہ بات
سیکھ لی ہی کہ اپنی قدرتی پیداوار کو کس طرح کام
میں لائیں جو ہندوستان بلکہ دیگر ممالک ایشیا میں
گریٹ برٹن کے سوتی اسباب کا مقابلہ کرسکے -
اُنیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں
محاصل زراعت کے علاوہ اور باستثناء ڈھاکہ
کی ململ - رنگ اور ظروف گلی کے جنکی غیر ملک
کے لوگ قدر کرتے تھے بہت کم اور پیداواریں

تھیں - زمانہ حال میں اس ملک نے تجارتی رتبہ
حاصل کرلیا ہی - یہ ایک سو سینتالیس روئی کی
دوخانی کلوں کے رکھنے کا جسمیں ایک لاکھ بچاس
ہزار بندگان خدا کام کرتے ہیں فخر کرسکتا ہی ۱۸۹۵ء
میں جب سے کہ پہلی کل انگریزوں نے یہاں
منگائی اسقدر جلد اس کار بار نے ترقی کی ہی -
علاوہ ان کلوں کے ہندوستان میں انتیس جوٹ
کی کلیں ہیں جنمیں اُناسی ہزار خلقت کام کرتی
ہی اور اکھتر چاول نکالنے کی اور اڑسٹھ آرہ کشی
کی کلیں اور آٹھ کاغذ بنانے کے کارخانے جنمیں
اُنچاس ہزار مزدور کام کرتے ہیں اور علاوہ اسکے
ترسٹھ چمڑہ رنگنے - اکاون لوہا ڈھالنے - چوّن آٹا
پیسنے - چھپّن تیل نکالنے اور اکتالیس تمباکو کے
کارخانے ہیں جنمیں ہزارہا مخلوق کام کرتی ہے -
اب ریشم کا کام بھی چھیڑا جانے والا ہی کوئی ایسا
پیشہ نہیں جسمیں انگریزوں کی ہمت اور انکا سرمایہ
ہندوستان کی صنعت کو ترقی دینے کے لیے اپنی
راہ نہ کرتا ہو - پس اسطرح پر ہندوستان کی کثیر التعداد
باشندوں کے لیئے نئی نئی تجارتیں اور صنعتیں
پیدا ہوتی جاتی ہیں - ہندوستان کے بیوپار کے

تجارتی نقشوں اور مردم شماری کے کاغذات میں پیشوں یا بسر اوقات کے وسائل کی تعداد دیکھنے سے یہ صاف صاف معلوم ہوجاتا ہی کہ ہندوستان کی صنعت و حرفت میں کیسا کچھ تغیر ہورہا ہی۔ ان تغیرات نے ہندوستان کے کاروباریوں کے لیے آمدنی کی نئی نئی صورتیں اور تاجروں اور سرمایہ لگانے والوں کے لیئے فائدوں کی راہیں بنادی ہیں۔ یہ بات مشکل سے بھولیگی کہ صدہا برس اس ملک کے قبضۂ قدرت میں پتھر کا کوئلا۔ سونا۔ پٹرولیم۔ چاے۔ قہوہ اور روئی رہی تاہم یہاں کے لوگ اس دولت سے مستفید نہو سکے اسکی وجہ یہ تھی کہ اس ملک میں امن۔ حوصلہ مندی اور سرمایہ کی ضرورت تھی جو باتیں اسکو انگریزوں کے زیر حکومت آنے سے پیشتر کبھی حاصل نہیں ہوئیں۔

۷۸۔ **سرکاری ملازمت**۔ ہندوستانیوں کے پیشوں اور حرفوں کے ذیل میں ہمیں سرکاری ملازمت کو بالکل خارج نہ کردینا چاہیے گو بہیئت مجموعی بڑے بڑے کاربار اور پیشوں کے مقابلہ میں اسکی کوئی وقعت نہیں ان کاربار اور پیشوں

ہیں سرکاری ملازمت سے کہیں زیادہ لوگ لگے ہوئے ہیں اور بہ نسبت سرکاری نوکریوں کے بہت زیادہ نفع میں رہتے ہیں۔ گورنمنٹ کی ضرورتیں تو دیگر کاربار کی طرح یوماً فیوماً بڑھتی نہیں جاتیں۔ گو یہ سچ ہی کہ جیوں جیوں آبادی بڑھتی جاتی ہی اور تجارت کو ترقی ہوتی ہے زیادہ عدالتوں اور دفتروں کی حاجت پڑتی ہی لیکن گورنمنٹ میونسپل اور دیگر بورڈوں کو انتظامی اختیارات عطا کرکے اپنے تئیں سبکدوش کرتی جاتی ہی اکثر یہ ہوتا ہی کہ سب سے اعلیٰ عہدہ جو گورنمنٹ دیسکتی ہے جیسے عدالت العالیہ کی ججی چلتے ہوئے بارسٹر جنکی وکالت کی آمدنی ہای کورٹ کے جج کی تنخواہ سے کہیں زیادہ ہوتی ہی منظور نہیں کرتے۔ وہ طبیب جسکا ہر شخص خواہاں ہی دسٹرکٹ سرجن کی تنخواہ پر قناعت نہیں کرتا۔ بڑے بڑے بنک کارخانوں اور کوٹھیوں سے جو منافع ہوتے ہیں اُسقدر گورنمنٹ کبھی نہیں دیسکتی۔ اس طرح جب ملازمین کی تنخواہ کی کچھ بڑی وقعت نہ رہی تو اور بھی تبدیلیاں واقع ہوئیں جنسے لوگوں کو سرکاری ملازمت کا میلان کم ہوگیا۔ ایران چین اور دیگر

ممالک ہیں جو ہند کے قرب و جوار میں واقع ہیں سرکاری ملازمت کی محض اعزاز و اکرام اور روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے لوگ تمنا کرتے ہیں مگر ہندوستان میں سرکاری ملازموں کو مقررہ تنخواہیں ملتی ہیں اور بالائی فائدہ نہیں ہوتے۔ تاہم سرکاری ملازمت معزز تصور کیجاتی ہی اور باوجود اسکے کہ چلتے ہوئے لوگ پیشہ یا کاربار کو اسپر ترجیح دیتے ہیں تاہم ہر سرکاری عہدہ کے لیئے کمال جد و جہد کیجاتی ہی اور اسقدر سخت ہجوم ہوتا ہے کہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہی کہ آخرکار گورنمنٹ یہاں کے باشندوں کی ایک بہت حقیر مقدار کو ملازمت میں لیتی ہی۔ مردم شماری کے نقشوں سے ان ملازموں کی تعداد جو برٹش انڈیا میں کام کرتے ہیں ایک لاکھ تیس ہزار آٹھ سو باون ظاہر ہوتی ہی۔ انمیں سے سات ہزار نو سو اکانوے یوروپین ہیں اور پانچ ہزار تین سو سینتالیس یوریشین۔ یوریشین زیادہ تر محکمہ ریل اور تار میں ملازم ہیں۔ یہ بات ظاہر ہی کہ محض روئی کے کاربار میں جس قدر ہندوستانیوں کو کام ملسکتا ہی اور نفع ہوسکتا ہی اتنا گورنمنٹ کی عام پرورش سے نہیں ہوسکتا۔

جب کوئی شخص اس بات کو خیال کرتا ہے کہ
ہندوستان میں خشکی اور تری کی تجارت کی سالانہ
مالیت دو ارب چودہ کروڑ روپیہ ہی تو وہ یہ سمجھ
سکتا ہی کہ تاجروں اور کاروباریوں اور مزدوروں
کی کیسی کچھ جم غفیر اسمیں مشغول اور کام کرتی ہوگی۔

۶۷ - مہاجرت اور کارخانوں کے قوانین۔

یہ بات بیان ہوچکی کہ ملک کی صنعت اور حرفت
کا فروغ زیادہ تر محنت و مشقت کی آزادی اور کام
کرنے والوں کی قابلیت پر موقوف ہے جبکی ان
لوگوں کو اپنی بہبود کے لیے پیشوں کے تبدیل
کرنے اور نئے دھندھوں کے اختیار کرنے میں
بہت ضرورت ہی۔ پس گورنمنٹ جسقدر کم دخل
دے اُسیقدر بہتر ہی۔ کسی تجارت یا پیشے میں
زوال آنے سے ایک کاروباری فرقے کا جس قدر
نقصان ہوتا ہی اسکا عوض دوسرے اور مفید کام
کے کھولنے سے ہوجاتا ہی۔ زیادہ لوگوں کو
جس چیز کی ضرورت ہی سستی ملنے سے یقینی نفع
ہوتا ہی۔ اور ان تھوڑے سے لوگوں کی بسراوقات
کے لیے جنکے آبائی پیشہ میں زوال آجاتا ہی اور
راہیں کھلی ہیں۔ جبتک ہندوستان میں امن و اما

ہی اور بیرونی ملکوں کے سرمایہ یہاں لگائی جاتے ہیں نئے نئے کاربار ہمیشہ ہوتے جائینگے۔ پس گورنمنٹ کو زیادہ تر اپنی توجہ امور ذیل پر رکھنی چاہئے یعنی امن و اماں کا قائم رکھنا۔ راہوں کی اصلاح کرنا۔ لوگوں کے حوصلہ بڑھانے اور سرمایوں کے بہم پہونچانے کے لیے ہر طرح کی لوگوں کو خبر دینا۔ ان جملہ امور کا انتظام کرکے محنت و مشقت میں آزادی دینا مقتضائے عقل ہی۔ مگر اس عام قاعدہ سے ایک بات مستثنیٰ ہی۔ یعنی جب ممالک غیر میں مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہی جیسے دامیرارا ٹرنیڈاڈ۔ جمیکا۔ مارنشس۔ نیتال۔ فیجی یا سری نام ہیں تو برٹش گورنمنٹ مہاجرین کے نفع کی نگرانی کرتی ہی اور سمندری سفر کے زمانہ میں اُنکی آرام و آسایش کے قوانین اور پھر اپنی کمائی لیکر بحفاظت تمام واپس آنے کے ضوابط مرتب فرماتی ہے۔ اسطرح اگر ضرورت ہوتی ہی تو وہ مزدوروں کو آسام یا کہیں اور جانے دینے میں دست اندازی کرتی ہی۔ گورنمنٹ کی اس سے یہی غرض ہی کہ ان مزدوروں کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی نہ کیجاے اور انکی تنخواہ وغیرہ کی نسبت کسی طرح

کی خرابی نہو۔ کبھی کبھی ان اصول کو وسعت
دیجاتی ہی جیسے ضعیفوں اور بچوں کو زیادہ محنت
سے بچانے یا لوگوں کو ناقص کلوں کے حوادث
سے محفوظ رکھنے کے لیے کارخانوں کی قوانین
وضع کئے جاتے ہیں مگر برٹش گورنمنٹ کو اس
سلطنت میں پیشوں اور صنعتوں کی ترقی دینے سے
جو پوشیدہ کامیابی حاصل ہوئی وہ محنت کی آزادی
کا نتیجہ ہی سنہ ۱۸۴۳ع میں جب سے کہ غلامی ہندوستان
سے اُٹھا دیگئی یہاں کے حکام نے امن و اماں
کے قائم رکھنے۔ کاربار کی آزادی اور کاشتکاری
کے علاوہ یہاں کے باشندوں کی پرورش کے
لیے غیر ملکوں سے سرمایہ بہم پہونچانے میں ہرگز
لغزش نہیں کی ✣

باب نہم

امن خلائق

۸۰- انتظامی افواج - پہلا کام جو ہر گورنمنٹ پر فرض ہی امن و اماں کا قائم رکھنا ہی- یہ ایک ایسا دُہرا کام ہی جسکی تعمیل کے لیے مختلف ایجنسیاں قائم کیجاتی ہیں- ملک کی بیرونی حدود کا حملوں سے بچانا ضرور ہی اور اسکے اندرونی امن و اماں کی محافظت بھی لازمی ہی- ان اغراض میں سے پہلی غرض حاصل کرنے کے لیے گورنمنٹ کو اپنی بری اور بحری فوج پر بھروسا کرنا پڑتا ہی اور دوسری غرض پوری کرنے کے واسطے اسکو سول فوج یعنی پولیس رکھنا پڑتی ہی- ان دونوں فوجوں کی درستی رعایا کے آرام و آسایش کے لیے نہایت ضروری ہی- جب ملک میں بدامنی پھیلی ہوتی ہی- تو ڈاک- ریل اور تار کی آمد و رفت میں خلل پڑتا ہی- تعلیم اور حفظ صحت کی ترقی میں

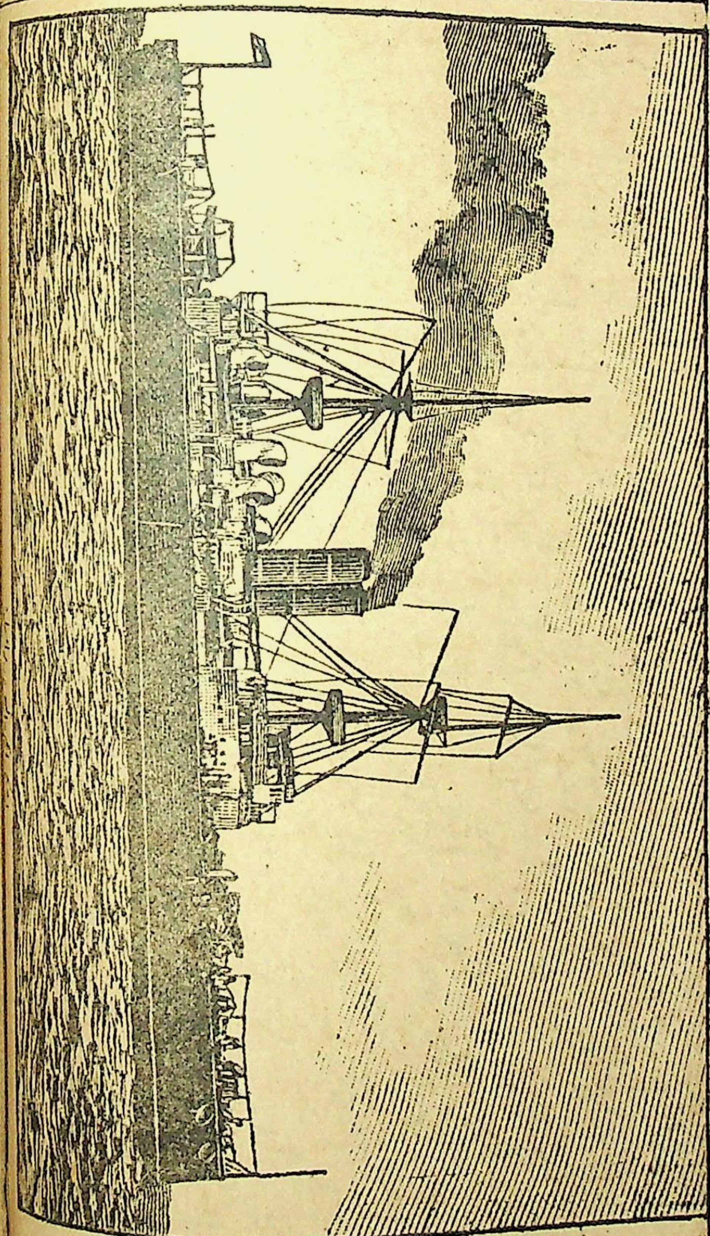
گورنمنٹ کی کوششیں بیکار ہوجاتی ہیں اور دیگر اعلےٰ مطالب کی طرف جنسے اخلاقی یا مادی ترقیاں ہوتی ہیں توجہ نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے بھی اور زیادہ خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ سرمایہ کا جسپر کاربار منحصر ہی پُر آشوب ملک میں آنا یا اُسکے لئیے فراہم ہونا رُک جاتا ہی اور چھوٹی چھوٹی تجارتیں اور پیشیہ موقوف ہوجاتے ہیں۔ مصیبت اور تباہی عالمگیر ہوجاتی ہی۔ جو شخص سرحد کے پار سفر کرتا ہی وہ اب بھی اس حالت کو دیکھ سکتا ہی جو انگریزی امن د اماں کے زمانے کے پیشتر خود اس ملک کے اندر تھی۔ یعنی سرحدی اقوام اپنے کھیت مسلح ہوکر بوتے ہیں اور انکے ٹٹو زین کسے ہوئے طیار رہتے ہیں تاکہ انکے آقاؤں کو بھاگنے کا موقعہ ملسکے۔ اس حالت میں لوگوں کی تکلیف کے قدرتی یہی اسباب جیسے خشک سالی یا سیلاب نہیں ہوتے جو انسان کے اختیار سے باہر ہیں بلکہ عمدہ فصل کا طیاری کے قریب پہونچکر برباد کردیا جانا۔ ہر مہذب ملک میں نظامی فوجیں چار طرح کی ہوتی ہیں بری اور بحری افواج پولیس اور وفادار شہری +

۸۱ - گذشتہ و حال - ایک دلچسپ لکچر میں جو منشی بیہال مسٹر رابرٹ سیول نے ہندوستانی قبائل اور آثار قدیمہ پر دیا تھا یہاں کی ملکی لڑائیوں اور خانہ جنگیوں کی داستانیں جو یہاں ہر صدی میں ہوتی رہی ہیں - رزمیہ قصائد اور وید کے بھجنوں راجہ اشوک کے ستونوں کی تحریروں اور ان کتبوں سے جو کھوہوں اور سنگین تبکدوں پر کندہ ہیں اور نیز دیگر منتشر آثار قدیمہ اور گیتوں سے ثابت کی ہیں - انکی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کو زمانہ قدیم کی تاریکی میں وہی مصیبتیں لاحق تھیں جو زمانہ حال کے مورخوں نے تحریر کی ہیں - سمندر سے سمندر تک اور کوہ ہمالیہ سے راس کماری تک سلطنت ہند بہت سے ممالک میں منقسم تھی جو بنتے بگڑتے رہے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں تک اپنے اقتدار کو بزور شمشیر قائم رکھ سکتے تھے - ان ملکوں کے فرمانروا ہمیشہ آپسمیں لڑا کرتے تھے اور خود اس ملک کی فوجیں متفق ہوکر بیرونی دشمن کو نہیں روکتی تھیں ہند کے نہایت مالدار شہر لوٹ لیے جاتے تھے اور چونکہ اس ملک کے لوگ آپسمیں سرگرم قتال رہتے تھے لہذا یہاں

کے میدان انکے خون سے لبریز ہو جایا کرتے تھے۔
جب کوئی بیرونی دشمن اس ملک پر حملہ کرتا تھا
تو اسکے روکنے کی نہ انھیں قوت ہی ہوتی تھی اور
نہ انمیں اتفاق ہی تھا مگر اُنیسویں صدی میں یہ
سب باتیں بدل گئیں۔ سلطنت ہند کی دور دست
سرحدوں پر ہندوستانی اور برٹش فوجیں بیرونی غنیم
کے روکنے اور اپنے ملک کو حملہ سے بچانے کے
لیے بالاتفاق آمادہ و مستعد رہتی ہیں۔ ہندوستان
کی لڑائیاں جنگو آگے چلکے مورخ نقل کریں گے
رامائن اور مہابھارت کی لڑائیاں نہیں ہیں یہ
لڑائیاں اُن جنگی اقوام کے ساتھ ہوئی ہیں جو
ہندوستان کے گرد بستی ہیں۔ اس ملک کی فوجی
قوت سے یہاں کے رئیسوں یا رعایا کے مقابلے
میں کام نہیں لیا جاتا۔ اس ملک کی اندرونی انتظام
کے لیے ایک غیر مسلح فوج یعنی پولیس مقرر ہے
اور لوازمات جنگ ان دشمنوں کے واسطے اُٹھا
رکھے گئے ہیں جو اسکے امن و اماں میں خلل ڈالنا
چاہتے ہیں۔ دو کھلے ہوئے فرق جنسے زمانہ
گذشتہ و حال کی حالت میں تمیز ہوتی ہے سول
پولیس کا قائم کیا جانا اور سلطنت کی بحری اور

برّی افواج کا اپنا خاص کام یعنی حملوں کو روکنا اور بیرونی دشمنوں کو دفع کرنا ہے۔

۸۲ - بحری قوت - ہندوستان کے نقشے پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس ملک کا کتنا بڑا حصہ لب دریاے شور واقع ہے - ہند کے بڑے بڑے شہر جنمیں عالیشان عمارتیں اور کارخانے بنے ہیں فی زماننا کہاں واقع ہیں - وہ یا تو سمندر کے کنارے واقع ہیں یا ایسے دریا پر جسمیں سے جہاز سمندر میں جا سکتے ہیں - مگر نگاہ کو زیادہ وسعت دیکر دیکھنا چاہیے کہ بحیرۂ ہند سے بحر اٹلانٹک میں اور بحر احمر میں ہوکر مڈیٹرنین میں آمد و رفت کیسی ہوتی ہے - مڈیٹرنین کے کنارے ہندوستان کی ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی جسمیں نلسن نے فرانسیسی امیرالبحر بروئے پر یکم اگست ۱۷۹۸ء میں فتح پائی تھی - ۱۷۹۹ء میں سرنگاپٹن کا فتح ہونا اور ہندو خاندان ودیار کو تخت میسور پھر دلایا جانا محض انھیں فتوح پر مبنی تھا جو انگریزوں اور اُن کے مددگاروں نے خشکی پر حاصل کی تھیں دریاے نیل کی بحری فتح جسمیں گیارہ فرانسیسی جنگی جہاز گرفتار کرلیے گئے اور ساڑھے تین ہزار فرانس



کے لوگ مقتول اور مجروح ہوئے ایک ایسی چوٹ
تھی جس سے ٹیپو اور فرانسیسیوں کی امیدیں پارہ
پارہ ہوگئیں - جو خطرہ زمانہ گذشتہ میں تھے ممکن رہی
کہ زمانہ آئندہ میں بھی پیدا ہوں اور اگر ہند کو ایک
آزاد ملک رہنے کا خیال ہی تو آئندہ اسکو اپنے
سرحدی ملکوں اور سمندروں پر نگاہ رکھنی چاہیے -
سلاطین اسلام نے بے سود ہندوستان کے ساحل
کی حفاظت کے لیے سواحل افریقہ کے حبشیوں
کو نوکر رکھا تھا - یہ نوکر مالک بن بیٹھے اور خود
سمندری ڈکیتی کرنے لگے - اب ہندوستان نے
اپنی بحری حفاظت کے لیے اپنے اوپر بھروسا
کرنا سیکھ لیا ہی اور انگریزی بحری فوج کی مدد سے
جو تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہی وہ اپنے ساحلوں کو
دشمنوں کے جنگی جہازوں کے حملوں سے محفوظ
رکھ سکتا ہی جسکا فخر زمانہ سابق میں ہرگز نہیں
کیا جاسکتا تھا - جہاز اور جہاز رانوں کی ضرورت
ہوتی ہی اور یہ جہازراں تجارتی جہازوں اور نیز
جنگی جہازوں میں جہاز رانی سیکھتے ہیں - پس ہمیں
ہندوستانی بحری قوت کے نسبت کچھ اپنی رائے
لکھنے سے اغماض کرنا مناسب نہیں - اسکا ضروری

ہونا اس سے ظاہر ہو کہ اسکی محض ایک کمپنی یعنی گریٹ پینسولر اینڈ اورینٹل اسٹیم نیوی گیشن کمپنی کے کارخانے میں محض تختہ بندی کے کام میں ایک ہزار آٹھ سو آدمی نوکر ہیں۔ اور دو ہزار نو سو انجن رُوم میں کام کرتے ہیں انکے علاوہ دو ہزار تین سو اور ملازم ہیں۔ جو زیر رخصت ہیں برٹش انڈیا اسٹیم نیوی گیشن کمپنی کے صیغۂ لنگر اور دیگر اسی طرح کی کمپنیوں میں ہندوستانی جہازراں تعلیم پاتے ہیں۔ یہ فوج جن کو انگریز ہندوستان سے خود لیکر تعلیم و تربیت کرتے ہیں طوفانوں اور جہازوں کی تباہی میں نہایت کام کی ثابت ہوئی ہو اور بحری قوت کا ایک نہایت مفید ذخیرہ ہے۔

۸۳ - ہندوستان کی بحری حفاظت۔ ہندوستان کی بحری فوج تین طرح پر حفاظت کرتی ہے۔ سلطنت انگلشیہ کے جملہ حصوں اور مقبوضات کی دور دست سمندروں میں گریٹ برٹن کی بحری فوج حفاظت اور نگرانی کرتی ہو۔ بہت بڑے بڑے جہاز جن سے مغربی سمندروں میں کام لیا جاتا ہو ہند کے ساحلوں پر کبھی دکھلائی نہیں دیتے

مگر اس کتاب کے پڑھنے والے کو اُن کے قد
اور مصارف کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ
رامیلیز جو پھریردار جہاز ہی اور میڈیٹرینین میں رہتا ہی
اسکی تعمیر میں آٹھ لاکھ پچھتر ہزار پونڈ صرف ہوے
ہیں یعنی قریب قریب ایک کروڑ پچاس لاکھ کے
اور علاوہ اسکے اسی کے مانند اول درجے کے
جنگی جہاز اور بہت سے ہیں۔ اسکی رفتار ساڑھے
سترہ کوس فی گھنٹہ ہی۔ اسمیں ایک ہزار چار سو
پچاس ٹن کوئلا رہتا ہی اور سات سو تیس افسر و
ملازمین رہتے ہیں اسکی زرہ کی دبازت اٹھارہ
انچ ہی اور اسپر چار توپیں ساڑھے تیرہ تیرہ انچ
قطر کی جنکا وزن سرسٹھ سرسٹھ ٹن ہی چڑھی ہیں
اور دس چھ انچ قطر کے کوئک فائرز (جلد چھوٹنے
والی توپیں) ہیں علاوہ اسکے اڑتیس چھوٹی کوئک
فائرز اور مشین گی توپیں ہیں اور سات ٹارپیڈو
کی نالیاں۔ اسکا طول تین سو اسی فیٹ ہے۔
پھر پچھتر فیٹ جنبش چودہ ہزار ایک سو پچاس
ٹن کی اور قوت تیرہ ہزار گھوڑوں کی ہی۔ اس
بیان سے اس جنگی جہاز کی قوت دریافت کرنا
آسان نہیں ہی۔ لیکن اگر اسکا اُن جہازوں سے

جنھیں تمنے کبھی دیکھا ہے مقابلہ کیا جاوے تو کسیقدر اندازہ ہوسکتا ہی۔

دوسری اور نزدیکی حفاظت کی صورت ملکہ معظمہ کے جنگی جہاز ہیں جو دشمنوں کی تلاش یا مال تجارت کی حفاظت میں پھرا کرتے ہیں۔ توپوں والے جہاز۔ ٹارپیڈو کی کشتیاں اور کلس دار جہاز ہیں جنھیں گریٹ برٹن مشرقی ہند کے مقامات میں رکھتی ہی اور قومیں بھی جیسے فرانس اطالیا ٹرکی اور پرتگال اپنے اپنے جہازات مشرقی سمندروں میں رکھتی ہیں اور خلیج فارس میں جہاں ہندوستانی مال جایا کرتا ہی بہت سے چھوٹے چھوٹے رئیس ہیں جو در صورتیکہ ہندوستان کے جہازوں کی حفاظت انگریزی جنگی جہاز نکریں ہندوستانیوں کو سخت نقصان پہونچائیں۔ فی الحقیقت سمندر کی ڈکیتی ان اطراف میں ابھی زمانۂ حال تک پھیلی ہوئی تھی جس کو انگریزوں نے دور کیا ہی۔

تیسرے وہ جنگی جہاز ہیں جو گورنمنٹ ہند کے متعلق ہیں اور جنھیں زیادہ تر ہندوستان ہی کے لوگ نوکر ہیں۔ یہ جہاز اُن دریاؤں میں گشت کیا کرتے ہیں جنمیں جوار بھاٹا آتا ہی۔ فوجوں کو لایا اور لیجایا

کرتے ہیں اور ہندوستانی بندرگاہوں کی نگرانی اور
حفاظت کرتے ہیں - ان حالات اور واقعات کے
طولانی ذکر کی ضرورت اس وجہ سے نہیں کہ
ہندوستان کے بہت کم لوگ اس بات کو کماحقہٗ
سمجھتے ہیں کہ جنگی جہازوں سے انکے ملک کی
حفاظت اور تجارت کے فروغ کو کسقدر زیادہ مدد ملتی
ہے ۸ - جنگی فوج کی تعداد - حیدرآباد کنٹنجنٹ اور
دیسی ریاستوں کی افواج چھوڑ کر دو لاکھ چھ ہزار
ہے - منجملہ اس شاہی فوج کے تہتر ہزار یوروپین
ہیں جنکے عہدہ اور جنگی طاقت انگلستان سے
نئی بھرتی کرکے ہمیشہ قائم رکھی جاتی ہے اور
عندالضرورت اور بھی لوگ گریٹ برٹن سے فوج
کے لئے منتخب کیے جاسکتے ہیں - مگر معقول فوج
کے اخراجات ایسے زیادہ ہوتے ہیں کہ گورنمنٹ
اس تعداد سے زیادہ فوج رکھنا عقل کے خلاف
سمجھتی ہے جسکی سردست ملک کی حفاظت کے لیئے
اسکو ضرورت رہی - اس تعداد سے جسکا اوپر ذکر
ہوا ہندوستان کی محافظت کے درجے کا ایک
نامکمل خیال ہوجاتا ہے - بغیر بار برداری کے
وسائل کی موجودگی کے فوج کی تضیع اوقات

ہوتی ہی اور اسکو اپنی قوت بے شغلی ہیں ضائع کرنا پڑتی ہی۔ جبتک سامانِ کی تجدید ہنوتی رہے اور جبتک سپاہیوں کو سب سے اچھے نئے طرز کے ہتیار نہ دیے جائیں بہادر سے بہادر سپاہی اپنے جنگی صفات کماحقہ ظاہر نہیں کرسکتے۔ قلعہ بندی۔ ساحلوں کی حفاظت۔ پُل۔ ریل۔ سلاح خانہ۔ اور کارخانہ بارود ہیں بہ نسبت ساری فوج کی تنخواہ کے بہت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ مگر انسے ہندوستانی سپاہیوں کو ہند کی حفاظت ہیں بیحد تقویت ہوتی ہی۔ سپاہیوں اور انپر معقول دباؤ اور قدرتی دقتوں کے خاطر خواہ انتظام سر ہندوستانی رکو فی زماننا وہ قوت حاصل ہے جو اسے کبھی کسی زمانہ ہیں نہ تھی۔ علوم و فنون کی مدد سے برٹش گورنمنٹ کا اس قلیل فوج پر بھروسا ہی جو تعداد کے لحاظ سے اُن بے قاعدہ فوجی گروہوں سے جو زمانۂ قدیم ہیں یہاں پھیلے ہوئے تھے بہت کم رہی۔ مگر قاعدہ دان باشعور اور باترتیب ہونے کی وجہ سے اسکا درجہ اور جنگی استعداد ایسی بڑھگئی ہی کہ ایک مختصر سی فوج انگریزی افسروں کی ماتحتی ہیں جسکو زمانہ حال

کے لوازمات جنگ حاصل ہیں ہند کی لمبی چوڑی سرحد کو بچا سکتی ہی اور ضرورت کے وقت سول پولیس کو مدد دیسکتی ہی -

شاہی افواج کے بعد دیسی ریاستوں کی فوجیں ہیر جنپر فرض ہی کہ اپنے فائدوں کے لحاظ سے اور نیز معاہدوں کی بنا پر انگریزی گورنمنٹ کی دشمنوں کو اپنے خاص دشمن سمجھیں اور اُنکے برخلاف جملہ امکانی تدابیر عمل میں لائیں - پرانا یہ خیال کہ کثیرالتعداد بیقاعدہ و بے نظم فوج چھوٹی سی با قاعدہ فوج پر غالب آسکتی ہی ہندوستان کے بہت سے میدانوں میں غلط ثابت ہوا ہے چنانچہ بعض بعض سر برآوردہ ریاستوں نے ایک یا زیادہ رجمنٹ سے سلطنت ہند کی محافظت کرنا اپنے ذمے کرلیا ہی - ان رجمنٹوں کو کام کے لئے ہر وقت آمادہ و مستعد رکھنے کی غرض سے یہ ریاستیں انگریزی افسروں سے صلاح اور مدد لیتی ہیں اس فوج کو امپریل سروس ٹروپ کہتے ہیں اور ریاست ہاے ذیل میں اسی قسم کی فوجیں ہیں - کشمیر - پٹیالہ - بہاولپور - جھنڈ - نابھا - کپور تھلا - فرید کوٹ - الور - بھرت پور - جودھپور -

گوالیار - بھوپال - اندور - رامپور - حیدرآباد - میسور - سرمور - ملیر کوٹلا - بیکانیر اور کاٹھیاوار کی تین ریاستیں بھاونگر - جوناگڑھ اور نوانگر - ان افواج کی کمال قابلیت کے لیے انکو محض باربرداری کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ڈاکٹروں اور لوازمات کا بہم پہونچانا بھی جنکی بوقت جنگ ضرورت پڑتی ہی والنیٹرز کا بھی ہندوستانی فوجی قوت میں شمار ہونا چاہیے لیکن انگلستان کی حالت جہاں والنیٹر فوج کی تعداد بے انتہا زیادہ ہے ہندوستان سے بہت مختلف ہی - والنیٹر فوج اگر ان لوگوں میں سے لیجائے - جو ملکی کاروبار اور تجارت میں مشغول ہیں تو انپی معمولی بیکار کی جگہ سے بہت دور فاصلہ پر اچھی طرح کام نہیں دیسکتی - ہندوستان ایسی وسیع سلطنت میں یہ فاصلے بہت بڑے ہوتے ہیں - ذات کے قانون اور ہندوستانی جماعتوں کے بے انتہا فرقوں کی وجہ سی بالاشتراک کام کرنے میں ایسی دقتیں واقع ہوتی ہیں جنسے والنیٹر فوج سے بہت کم فائدہ حاصل ہوسکتا ہے - کرگ کے مختصر پہاڑی ضلع میں جو میدان کی فوج سے بہت دور واقع ہی والنیٹرز کے بھرتی

کرنے کا عمدہ موقعہ ہی - ہندوستان کے بہت سے
شہروں میں اسکی معقول تحریک ہوسکتی ہی - ہندوستان
میں اُنتیس لاکھ والنیٹرز درج رجسٹر ہیں مگر ان کی
قابلیت اس ملک کے مختلف حصوں میں جداگانہ ہی

۸۵ - سول پولیس - ہندوستان کا اندرونی امن و
اماں قائم رکھنے کے لیے جنگی افواج پر جنکا ابھی
ذکر ہوا ہی عندالضرورت بھروسا کیا جا سکتا ہی - مگر
رعایا کی آرام و آسایش کا دار مدار زیادہ تر قانون
مجسٹریٹ اور سول پولیس پر منحصر ہی - سلاطین اسلام
کے زمانے میں ملکی اور فوجی حکومت ایک ہی
شخص کے ہاتھ میں ہوتی تھی - صوبوں کے گورنر
کمانڈر انچیف بھی ہوتے تھے اور سپاہی ہمیشہ وہ
کام کیا کرتے تھے جو اب پولیس کے افسروں اور
کانسٹبلوں کو سپرد کئے جاتے ہیں - انگریزی عہد
کے ابتدائی زمانے میں ہندوستانی طریقہ یکبارگی
تبدیل نہیں کیا گیا اور اب بھی جب کوئی نیا صوبہ
یا ضلع سلطنت ہند میں ملایا جاتا ہے تو پہلے
سپاہیوں ہی کے ذریعہ سے امن و اماں قائم
کیا جاتا ہی اور تب کچھ دنوں بعد ڈاکو اور مسلح
راہزنوں کے گروہ کی جو معمولاً جنگ حال کی

بدنظمی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ایک ایسی فوج سے
جو نصف تو جنگی ہوتی ہی اور نصف ملکی خبر لیجاتی
ہی اسی قسم کے جنگی پولیس سے اب شمالی برہما
کے بعض حصوں میں کام لیا جاتا ہی اور بالآخر
بالکل ملکی فوج یعنی سول پولیس اسکی جگہ مقرر ہوتی
ہی - سول پولیس زیادہ تر سوائے ایک ڈنڈے کے اور
کسی ڈرونے ہتیار سے مسلح نہیں ہوتی - یہ فوج
معمولی قانون کی پابند ہوتی ہی اور اگر وہ قانوناً ناجائز
تشدد کرتی ہی تو خود جیلخانہ بھیجدیجاتی ہی - پولیس انھیں
لوگوں میں سے منتخب ہوتی ہی جنھیں وہ کام کرتی ہی
اسکو صرف کبھی کبھی قواعد سکھائی جاتی ہی اور وہ
فرداً فرداً کام کرتی ہی یا چھوٹی چھوٹی جماعتیں اور
سپاہیوں کی طرح بڑے بڑے گروہ نہیں کام کرتے -
۸۶ - پولیس والے کی اُنگلی - لندن میں گلیاں
لاکھوں پیدل چلنے والوں سے ٹھس جاتی ہیں یا
گاڑیوں کی قطاروں سے جنمیں سے ہر ہر گاڑی آگے
نکل جانے کی خواہش رکھتی ہی راستے مسدود ہوجاتی
ہیں تو ایسے وقت میں بھی ایک غیر مسلح کانسٹبل
ایک لمحہ میں محض اپنی اُنگلی اُٹھاکر آمد و رفت موقوف
کرسکتا ہی یا راستہ بتا سکتا ہی - وہ اسوجہ سے یہ

کرسکتا ہی کہ لوگوں کے دلوں میں قانوں کی عظمت
ہوتی ہی اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اس تنہا پولیس
والے کے احکام بر بنائے قانون ہیں - اسمیں کچھ
شک نہیں کہ تکلیف وہ لوگ اور خصوصاً وہ لوگ
جو خلاف ورزی قانون کے مجرم ہیں اسکے دخل
دینے سے بُرا مانتے ہیں اور کبھی کبھی وہ اس سے
مقابلہ کر بیٹھتے ہیں مگر بہت سے شہری اُسکی مدد کو
آمادہ ہوجاتے ہیں - ہوشیار لوگ یہ جانتے ہیں کہ
ملکی انتظام کے ساتھ دینے اور اسمیں اسکی اعانت
کرنے میں اُنھیں کا فائدہ ہی - جو شخص سول پولیس
کا کہنا جب وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتی ہی ماننے
سے انکار کرتا ہی تو حقیقت میں وہ قانون سے انحراف
کرتا ہی - اور با قاعدہ اور مہذب ملک کے باشندوں
کی رائے قانون ملکی کو تقویت دیتی ہی - اگر یہ ایک
بار تسلیم کرلیا جائے کہ ملک میں امن و اماں ہر
صورت قائم رہنا چاہیے تو حکام کے لیے دو ہی
طریقہ ہیں - بدنظمیوں کو دور کرنے کے لیے یا تو فوج
سے کام لیا جائے جسکا نتیجہ جبر اور خونریزی ہے
یا سول پولیس سے ملائمت کے ساتھ کام لیا جائے
تاکہ بدنظمی غدر کی حد کو نہ پہونچ جائے برٹش انڈیا

کے لوگ جنگی ساری عمر امن و اماں میں گذری ہو مشکل سے سمجھ سکتے ہیں کہ ملکی جنگ اور جنگی احکام کے کیا معنی ہیں بعض اوقات جب مختلف قوموں میں معمول سے زیادہ جوش پیدا ہوجاتا ہے تو چند گھنٹوں کے لیے پولیس کی مدد کو فوج بلائی جاتی ہو لیکن اگر اس طریقہ سے فوراً امن قائم نہیں ہوجاتا تو سخت طریقوں کے اختیار کرنے کی ضرورت پڑتی ہو۔ اور جنگی قوانین کے خطروں میں پڑنا عقل کی بات نہیں ہو۔ پولیس والے کی انگلی سے دو طرح کی تنبیہ ہوتی ہو۔ وہ قانون ملکی کی بنا پر اُٹھائی جاتی ہو اور اسکے مطابق عمل نکرنا اُس قانون سے انحراف کرنا ہو لیکن اس سے وہ لوگ بھی متنبہ ہوجاتے ہیں جنکو اسکا خیال ہوتا ہوگا کہ پولیس کے پیچھے اور انتظامی فوجیں کھڑی ہیں یعنی وہ تعلیم یافتہ فوجیں جو کبھی اس طرح پر نہیں بلائی جاسکتیں کہ انکے ہاتھوں میں ہتیار نہوں اور انکے کیسہ کارتوسوں سے خالی ہوں۔

۸۷ - سپوئی ٹیو پولیس - سپاہیوں اور پولیس کے جوانوں میں بڑا فرق ہو - سپاہیوں کو شاہی فوج کہتے ہیں - اور پولیس صوبہ کی یا مقامی فوج کہلاتی

ہی۔ یا یوں کہیں کہ کل جنگی فوج ایک مرکز حکومت
یعنی گورنمنٹ کے تابع ہوتی ہی جو اپنے مرکز حکومت
سے اسکو حرکت دیسکتی ہی اور ہند کی جنگی قوتوں
کو جسطرح پر چاہے اکٹھا یا علحدہ کرسکتی ہے۔ پولیس
پرونشل گورنمنٹ کے متعلق ہوتی ہی اور وہی اسکو
مقرر کرتی ہی بعض اوقات اسکی تقرری کنسٹمنٹ کے
ہاتھ سے ہوتی ہی۔ پولیس کی تعداد بلحاظ آبادی یا
رقبہ کے کچھ معین نہیں۔ بمبئی میں تیئیس ہزار پانچسو
سات ہی۔ جو بہ نسبت اسکے جو مدراس میں ہے یعنی
بائیس ہزار اٹھاسی۔ کہیں زیادہ ہی۔ ممالک مغربی و
شمالی میں اسکی تعداد پچیس ہزار سات سو ہے جو
بہ نسبت بنگالہ کے تیئیس ہزار چھ سو ہی بہت زیادہ
ہی۔ جہاں کہیں بہت سی دیسی ریاستیں ہوتی ہیں
جنمیں مجرم انگریزی قلمرو سے بھاگ جاتے ہیں یا
جہاں کے لوگ زیادہ تر قواعد کی پابندی نہیں کرتے تو
وہاں کثیر التعداد پولیس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس
سول فوج کا خرچ وہ کنسٹمنٹ یا صوبہ گوارا کرتا ہی
جو اسے مقرر کرتا ہی بہر حال کبھی کبھی کسی خاص
گانو یا شہر یا جگہ میں وہاں کے باشندے امن و
اماں میں خلل ڈالنے کے لیے علی الاتصال ایسے

جرموں کے مرتکب ہوتے ہیں جنمیں معمولی پولیس
دست اندازی نہیں کرسکتی تو اس حالت میں یہ
مناسب نہیں کہ عام محصول دینے والوں یا دیگر
شہروں یا جگہوں کے باشندوں پر جو قاعدے کے
پابند ہیں ایسی جگہوں میں امن و اماں قائم کرنے
کے لیے جہاں کے چند باشندوں کی بد چلنی سے
خلل پڑا ہی اڈیشنل پولیس رکھنے کا بار ڈالا جاے
پس اڈیشنل پولیس گورنمنٹ خود مقرر فرماتی ہی-اس
سے بد امنی والے مقامات میں کام لیا جاتا ہے
اور ان لوگوں سے جو اس مفسدہ کے باعث ہوتی
ہیں یا بزدلی سے اُس سے اغماض کرتے ہیں اکی
تنخواہ دلائی جاتی ہی اور بعض اوقات اُن لوگوں
کو بھی جو بد امنی کے احاطہ میں زمینداری رکھتے
ہیں گو وہ خود وہاں نہیں رہتے اس زاید پولیس کی
اخراجات کا ایک حصہ دلایا جاتا ہی +

۸۸-رعایا-سب سے مضبوط انتظامی فوج جو کوئی
ملک اپنی اندرونی محافظت کے لیے رکھ سکتا ہے
رعایا کی نیک اندیشی اور باہمی ارتباط ہی- امن و
انتظام کی قوت کو بیحد بڑھانا آسان نہیں - یہ ایک
ایسی بات ہی جسمیں شہری خود جد و جہد کرسکتے ہیں

انگلستان میں حکام ملکی کی عزت اور مذہبی عقائد کا
لحاظ اور ان کی ہمدردی قومی عادات کے اجزا ہیں
اگر بڑے بڑے فرقے قانون پر چلتے ہیں اور کانسٹبلوں
کا کہا مانتے ہیں تو تکرار کی بہت کم گنجایش رہتی
ہے اگر ملکی اخبار شورش کے وقت ذی اختیار
حکاموں پر حملہ کرنے یا جھوٹھی افواہوں کے چھاپنے
سے باز رہیں تو رعایا فوراً اُنھیں کا طریقہ اختیار
کرے اور یہی طریقہ ہو جس سے سول پولیس کی
قابلیت کو ترقی دیجا سکتی ہو - وہ لوگ اسکو رشوت
کی لالچ دینے سے احتراز کر سکتے ہیں اور اگر پولیس
مذکور اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرتی ہے تو
فوراً اسکے افسر بالا دست کو وہ اطلاع کر سکتے ہیں
اور جس بے عنوانی کے وہ مرتکب ہوئی اسکی اطلاع
کر دینے سے محض فوجی امداد کی ضرورت رفع نہیں
ہو جاتی بلکہ اس سے کانسٹبلوں کے چال چلن اور
تہذیب کی اصلاح ہوتی رہتی ہو - پولیس کا چال
چلن زیادہ تر ان لوگوں کے اطوار پر منحصر ہے
جنمیں وہ کام کرتی ہے - جو لوگ ہندوستانی پولیس
کو برا بتاتے ہیں خود اپنی عقل سے دریافت کر سکتے
ہیں کہ کہاں تک وہ خود اور اُنکے ساتھ کے شہری

اُن عیوب اور برائیوں کے لیے قابل الزام ہیں در صورتیکہ یہ سول فوج انھیں کے فرقوں میں سے لیجاتی ہی۔اور اُسپر وہاں کے لوگوں کے خیالات کا زیادہ تر اثر پڑتا ہی ؛

باب دہم

صحت عامہ

۸۹ - سائینس یعنی علوم و فنون - اچھی اور معقول گورنمنٹ علوم و فنون سے قتل و خونریزی ہی میں کام نہیں لیتی بلکہ لوگوں کی جانیں بچانے میں بھی مدد لیتی ہی - اس پچھلے باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستانی فوج کی قوت اُسکی تعداد پر موقوف نہیں بلکہ فن حرب کے عاقلانہ برتنے اور دیگر فنون کی تعلیم پر مبنی ہی - انگریزی افسروں کو بہت تعلیم و تربیت دینا - نہایت باقاعدہ ہتیاروں اور حال کے سب سے بہتر لوازمات جنگ کا بہم پہونچانا - قدرتی اور مادی پیچیدگیوں کی اصلاح کرنا ہند کی جنگی فوج کی افضلیت کے اسباب ہیں - مثلاً خیال کرو کہ قدرتی اٹکاؤ بعض صورتوں میں کیونکر مفید ہوسکتے ہیں اور بعض میں مضر - دریا اور پہاڑ قلعوں کی جگہہ تجویز کرنے اور سرحدوں کو دشمنوں سے بچانے میں بہت مفید ہوتے ہیں - بعض وقت ان پہاڑوں

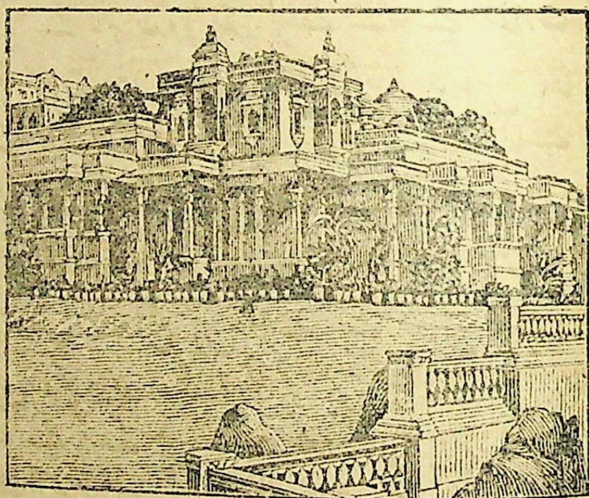
ہیں جو دشمنوں کی چڑھائی کے سد راہ ہوتے ہیں زمین دوز
راستے بنائے جاتے ہیں اور انڈس ایسے دریا پر
مقام سکھر میں پل باندھا جاتا ہے جس سے انجنیری
یعنی فن عمارت کا کمال ظاہر ہے۔ بجلی جو انسان کو
بد احتیاطی کے ساتھ چھونے سے اُسی جگہ ہلاک کردیتی
ہے لوگوں کی خبریں براہ خشکی و تری دنیا کے ایک
سرے سے دوسرے سرے تک لیجاتی ہے بغیر کسی
اندیشہ کے استعمال کیجاسکتی ہے۔ بارود جو دشمنوں میں ہلاکی
پھیلانے کا کام دیتی ہے ان طریقوں اور نیز دیگر صورتوں
سے بوجہ سائنس انسان کو اپنی حفاظت اور دشمنوں
کے قتل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ مگر خوشی کی بات یہ
ہے کہ سائنس میں جان بچانے اور انسان کی تندرستی
اور خوشی کو ترقی دینے کی قوت کچھ کم نہیں۔

۹۰۔ جہالت۔ خیالات باطلہ اور عام جہالت کی وجہ سے
بعض اوقات سائنس یعنی علوم و فنون کی ناقدری
کیجاتی ہے پس اسواسطے یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ لوگوں
کو تعلیم و تربیت کرے اور اُنھیں تجربہ سے سکھلائے
کہ نقصانوں میں کمی۔ بیماروں کی صحت اور امراض
کے پھیلنے کا انسداد خود اپنی کوشش سے کیونکر ہوسکتا
ہے۔ اگر کوئی شخص غفلت سے چلنے کے باعث کسی

کھلے کنوئیں میں جا پڑے اور اس سے اُسکی ٹانگ
ٹوٹ جاے یا وہ ہلاک ہوجاے تو اس بد قسمتی
کا الزام اُسی کو دینا واجب ہی۔ زندگی اور موت خدا
کے ہاتھ ہی مگر اُسنے انسان کو سمجھ آنکھ اور ہاتھ پاؤں
دئے ہیں تاکہ وہ اپنی جان و جسم کی حفاظت کرے۔
کوئی مذہبی آدمی ایسی آفتوں کا الزام خدا کو نہ دیگا
جس سے وہ مناسب تجربہ اور احتیاط کرنے سے بچ
سکتا ہی۔ سائنس سے یہ بات خوب واضح ہوگئی ہی
کہ گندہ پانی۔ میلے کپڑوں اور اصول صحت کیطرف
عدم توجہی سے موت اور مرض کے مواد پیدا ہوتے
ہیں۔ زمانہ قدیم کے آرین صفائی کا بہت خیال رکھتے
تھے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہی کہ صفائی بہشت کی
کنجی ہی۔ لیکن ان باتوں سے جو اُنھیں بادی النظر میں
دکھلائی نہیں دیتیں غفلت اور چشم پوشی کرتے ہیں
بغیر خردبین یا علمی آلات کے جنسے حکما کو اپنی آنکھوں
سے ایک قطرہ گندہ پانی میں اُن جاندار چیزوں کے
جو ہیضہ وبا اور دیگر مہلک امراض کا باعث ہوتی ہیں
دیکھنے کا موقع ملتا ہی ہم اُنکے وجود کا انکار کر دیا
کرتے ہیں لیکن یہ جاندار چیزیں کچھ نہ کچھ پانی میں
ضرور ہوتی ہیں اور چاہے ہم انکو دیکھیں یا نہ دیکھیں

وہ بیرحمی سے ہمکو ہلاک کرتی رہتی ہیں۔ لہذا ہمیں گندہ
پانی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ زخموں کے باندھنے میں
صاف پانی کی طرح صاف کپڑے کی بھی بہت ضرورت
ہی۔ چند برس ہوئے یورپ کے بعض ہسپتال گراکر پھر
سے بنانے کے لائق تجویز ہوئے تھے کیونکہ ایسا
گمان کیا جاتا تھا کہ اُنکے جملہ تختوں اور دیواروں میں
امراض کے ایسے مادہ پیوست ہوگئے ہیں جنکے دور ہونی
کی کوئی اُمید نہیں مگر لارڈ لسٹر نے یہ بات دریافت کی
کہ زخموں کی بندش میں تھوڑی سی تبدیلی بہ نسبت اور
اوزاروں کے جن سے کام لیا جاتا ہی کمال صفائی
ہلاکی کو روکنے کے لیے کافی ہی اور اب وہی ہسپتال
جو نکمے اور بیکار تجویز کیے گئے تھے یورپ کے سب سی
زیادہ صحت بخش مقاموں میں تصور کیے جاتے ہیں
ان چند مثالوں میں جو فن طب کے متعلق خدا کے
فضل و کرم سے تحقیقاتیں کی گئی ہیں انسان کے لیے
ایسی مفید ثابت ہوئیں ہیں جیسے تار یا برق۔ اب
ہندوستان یورپ کے ساتھ ان نئی ایجادوں کا لطف
اُٹھاتا ہی اور اُسکے مختلف صوبوں کی گورنمنٹوں نے
جہان تک اُسکے امکان میں تھا ان چیزونکو ہندوستانیوں
تک پہونچایا۔ پس یہ ہمارا ہی قصور ہی کہ ناواقفیت یا

تعصب کی وجہ سے ہم اُن فوائد سے محروم رہیں جو
سائینس کی وجہ سے ہمیں نصیب ہوئے ہیں -
۹ - شفا خانے - منجملہ ان کاموں کے جو پہلے پہل
انگریزی حکام نے ہند میں کیے ہسپتالوں اور خیراتی
شفا خانوں کا زخمیوں اور مریضوں کے علاج کے لیے



والٹر ہسپتال تعمیر کردہ مہاراجہ اودیپور

تعمیر کرنا تھا - دیسی ریاستوں کے فرمانرواؤں نے بھی
انکی تقلید میں کوتاہی نہیں کی - ان شفا خانوں کی
قدر ہر سال بڑھتی جاتی ہے مگر اب بھی ہندوستان
میں بہت سے ایسے جاہل ہیں جو یہ بھول جاتے
ہیں کہ دیہی لوگ ہسپتال جاتے ہیں جو نہایت ہی

بیمار ہوتے ہیں اور جب کوئی اُنمیں مرجاتا ہی تو وہ مریض
کی حالت ردی پر محمول نہیں کرتے بلکہ ڈاکٹروں کا
قصور بتاتے ہیں۔اس بدظنی میں وہ وحشی قومیں جو
ہندوستان کے سرحد باہر رہتی ہیں اسقدر شرکت نہیں
کرتیں۔جب کبھی اُنکے ملک کو دیکھنے بھالنے یا برٹش
انڈیا کے باہر حدود مقرر کرنے کے لیے سفارت بھیجی
جاتی ہی تو بیشمار مریض اُس ڈاکٹر کو جو اس سفارت
کے ساتھ جاتا ہی ہر وقت معالجہ کے لیے چاہیے طبابت
کے متعلق ہو یا جراحی کے گھیرے رہتے ہیں۔اسطرح
خیراتی شفاخانوں اور ہسپتالوں میں جو سلطنت ہند کی
سرحدوں پر واقع ہیں کثرت سے پٹھان بلوچی اور
چینی وغیرہ جو انکے فوائد کو بخوبی سمجھتے ہیں علاج
کے لیے آتے ہیں۔خود ہندوستان میں ہسپتالوں کی
بے اعتباری لوگوں کے علم و جہل کے مطابق بدلتی
جاتی ہی۔چنانچہ بمبئی میں بہ نسبت بنگالہ کے لوگ
ان شفاخانوں کا زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔لیکن ہرگاہ
کہ ہر شخص ہسپتال میں جا سکتا ہی اور مریضوں کے
دوست خود اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح
بیماروں کا معالجہ کیا جاتا ہی تو رفتہ رفتہ اعتبار بڑھتا
جائیگا۔اس بات کے خیال کرنے سے ایک طرح پر

طمانیت ہوجاتی ہی کہ دو ہزار دو سو گیارہ شفا خانے
ہند میں جاری ہیں اور جنمیں رہنے والے مریضوں کی
سالانہ تعداد تین لاکھ اڑتالیس ہزار ہی اور اُن بیماروں
کا شمار جو محض علاج کے لیے آتے ہیں ایک کرور
بچاس لاکھ اٹھاسی ہزار ہی۔ بنگالہ میں بہ نسبت ممالک
مغربی و شمالی یا پنجاب و مدراس کے بہت کم لوگ
ہسپتال میں معالجہ کے لیے آتے ہیں اور بمبئی میں
بنگالہ سے کسیقدر زیادہ مگر جب صوبۂ بمبئی کی قلیل
آبادی کا خیال کیا جاتا ہی تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ہندوستان کے کسی صوبہ میں اس سے زیادہ لوگ
ہسپتالوں میں علاج کے واسطے نہیں آتے ہیں۔
۹۲۔لیڈی ڈفرن۔کوئی شخص یہاں تک کہ یورپ
میں بھی خوشی کے ساتھ ہسپتال میں نہیں آتا۔ضرورت
لوگوں کو مجبور کرتی ہی کیونکہ وہ اپنے دلوں میں خیال
کرتے ہیں کہ بعض بعض زخموں اور بیماریونکا ہسپتالوں
میں بہ نسبت گھروں کے زیادہ تر توجہ اور قابلیت کے
ساتھ معالجہ ہوتا ہی۔کسی کو اسکی امید نہیں کرنی چاہئے
کہ فطرتی نفرت جو بچّوں اور عورتوں کو ہسپتالوں سے
ہی عاقلانہ کوشش سے بسہولیت زائل ہوجائے گی۔
مشرقی رسوم بھی زیادہ تر پردہ نشین عورتونکو سرکاری

شفاخانوں میں علاج کے لیے جانے سے مانع ہوتی ہیں
اور یہ بات لابدی ہی کہ بچے ہسپتالون کو نظر خوف



ہار ہائینس ڈچس آف کناٹ

دیکھیں اور انکے مہربان والدین اپنی اولاد کی خواہشیں
پوری کرنے پر گو نقصان ہی کا اندیشہ کیوں نہ ہو

آمادہ ہوجائیں - تو پھر کیا بیچین عورتوں اور بچوں کے
لیے جنکلے دُکھ درد میں فن طب سے تخفیف و تسکین
ہوسکتی ہو کچھ نہیں ہوسکتا - یہ مسئلہ جب مارکوئس آف
ڈفرن و آوا اس ملک کے عہدہ جلیلہ پر یعنی وائیسرائے
ہوکر تشریف لائے تو اُنکی بیگم کے حضور میں پیش ہوا
لیڈی ڈفرن کا نام ہمیشہ اس راحت رسانی کی تجویز
کی وجہ سے قائم رہیگا - جب لوگ اسکی پوری پوری
قدر کرنے لگیں گے تو اس تجویز سے بہت بڑا اور
عام فائدہ ہوگا - لیڈی ڈفرن نے یہ تدبیر نکالی کہ
بعض بعض مقاموں میں بچوں اور عورتوں کے لیے
ہسپتال بنائے جائیں اور اُنہیں اور جہاں کہیں اور
ضرورت ہو تعلیم یافتہ ہندوستانی دائیاں رکھی جائیں
جو عندالضرورت لوگوں کے گھروں پر بھی معالجہ کے
لیے جایا کریں - انکی دونوں تجویزوں میں بہت کچھ
کامیابی ہوئی ہو پہلی تجویز کی مثال امراوتی کا زنانہ
ہسپتال ہو اور راج کوٹ کا جسکو نواب جونا گڑھ نے
تعمیر کرایا ہو - ہندوستان کے اکثر حصوں میں دائیاں
تعلیم پا رہی ہیں اور انکی ازبس ضرورت ہے - یہ
امید کیجاتی ہو کہ ایک دن ہندوستان کے ہر ہر بڑے
شہر یا گانوں سے ہسپتالوں میں ہندوستانی عورتیں

دایہ گری کا فن سیکھنے جائینگی اور تحصیل کر کے اپنے گھر آکر اپنے پڑوسیوں کو عندالضرورت مدد دینگی۔ تاکہ اس تجویز میں کامیابی ہو اس بات کی کوششیں کیجاتی ہیں کہ ہر ہر جگہ کمیٹیاں کر کے اس کام میں صرف کرنے کے لیے روپیہ فراہم کیا جاوے۔ اکثر ہندوستان کے نوابوں اور متمول شہریوں نے لیڈی ڈفرن کی تجاویز سے کمال رغبت و دلچسپی ظاہر کی ہی۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ جب یہ دائیاں تعلیم پائیں گی تو اس تجویز کو بہت کچھ فروغ ہوگا اور اس سے کثیر التعداد بیمار عورتوں کو جنکا مردوں کی ہمدردی پر بہت کچھ دعویٰ ہے طبی مدد پہونچیگی۔

۹۳۔ امراض سے بچنا۔ یہ کیا خوب کسی نے کہا ہی کہ بیماریوں سے بچتے رہنا۔ اُنسے صحت پانے سے بہتر ہی۔ در آں حالیکہ ہند کی گورنمنٹ محض ہسپتالوں خیراتی شفاخانوں یا دائیوں کے بہم پہونچانے پر قناعت نہیں کرتیں۔ سائنس سے یہ بات معلوم ہوئی ہی کہ بعض بعض امراض کا جو ہندوستان کو ویران کردیا کرتے تھے کس طرح انسداد و اختصار ہوسکتا ہی منجلہ ان امراض کے جنسے لاکھوں آدمی ہر سال ہلاک ہوتے تھے ایک چیچک تھی جس سے کبھی لوگ بہت ہی ڈرتے تھے۔ پورب یا پچھم کے باشندے بحیثیت انسان ہونے

کے ایک ہیں - پس ہرگاہ کہ وکیسی نیشن یعنے ٹیکا
لگانے کی وجہ سے یورپ سے چیچک مفقود ہوگئی
لہذا انھیں طریقوں کے ہند میں بھی اختیار کرنے سے
ویسے ہی نتائج کی امید کیجا سکتی ہی فیصدی تیس
ہندوستانی لڑکوں کو ہر سال ٹیکا لگایا جاتا ہی اور جب
لوگ تجربہ سے اس سیدھی سادی تدبیر کی تعجب انگیز
کامیابی دیکھیں گے تو امید کیجا سکتی ہی کہ چند برس
میں بہت زیادہ بچے چیچک نکلنے کے خطرے سے
محفوظ رکھے جائینگے منجملہ دیگر تدابیر کے جو برٹش گورنمنٹ
نے امراض روکنے کی نسبت کیں سب سے ضروری
صاف پانی کا بہم پہونچانا اور بدر رو کے طریقوں اور
قانون حفظ صحت کی اصلاح کرنا اور محکمہ صفائی کا
قائم کرنا ہی - کرورہا روپیہ ہندوستان کے شہروں اور
بڑے بڑے قصبوں میں دور سے اور صاف چشموں
صاف نلوں اور نالیوں کے ذریعے سے لوگوں کے
لیے وافر پینے کا پانی بہم پہونچانے میں صرف کئے گئے
ابتداءً اس نہایت عمدہ اصلاح سے کسیقدر لوگوں نے
مخالفت کی تھی - لیکن جہاں کہیں اُن کنوؤں اور تالابوں
کا پانی لوگوں نے استعمال کرنا چھوڑ دیا ہے جن میں
بارش یا نالوں کا پانی بہکر جایا کرتا تھا اموات کی تعداد

ایسی کچھ گھٹ گئی ہی جس سے تعجب ہوتا ہے - البتہ ابھی دیہات میں بہت کچھ کرنا باقی ہی لیکن لوگوں کو خود دیہاتیوں کو اس بات کی ترغیب دلانے میں ہر طرح سے کوشش کرنی چاہیے کہ جن کنوؤں کا پانی وہ پیتے ہیں اُنھیں دیگر کنووں سے جو نہانے دھونے کے کاموں میں آتے ہیں علیحدہ رکھیں - اسی طرح سے میونسپلٹیوں اور دیہاتوں دونوں میں بدرو اور کوڑے پھینکنے کی طرف زیادہ توجہ ہونا چاہیے لوگوں کو فرداً فرداً یا اُنکے گروہوں کو بہیئت مجموعی رائے نیک دینے کے لیے ہوشیار افسروں کا ایک سینٹری بورڈ یعنے جلسہ حافظان صحت اکثر صوبوں میں قائم کیا گیا ہی - جسکی وجہ سے موت کی بہت سی صورتوں میں جیسے ہیضہ - اسہال - بخار - جس سے بہیئت مجموعی اب بھی ساٹھ لاکھ آدمی ہر سال ضائع ہوتے ہیں معمولی موسموں میں بظاہر تخفیف ہوگئی ہی -

۹۴ - قحط زدوں کی امداد - جب کبھی بارش نہونے کی وجہ سے غلہ پیدا نہیں ہوتا تو برٹش گورنمنٹ قحط سے مقابلہ کرنے کے لیے بہت بڑا اہتمام کرتی ہے - ملک کی جملہ فوجیں یعنی اراکین و ملازمین سلطنت بلاکر ایسے دشمن سے لڑائی جاتی ہیں جسکے مقابلہ میں ہند

کی سابقہ حکومتوں نے کبھی ایک اُنگلی بھی اُٹھانے
کا قصد نہ کیا تھا - اگلے زمانے میں حکام اپنے تئیں
مجبور سمجھے تھے اور قحط زدوں میں سے جو جیتے بچ
جاتے تھے قحط سے اس طرح نجات پاتے تھے کہ وہ
خود اپنے تئیں یا اپنے لڑکے بالوں کو کھانے کے
عوض بطور غلام کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرڈالتے
تھے مگر اب گورنمنٹ ایسے عاجزوں اور بیچاروں کی
امداد کرتی ہی اور جو قحط کی مصیبتوں کے بعد بچتے ہیں
اُنکی آزادی اور معمولی پیشوں کو بدستور بحال رکھتی ہی
اس غرض کے حاصل کرنے کے لیے اسی طرح پر
عمل کیا جاتا ہی جیسے کسی بیماری کے انسداد کے لیے
یعنی محافظت اور صحت - قحط کے جملہ اسباب کا روکنا
انسانی قوت سے باہر ہی - انسان ٹڈیوں کے دلوں کو
اکٹھا ہونے سے منع نہیں کرسکتا اور نہ طوفان ہی کو
بالکل روک سکتا ہی اور نہ طاعون کا انسداد کرسکتا ہی -
اگر منجانب اللہ معمولی موسمی ہوا میں فتور پڑے تو وہ
پانی کے برسانے میں کچھ بھی نہیں کرسکتا پس ہندوستان
کے حصّوں میں جبتک یہاں کی آب و ہوا میں تغیر
نہیں ہوتا قحط ضرور پڑینگے مگر غلہ کی کمیابی کو قحط کے
درجے تک نہ پہونچنے دینے کی نسبت یا واقعی ایسے

قحطوں کی حد تک جنکے بابت تاریخوں میں دیکھا ہی کہ
اٹھارھویں صدی میں یا اُس سے پیشتر پڑے تھے
بہت کچھ ہوسکتا ہی۔ قحط سے محفوظ رکھنے والی تدبیروں
میں سے بعض بیان کیجاتی ہیں یہاں بھی سائنیس
سے ویسی ہی مدد ملتی ہی جیسے ٹیکا لگانے اور
فن سپہ گری میں محکمہ حوادث سماوی کی سال بھر
کی رپورٹوں سے ہر طرح کی آگاہی و اطلاع ہوتی ہی
یہ رپورٹیں برف کے گرنے آندھیوں کی سمت و شدت
اور ہواؤں کی نسبت ہوتی ہیں اور انہیں ہند کے
باہر کے ملکوں اور سمندروں کے کُرہ ہوا کے حالات
ہوتے ہیں آفتاب کے سطح اور اُسکے داغوں کا
بھی امتحان کیا جاتا ہی ان جملہ وسیلوں سے اگلے
موسم کے لیے کسیقدر تدبیر کرنا ممکن ہی پس اس
قیاس اور تخمینہ کے مطابق انتظامات کیے جاتے ہیں
کہ مبادا اگر پانی نہ برسے تو انپر عمل درآمد ہو سب سے
بڑھکر یہ بات ہی کہ جب لوگوں کو قحط کے آثار معلوم
ہوجاتے ہیں تو وہ غلّہ کے صرف کرنے میں کفایت
شعاری کو دخل دیتے ہیں۔ قحط سے بچانے کا سب
سے بہتر یہ طریقہ ہی کہ آبپاشی کے کام کو جہاں تک
ممکن ہو ترقی دیجائے۔ مگر تاہم اگر ضرورت کے بقدر

پانی اکٹھا بھی ہو سکے تو زمین کو بغیر خراب یا غرق کئے
یا محل انجرات فاسدہ بنائے یہ بات ممکن نہیں تاہم
بہت کچھ انتظام حال میں کیا گیا ہے۔ برٹش انڈیا کی
اُن آراضیوں کو چھوڑکر جنکے کاغذات مرتب نہیں کئے
جاتے اُنیس ۱۹ کرور ستر لاکھ ایکر مزروعہ اراضی میں سے
ایک کرور ایکر سے زیادہ زمین کی آبپاشی نہروں کے
وسیلہ سے ہوتی ہے جسکا پورا پورا حساب و کتاب رکھا
جاتا ہے اور تالابوں کے ذریعہ سے بھی اسیقدر رقبہ کی
زمین سینچی جاتی ہے۔ یہ حساب کیا گیا ہے کہ بارہ کرور
آدمیوں کی غذا کی نسبت ان وسائل کی وجہ سے اطمینان
ہے۔ ریلوں کا بھی وجود قحط سے بچانے کا بہت بڑا ذریعہ
ہے اور برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان میں بیس ہزار
ایک سو دس میل ریل کی سڑک جاری کی ہے جسکے
ذریعہ سے قحط زدوں کو خوراک پہونچ سکتی ہے اور
کچھ لوگ قحط والے ملک کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ہندوستان
کے جنگلوں پر جو توجہ کی گئی اس سے ہمیں اغماض
نکرنا چاہیے یہ جنگل ایک لاکھ اکیس ہزار میل مربع میں
ہیں اور اُنکے محفوظ رکھنے سے بارش پر بہت بڑا اثر
پڑتا ہے۔ اگر دامن کوہ سے جنگل صاف کردئے جائیں تو
قانون قدرت کا بڑا اثر رطوبت کے پیدا کرنے۔ اسکے قائم

رکھنے اور بادلوں کو کھینچ لانے کا برباد ہوجاے - ان
وسائل سے زمانۂ حال کی تنگی اور کمیابی غلہ کے بہت
سے موسم جو اگلے زمانہ میں قحط ہی کے سال ہوسکتے
بہرنوع بسر ہوگئے -

۹۵- تجارت کی آزادی - زمانۂ قدیم میں جب کسی
ریاست یا صوبہ میں قحط کا اندیشہ ہوتا تھا تو اس بات
کی منادی ہوجاتی تھی کہ غلہ کا باہر جانا موقوف کردیا
جاے اور خود گورنمنٹ غلہ خریدکر اُس ملک میں لاے -
مگر تجربہ سے اس طریقہ کی خرابیاں ثابت ہوئیں ہاستثنا
اُن شاذ و نادر حالتوں کے کہ جب راستے ناقص تھے
اور تجارت کے حوصلہ بہت پست - جب دور تک غلہ
کمیاب ہوتا ہی تو سیکڑوں ہزاروں تاجروں کے اتفاق
کی ضرورت ہوتی ہی - اگر گورنمنٹ انکے کاروبار میں
مداخلت نہیں کرتی تو وہ اپنے ذاتی فائدوں کیواسطے
باہر کے ملکوں سے جسقدر غلہ ملسکتا ہی خرید لاتے
ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں لیکن
جب گورنمنٹ خود تجارت اختیار کرتی ہی تو یہ تاجر ڈرکر
علیحدہ ہوجاتے ہیں - اور انکا اتفاق جاتا رہتا ہے
اور سرکاری ملازموں کو جنپر اور فرائض کی بھی تعمیل
واجب ہی عام رعایا کے لیے غلہ بہم پہونچانا اپنی قدرت

سے باہر معلوم ہوتا ہی - اسمیں کچھ شک نہیں کہ گورنمنٹ
کسی خاص شہر میں بہت سا غلہ لاسکتی ہی مگر اس خبر
کے سُنتے ہی صدہا مَر بھکھے آ پڑینگے اور اسکے استحصال
میں بہت سے تو محروم رہینگے اور بہت کچل کر ہلاک
ہوجائینگے - راحت رسانی کا مناسب طریقہ یہی ہے کہ
بہت سے مقاموں میں کھانا تقسیم کیا جاے اور یہ
بات اُسی حالت میں حاصل ہوسکتی ہی جب بہت سی
آزاد آڑھتیں خود اپنے نفع کے لیے بلا مقابلہ و مداخلت
گورنمنٹ کام کریں - ہاں گورنمنٹ اُنکی کوششوں میں
اسطرح پر مدد دیسکتی ہی اور اُسکو لازم یہی ہی کہ وہ
صحیح صحیح ان لوگوں کی تعداد جنھیں خوراک کی ضرورت
ہی اور مختلف مقاموں لے نرخ اور اُن حصوں کی
فصول کی کیفیت جہاں قحط کا اثر نہیں ہوا فراہم
کرکے چھاپ دے ریلوں اور عمدہ سڑکوں کی وجہ سی
اور صاحب سرمایہ تاجروں میں مقابلہ کا خیال پیدا
ہوجانے سے نج کی تجارت جب وقت پر امور مذکورہ
بالا کی اطلاع دیجاے گورنمنٹ کی تجارت سے زیادہ تر
نفع پہونچا سکتی ہی - پس تجارت کی آزادی قحطوں
کے روکنے اور اُنکے دور کرنے میں نہایت قدرت
رکھتی ہے -

۹۶-کام اور خیرات- سرکاری کاغذات سے معلوم ہوتا ہی کہ ۱۶-جون ۱۸۹۷ء کو بیالیس لاکھ چالیس ہزار تین سو سینتس تنگ دستوں کی ہندوستان میں دستگیری کیجاتی تھی جنمیں سے کچھ تو جانچ کے کام میں تھے اور زیادہ تر امدادی کام میں اور مابقی کی یوں ہی اعانت کیجاتی تھی اُن جملہ لوگوں سے جو پھاوڑا چلا سکتے ہیں یا ٹوکری ڈھو سکتے ہیں تنخواہ دیکر کام لینا اور ناتوانوں مریضوں اور اُن لوگوں کو جو ہاتھ پانوُں کے کام سے عاجز ہیں خیرات دینا قحطی امداد کے پکے اصول ہیں- کبھی کبھی یہ بحث کیجاتی ہی کہ اُن لوگوں سے کام لینا جنکو کام کرنے کی عادت نہیں ایک طرح کی سختی ہی مگر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوجاتا ہی کہ کام سے گورنمنٹ اور رعایا دونوں کا نفع متصور ہے جنھیں قحطی امداد کی ضرورت ہو اُنھیں کام کرنے سے جسمانی اور دماغی دونوں طرح کے نفع پہونچتے ہیں- ان کے بدن اگرچہ ناتواں ہوتے ہیں کسیقدر جسمانی ورزش سے صحیح و سالم رہتے ہیں اور قحط زدوں کی عزت اس بات کے خیال سے بنی رہتی ہی کہ جو مزدوری اُنھیں ملتی ہی اُسکے عوض وہ کام کردیتے ہیں- پس مزدوروں کی نسبت مفلسی کی وجہ اُسے خیرات لینا

نہیں کہا جاسکتا - ایک اور سبب ہی جس سے قحط زدوں
سے کام لینے کے لیے اُنکے گروہ بنائے جاتے ہیں -
اس گروہ بندی کی وجہ سے بلا وقت مناسب مقاموں
میں وہ لگا دئے جاتے ہیں اُنکی ایک تعلیم یافتہ فوج
کی سی حالت ہوجاتی ہی اور اُنکی تندرستی کی اور مزدوری
پانے کی مناسب نگرانی ہوسکتی ہی - یہ کوئی چھوٹی سی
بات نہیں خصوصاً جب ہزارہا بندگان خدا ایک جگہ
میں مجتمع ہو جائیں -
لیکن اس انتظام سے اس ملک کے عام لوگوں کا
اور نیز اس جماعت کا فائدہ مقصود ہی - قحطی امداد کے
مصارف سے ملکی خزانہ پر بہت بڑا بار پڑتا ہے یا
یوں کہیں کہ ہندوستان کے محصول دینے والوں
کو یہ بوجھ اُٹھانا پڑتا ہی - بہر نوع اگر یہ ملک ایک سال
قحط سے مقابلہ کرنے کے لیے کوتاہ اندیشی سے غیر
ضروری قرضوں کا بار اپنے اوپر لادلے تو جب
مالگذاری گھٹ جائیگی یا اُسکی تحصیل ملتوی کرنا پڑیگی
تو آخر کو اسکی حالت ابتدا سے بھی بُری ہوگی - لہذا
ٹسٹ ورک یعنی جانچ کے کام سے جسکا اوپر ذکر ہوا
اور جسمیں قحط کی ابتدائی حالت میں مزدوری یا امداد
اُنھیں لوگوں کو دیجاتی ہی جو کام کرنا چاہتے ہیں قحطی

امداد کی ضرورت بخوبی ظاہر ہوجاتی ہی- جبتک لوگ کام کرکے اپنی مزدوری سے بسر کرسکتے ہیں تو اُنھیں خیرات دیگر روپیہ برباد نکرنا چاہیئے وہی لوگ کام کرنے جاتے ہیں جو نہایت حاجتمند ہوتے ہیں- محض مزدوری کے گھٹانے اور قحطی امداد کے لیئے کام کی شرط لگا دینے سے کفایت نہیں ہوتی- بلکہ گورنمنٹ کی اس کام سے جو اسطرح ہوجاتا ہی کسیقدر بچت ہوتی ہی جب جانچ کے کام سے ثابت ہوتا ہی کہ لمبی چوڑی قحطی امداد کی واقعی ضرورت ہی تو رلیف ورک یعنی امدادی کاموں میں مزدور لگائے جاتے ہیں- پس ریل کے پشتے باندھے جاتے ہیں- نہریں کھودی جاتی ہیں یا تالاب بنائے جاتے ہیں یہ سچ ہی کہ مزدور کمزور ہوتے ہیں اور جو کام وہ کرتے ہیں وہ اتنی مزدوری کے لائق نہیں ہوتا جو اُنھیں دینا پڑتی ہی مگر تاہم کچھ کام تو ضرور ہوتا ہی- اس صورت میں اُن محصول دینے والوں کو جنھیں قحطی امداد کا مطالبہ دینا پڑتا ہی اُن لمبے چوڑے مطالبوں کا کسیقدر معاوضہ ملجاتا ہی- اور یہ بات کہ امداد بلا خدمت اور خیرات اُنھیں لوگوں کو ملنا چاہیئے جو سن رسیدگی- بیماری یا کسی اور معقول وجہ سے کام نہیں کرسکتے ہر شخص تسلیم کرتا ہی- مگر اس

بات سے کہ جو لوگ قحطی امداد چاہتے ہیں انھیں دن بھر کا کچھ کام کرنا چاہیئے محصول دینے والوں پر بہت سختی نہیں ہوتی اور امداد پانے والوں کو نفع پہونچتا ہے۔

۹۷-طاعون۔شاذ و نادر زمانوں میں ایک ناگہانی اور خوفناک بیماری پھیل جاتی ہی جس سے بلیک ڈتھ یا بیوبانک پلیگ کی طرح پورے پورے شہروں کے برباد ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہی۔اور جو باقی رہجاتے ہیں اُنپر تباہی پڑجاتی ہی ایسے موقعوں پر اگر خطرہ زیادہ ہوتا ہی تو گورنمنٹ کا فرض ہی کہ لوگوں کو اس سے بچا دے چاہے یہ امر اُنکی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہو ۱۸۹۶ء میں چند لوگ بمبئی میں طاعون میں مبتلا ہوئے اور چند ہی مہینوں میں اس شہر کے نصف باشندے مارے ڈر کے بھاگ گئے اور اپنے ساتھ ہند کے دیگر حصوں میں یہ خوفناک بیماری جو بھاگتے وقت انکا تعاقب کرتی چلی گئی لیتے گئے۔اور طاعون جو ایک ہی شہر میں رہتا ان وجہوں سے کئی مقاموں میں پھیل گیا۔کسی مقام میں کچھ سے زیادہ اس بیماری کی شدت نہیں ہوئی اسکی یہ وجہ تھی کہ جو لوگ یہاں اس منحوس بیماری میں مبتلا ہوئے یا جن کے یہاں انکے دوستوں نے آکر انتقال کیا وہ تندرست

لوگوں سے علیحدہ نہیں رکھے گئے۔ پس ان مردوں
کے اغرہ کے ذریعہ سے یہ مرض متعدی اوروں کو
لگ گیا اور ایک خوفناک مری پھیل گئی ریاست گوالیار
کے ایک گانو کا جسکے گرد مہاراجہ سندھیا کی فوج فوراً
متعین کردی گئی تھی نہایت عاقلانہ انتظام تھا۔ یہاں
ایک محدود خطہ کے باہر جبتک کہ بیماری مذکور کے
لگنے کا خطرہ رفع نہو لیتا کوئی نہیں جا سکتا تھا۔
بیوبانک پلیگ یعنی طاعون ایسی بیماری کو بلا تدارک
چھوڑ دینے میں ہر شخص کو غور کرنا چاہئیے پہلے تو
چھوت پھیل جاتی ہی اور جنگل کی آگ کی طرح جب
اسکے روکنے میں اقدام نہیں کیا جاتا تو جو کچھ سامنے
پڑتا ہی خاک سیاہ کرڈالتی ہی۔ یہ ناپاک بیماری انسان
کی حیات کو کالعدم کرڈالتی ہی۔ دوسرے یہ کہ بہت
دور دور کی قومیں گو انکے ملک اور ہند کے درمیان
بڑے بڑے ممالک اور سمندر واقع ہیں اس سے
خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور اُس جگہ کی پیدا وار
اور اموال تجارتی کے خریدنے سے انکار کرتی ہیں
جہاں یہ خوفناک بیماری پھیلی ہوتی ہی۔ اس صورت
میں لاکھوں تندرست آدمیوں کی محنت و مشقت کے
نتائج اور پیشہ عبث ہوجاتے ہیں اور پھر برسوں میں

تجارت کی پُرانی حالت پیدا ہوتی ہی یا اُسکا پیشتر کا سا
اعتبار جمتا ہی لہذا اسی حالت میں کہ جب انسانی حیات
کی ضروریات خطرہ میں پڑجاتی ہیں تو گورنمنٹ کا فرض
ہی کہ وہ مداخلت کرے - وہ دوا علاج کے متعلق
اُنکی مدد کرتی ہی اور مریضوں کو نیک نصیحت دیتی
ہی - گورنمنٹ اُن مقاموں کی صفائی کے وسایل
جہاں یہ مرض پھیلا ہوتا ہی بہم پہونچا سکتی ہی اور
اس بیماری کے پھیلنے کی خبریں فراہم کرکے مشتہر
کرسکتی ہی اور یہ بھی بتا سکتی ہی کہ اس سے بچنے
کی سب سے بہتر کیا تدابیر ہیں - مگر اس مرض مہلک
سے لوگوں کے بچانے میں کامیابی محض گورنمنٹ
ہی کی کوششوں پر منحصر نہیں بلکہ رعایا اور ہر ہر
شہری کو بھی توجہ کرنا چاہیے - دنیا میں کوئی ایسا
مہذب ملک نہیں جہاں کے لوگ طاعون کے روکنے
کے بابت اپنی گورنمنٹ اور اپنے شہریوں کی کوششوں
کا پورا پورا شکریہ نہ ادا کرتے ہوں - کسی اور طریقہ
سے نہ تو جانیں ہی بچ سکتی ہیں اور نہ حرفت و
تجارت ہی نقصان سے محفوظ رہ سکتی ہی -

۹۸ - شہر کے بازار - طاعون کے پھیلنے کا انسداد
گورنمنٹ تو ہر طرح سے کرتی ہی مگر منتظموں کی اور بھی

جماعتیں ہیں خصوصاً ممبران میونسپلٹی جو اپنے اختیارات
سلف گورنمنٹ سے عاقلانہ کام لیکر ہمیشہ صحت خلائق
کو نفع پہونچا سکتے ہیں۔ صاف پانی تندرستی کو بہت
نافع ہی مگر غذا کی صفائی میں بھی غفلت نہ کرنا چاہئے۔
گندہ پانی دودھ میں ملا دینے یا کھانے کی چیزیں کھلی
ہوئی گندی دوکانوں اور بے ڈھلے بازوروں میں
رکھنے سے اکثر ہیضہ اور دیگر امراض پھیل جاتے
ہیں اسی وجہ سے اکثر میونسپلٹیاں بازار تعمیر کراتی
ہیں جہاں سوداگر اپنا مال معقول صفائی اور تازگی
سے فروخت کرسکتے ہیں۔ ترکاری اور دیگر چیزوں
کے خریدنے کی جگہ علیحدہ ہونے سے لوگوں کو
بھی سہولت ہوتی ہی قطع نظر اسکے ایک پبلک بازار
معقول ضوابط کی پابندی سے صاف اور ستھرہ رہ
سکتا ہی اور وہاں اجناس کی نگرانی اور اس بات
کے دیکھنے کا موقع ملتا ہی کہ کوئی ایسی چیز تو
فروخت ہونے کے لیے نہیں رکھی گئی جو مضر صحت
ہی۔ اس اہتمام اور اسی طرح کے دیگر انتظاموں سے
برٹش گورنمنٹ بیماریوں کے پھیلنے کا انسداد اور
صحت خلائق کو ترقی دینے کی کوششیں ہمیشہ کرتی
رہتی ہی گو اُسنے لوگوں کو ہر چیز کے خرید فروخت کرنے

کی پوری آزادی دے رکھی ہی مگر خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ لوگوں کی حفظ صحت کے لیے اسقدر ہرگز نہیں کرسکتی جتنا وہ خود اپنے لیے کرسکتے ہیں۔پس ہر ہر شہری پر فرض ہی کہ محض اپنی ہی ذات کیواسطے نہیں بلکہ ان قبائل کو نفع پہونچانے کے لیے جو اُسکے ارد گرد آباد ہیں صفائی کی قدر کرنا اور اُسپر عمل کرنا سیکھے۔

باب یازدہم

ملکی آمدنی اور اخراجات

۹۹-ملکی خزانہ-کسی بنک یا بڑے کار بار کے انتظام میں تجربہ اور لیاقت دونوں کی ضرورت ہوتی ہی جو کسی طالب علم کو سمجھانا آسان بات نہیں مگر جب کوئی شخص کسی سلطنت عظیمہ کے مالی انتظامات کی اجمالی کیفیت جسکے سالانہ محاصل پچانوے کرور ہوں کسی کے پیش نظر کیا چاہتا ہی تو اور بھی دقت واقع ہوتی ہی-تاہم یہ بات نہایت ضروری ہی کہ ہندوستان کے شہری جو لگان اور محصول ادا کرتے ہیں اس بات کو جانیں کہ یہ روپیہ کیا ہوجاتے ہیں گورنمنٹ ہند ہمیشہ سرکاری گزٹوں میں ان لوگوں کی اطلاع کے لیے جمع اور خرچ کے نقشے مشتہر کرتی رہتی ہی-لہذا مبتدیوں کو اسکول ہی میں اس بات کے سکھلانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ ان نقشوں سے کیا غرض ہی ہمکو پہلے گورنمنٹ کی حالت کا خیال

کرنا چاہیے - ملکی خزانہ اسکے ہاتھ میں ہوتا ہی اور جملہ
آمدنیاں جیسے مالگذاری - ریل کے محاصل اور ٹکسوں
کا روپیہ وہ وصول اور خرچ کیا کرتی ہی - ان آمدنیوں
سے وہ ملکی انتظامات کرتی ہی - پس اگر رعایا یا اسکا
کوئی گروہ زیادہ مدارس - عدالتیں - یا تعمیرات چاہے
تو ان کاموں کے لیے روپیہ یا تو اور محصول لگانے
سے وصول ہوگا یا کسی دوسرے صیغہ کے اخراجات
میں تخفیف کرنے سے - یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ
گورنمنٹ ہند یہاں کے ملکی خزانہ میں محصولوں کے
روپئے کے علاوہ اور بھی کچھ شامل کر دیتی ہے
یہ وہ اس وجہ سے کرسکتی ہی کہ اسکو بہت سی
گنجایشیں ہیں اُسکی مملوکہ زمینیں ہیں جنکے لگان یا
مالگذاریاں اُسے ملتی ہیں ان لگانوں میں سے بعض
جاگیر کہلاتے ہیں جنکو وہ جمع کرکے مستحقین کو دیدیا
کرتی ہے وہ تحویلیں رکھتی ہی اور دوسروں کے لیے
مہاجن کا کام انجام دیتی ہی وہ نوٹ جاری کرتی
ہی اور قرضہ لیتی ہی جنکو وہ اکثر ریلوں یا آبپاشی
کے کاموں میں لگا دیتی ہے وہ
نمک اور افیون طیار کراکے فروخت کرتی ہی وہ ڈاک
اور تار کی خبریں پہونچاتی ہی وہ ریلوں اور نہروں

کو تعمیر کرا کے انسے کام لیتی ہی - ان جملہ ذریعوں سے ملکی خزانہ فراہم ہوتا ہی - پس یہ ظاہر ہی کہ گورنمنٹ کے کام عظیم الشان اور سنجیدہ ہیں تاکہ محصول ادا کرنے والوں کو اسکی اطلاع رہے کہ جو روپیہ گورنمنٹ اُنسے لیتی ہی وہ کیا ہوتا ہی بجٹ میں سالانہ حساب کے تخمینوں سے اُنھیں مطلع کردیا کرتی ہی پس اب ہمیں یہ خیال کرنا چاہیے کہ ان سالانہ تخمینوں سے کیا غرض ہے -

۱۰۰- تخمینوں اور حساب کے بجٹ - گورنمنٹ ہند کا مالی سال یکم اپریل سے اکتیس مارچ تک شمار کیا جاتا ہی سال شروع ہونے کے پیشتر گورنمنٹ مذکور اپنی آمدنی اور اخراجات کا حساب کرتی ہی یہ حساب ایک کچے چٹھے میں درج ہوتا ہی جسے بجٹ اسٹمیٹ یعنی سال کا تخمینی حساب کہتے ہیں - جیوں جیوں مہینے گذرتے جاتے ہیں یہ بات ظاہر ہوتی جاتی ہے کہ جملہ ابواب کے محاصل تخمینہ سے زیادہ ہونگے یا کم - ممکن ہی کہ قحط پڑنے اور لگان ادا نہ کیا جانے یا ہنڈی کا بھاؤ گھٹ جانے یا جنگ کی وجہ سے اخراجات بڑھ جائیں یا ریلوں پر مال کا آنا جانا کم ہوجاوے - محکمہ مال جسکا کام ملکی حساب کتاب کا جانچنا

ہے اور جہاں ساری سلطنت کے خزانوں کی رپورٹیں
جاتی ہیں بجٹ اسٹمیٹ یعنی تخمینی حسابوں کی ترمیم کرتا
ہی اور سال تمام ہونے سے پیشتر یہ ترمیم شدہ حساب
مشتہر کردیا جاتا ہی اور آخرکار جب سال گذر لیتا ہے
اور مختلف صوبوں اور ضلعوں کے مکمل حساب آتے
ہیں تو گذشتہ سال کا حساب چھپتا ہی ان وسایل سے
رعایا کو ہمیشہ معلوم ہوتا رہتا ہی کہ گورنمنٹ کو کسقدر
آمدنی کی امید ہی اور کتنے خرچ کا خیال۔ تب اس
اطلاع کی توضیح تجربہ کی روشنی، سے ہوتی ہے اور
بالآخر سال بھر کے مداخل اور مخارج کا اعلان
کردیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں جو گانو۔ ضلع۔ صوبہ
اور سلطنت کا حال لکھا گیا ہی اس سے ہر شخص
کو وہ طریقہ معلوم ہوجائے گا جس سے یہ نتیجہ نکلتا
ہی۔ مثلاً کسی گانو میں کسی رعیت پر پانچ روپیہ
مالگذاری ہی تو گانو کے کھاتے سے یہ تخمینہ پرگنہ
میں بھیجا جائے گا اور وہاں سے ضلع میں اور پھر
صوبہ کی دارالسلطنت میں اور یہاں سے حکومت اعلیٰ
کے محکمۂ مال میں چنانچہ یہ پانچ روپیہ مالگذاری کی مد میں
درج بجٹ ہونگے۔
لیکن فصل خراب ہوجانے سے اگر پہلی قسط مالگذاری

نہ ادا ہوئی تو پہلا تخمینہ بجائے پانچ کے تین ہی کردیا جائیگا اور ترمیم شدہ تخمینہ میں دو روپیہ کی کمی دکھلائی جائیگی اور پھر جب دوسری فصل عمدہ ہوتی ہی اور وہ رعیت پوری پوری مالگذاری بیباق کردیتی ہی تو صحی حساب میں اسکا اندراج کردیا جاتا ہی یہ بات لکھنا ضروری ہی کہ بجٹ اور حسابوں میں اُس علامت کا استعمال کیا جاتا ہی جس سے روپیوں کی دہائیاں مراد ہوتی ہیں اور اگر دس روپیہ میں چاندی کے سکہ ایک پونڈ انگریزی یعنی سونے کے سکہ کے برابر ہوتے ہیں جیسا کہ پیشتر تھا تو کرور روپے ایک ملین پونڈ کے برابر ہونگے۔

۱۰۱۔محصول اور ریٹ۔اگر ہم قرضوں کی آمدنیوں کو چھوڑ دیں تو ملک کے محاصل میں جو اخراجات کی لیے ملسکتے ہیں گورنمنٹ کے حق الخدمت ٹکس اور محصول شمار کیئے جائیں گے پھر ٹکس یا تو ڈائرکٹ بلا واسطہ یا انڈایرکٹ یعنی بالواسطہ ہوتی ہیں ڈائرکٹ ٹکس وہ ٹکس ہیں جو محصول ادا کرنے والے براہ راست ادا کرتے ہیں۔مثلاً واجب الادا محصول جیسے انکم ٹکس دینے والے اسٹامپ خریدنے والے۔وہ لوگ جو کسی معاملے کی رجسٹری کراتے ہیں اور رعایا جو

صوبہ کے متعلق لگان اور محصول ادا کیا کرتی ہے
ڈایرکٹ ٹکس دینے والے ہیں۔ انڈایرکٹ ٹکس وہ
ٹکس ہیں جو لوگ پیشگی اس امید پر دیتے ہیں کہ
دوسروں سے وصول کر لینگے۔ نادان آدمی اس بات
کو نہیں سمجھتے کہ ہمیں انڈایرکٹ ٹکس دینا پڑتے ہیں
انڈایرکٹ ٹکس کی مثال۔ آبکاری۔ پرمٹ اور چنگی ہی۔
آبکاری سے غرض وہ انڈایرکٹ ٹکس ہی۔ جو ہندوستان
کی پیداوار پر لگایا جاتا ہے۔ پرمٹ سے بھی اسی قسم
کا ایک محصول مراد ہی۔ پس اگر کوئی چھوٹا دوکاندار
یورپ کا کپڑا ہندوستان کے اندرونی حصے میں کسی
گانو میں فروخت کرتا ہی تو اُسکو خریداروں سے یورپ
کے کارخانہ کی قیمت خرید۔ یورپ سے اپنی دوکان
تک کی باربرداری۔ محصول پرمٹ جو بمبئی میں دینا
پڑتا ہی اور جو چُنگیاں اُسے راہ میں دینا پڑینگی سب
لینا چاہیے۔ پس اس صورت میں خریدار جملہ محصول
دوکاندار کو ادا کرتے ہیں۔ محصول لگانا گورنمنٹ کا حق
ہی۔ مگر جیسا کہ ہم سابق کے باب میں دیکھ چکے ہیں
میونسپل کمیٹیاں اپنے شہری کاموں کے واسطے محصول
لگانے کے مجاز ہیں۔ جو ٹکس میونسپل کمیٹیاں لگاتی
ہیں وہ ریٹ کہلاتے ہیں بعض اوقات خود گورنمنٹ

کسی جگہ کے لوگوں کے واسطے مختص المقام محصول لگا
دیتی ہی جو زمین کے لگان کی بنا پر ہوتے ہیں اس
قسم کے محصول پراونشل ریٹ کی مد میں درج ہوتی ہیر
۱۰۲- تشخیص ٹکس کے اصول - برٹش گورنمنٹ نے
ہندوستان میں بجٹ طیار کرنے کا دستور جاری کیا
جسکی تقلید بعض سر برآوردہ دیسی ریاستیں
بھی کرتی جاتی ہیں مگر جو اصلاحیں تشخیص ٹکس کے
طریقہ میں برٹش گورنمنٹ نے کیں ہیں وہ اور بھی
قابل قدر ہیں - یہ قاعدہ نہایت خوب رکھا گیا ہے
کہ جو ٹکس برٹش گورنمنٹ لگائے وہ مشخص اور مقرر
ہو بیقاعدہ اور غیر معیں نہو تاکہ ہر شخص کو یہ معلوم
رہے کہ مجھے کسقدر دینا ہی برٹش انڈیا کے ہر ہر
ضلع کی اراضی کا بندوبست اسی بنا پر ہے - پیشتر
کے سلاطین جب رعایا سے ایک حصہ پیداوار کا
لیا کرتے تھے تو کسی کو یہ نہیں معلوم رہتا تھا کہ
کسقدر غلہ اُس سے لیا جائیگا اور اب ہر ہر کاشتکار
ٹھیک ٹھیک جانتا ہی کہ کسقدر روپیہ اُسکو دینا پڑیگا -
دوسرا قاعدہ یہ ہی کہ ٹکس ادا کرنے والوں کو اُس
روپیہ کے علاوہ جو وہ بہ مد ٹکس خزانے میں داخل
کرتے ہیں اور کوئی زائد رقم نہیں دینا پڑتی - بیشمار

محصول جو یہاں کے سابق کے فرمانروا علاوہ مالگذاری
کے وصول کیا کرتے تھے اکثر وہ لوگ مار لیتے تھے
جنکے ہاتھ ہیں وہ دیے جاتے یہ وہ محصول ہوتے
تھے جو خاص خاص کھانے پینے کی چیزوں پر یا
کسی چیز کے فروخت خواہ منتقل کرنے پر دعوتوں اور
شادیوں میں یا سفر اور نقل مکان کرنے پر یا اور
بحد قسم کی چیزوں پر دینا پڑتے تھے جو اب برٹش
انڈیا کے پٹواریوں کی کتابوں سے خارج کر دئے گئے
انسے گورنمنٹ کو کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا کیونکہ انکے
محاصل اکثر خورد برد ہو جایا کرتے تھے جس سے ان
ٹکسوں کے دینے والوں کو تکلیف ہوتی تھی اور
نقصان پہونچتا تھا اور تجارت و آزادانہ آمد و رفت
میں خلل پڑتا تھا - سرکاری خزانہ کو جو خفیف نفع ہوتا
تھا وہ لوگوں کے نقصانوں کے مقابلہ میں کچھ بھی
نہ تھا - جو شخص برٹش انڈیا کے محصولوں کی فرد
کو کسی دیسی ریاست کے محصولوں کی فہرست سے
مقابلہ کرتا ہے تو وہ دیسی ریاستوں کے چھوٹے چھوٹے
محصولوں کی طولانی فردیں دیکھکر متحیر ہوتا ہے -
تیسرا یہ قاعدہ ہے کہ مالدار پارسا لوگوں کے ساتھ جو
برتاؤ کیا جاتا ہے وہی غربا کے ساتھ - جہاں تک ممکن

ہوتا ہی برٹش گورنمنٹ محصول دینے والوں سے اُنکی آمدنی اور محاصل کے تناسب پر اُس حفاظت کے عوض جو اُسے کرنا پڑتی ہی ٹکس وصول کرنے کی کوشش فرماتی ہی اور آخر کار ٹکس دینے والوں کو سڑکوں اور رفاہ عام کے کاموں کے نام سے اُن محصولوں کا بہت بڑا حصّہ پھر واپس کردیا جاتا ہے۔

۱۰۳۔ خاص خاص فوائد۔ ہند کے محصول دینے والے اور ملکوں کے مقابلہ میں بہت خوش قسمت ہیں منجملہ پچانوے کرور روپیوں کے جو ۹۵-۱۸۹۴ء میں جس سال کوئی خلاف معمول آفت درپیش نہیں ہوئی وصول ہوئے ساڑھے چھیاسٹھ کرور سے زیادہ محصول دینے والوں نے داخل کیے ذیل کے نقشے سے وہ ابواب معلوم ہوجائینگے جنسے یہ رقم کثیر وصول ہوئی تھی:-

۲۵،۴	کرور	بابت مالگذاری جو کاشتکاروں سے وصول ہوئے
۷،۳	"	بابت افیون جو بالتخصیص چین کے افیون کھانیوالوں سے ہاتھ لگی
۱،۶	"	جنگلوں کے محاصل سے
۸،	"	بابت امداد۔ دیسی ریاستوں سے
۸،	"	قرضوں کے سود سے
۲،۶	"	ڈاک۔ تار اور ٹکسال سے

۶ ، ۱	کروڑ	ملکی محکموں سے
۲ ، ۱	"	متفرق ابواب سے جیسے پنشن وغیرہ
۲ ، ۲۱	"	بابت محاصل ریل - مسافروں سے
۲ ، ۳	"	آبپاشی سے
۷ ،	"	سڑکوں کے ذخیروں کے فروخت سے
۰ ، ۱	"	بعض قومی مدات سے

جملہ ۵ ، ۶۶ کروڑ

اسکی تھوڑی سی کیفیت لکھنے سے توضیح ہوجائیگی - اگر وہ زمیندار جنکے پاس سرکاری اراضیاں ہیں گورنمنٹ کی مالگذاری جو ایک محض معمولی لگان ہی نہ ادا کریں تو یقیناً انکو پنج کے زمینداروں سے ہمسری کے مقابلہ کے بعد بہت سخت لگان دینا پڑیگے زمینداروں کے کاشتکار اس بیان کی صداقت کو خوب جانتے ہیں - سرکاری کاشتکار سرکاری زمین میں کاشت کرنے کی وجہ سے لگان دیتے ہیں - گو ملکی خزانہ میں اس محصول کے داخل کرنے سے اُنھیں کو نفع پہونچتا ہے - جو افیون ہندوستان میں اُسکی آب و ہوا موافق ہونے کی وجہ سے بوئی جاتی ہے خاصکر چینی خریدتے ہیں

اور اس فروخت سے جو غیر ملک کے لوگوں کے ہاتھ ہوتی ہے ہندوستان کے محصول دینے والے بہت سے محصولوں کے ادا کرنے سے سبکدوش رہتے ہیں۔جنگل۔ریل۔ڈاکخانہ۔تارگھر اور نہروں کے محاصل ایسی آمدنیاں ہیں جو لوگوں سے کسی چیز کی قیمت یا حق الخدمت میں وصول ہوتی ہیں۔ ملکی محصولوں میں جرمانہ اور تعلیم و طبی امداد کی فیسیں داخل ہوتی ہیں اور جن اسباب کی سرکاری دفاتر میں ضرورت نہیں رہتی فروخت کر ڈالے جاتے ہیں پس ہندوستان کے محصول دینے والے نفع میں رہتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ کی مملوکہ بہت سی اراضیاں و مکانات اور دیگر آمدنی کے ابواب ہیں +

۱۰۴۔خاص خاص دقتیں۔علاوہ بریں ہندوستان میں تین عجیب و غریب قباحتیں پیش آتی ہیں جنکے اسلئے محاصل کی مقدار میں کمی واقع ہوتی ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب وہ کارساز موسمی ہواؤں کو جنپر زمین کی مالگذاری اور کاشتکاروں کی بسر اوقات منحصر ہے روک دیگا۔قحطی امداد کے اخراجات اسقدر زیادہ ہوتے ہیں کہ اُنکی وجہ سے

کچھ قرض لینا پڑتا ہی - ہم ابھی دکھلائیں گے کہ اس ملک کو اُن آفتوں سے بچانے کے لیے اور کون کون سی تدبیریں ہر سال کیجاتی ہیں ایک دوسری وقت مبادلہ کی وجہ سے واقع ہوتی ہی - ہند میں ریلیں بنائی جاتی ہیں اور جن چیزوں کی انمیں ضرورت پڑتی ہی وہ یورپ سے جہاں سب سے ارزاں ملتی ہیں خریدی جاتی ہیں لہذا اکثر یورپ سے قرضے لینا پڑتے ہیں اور وہاں سے سرمایوں کے بہم پہونچانے کی ضرورت ہوتی ہے - یہ ضرورتیں سرکاری ہوتی ہیں یا یہاں کی میونسپلیٹی یا نج کے تجارتوں کے کار بار کے متعلق - گورنمنٹ ہند انگریزی سپاہیوں کو یہاں نوکر رکھتی ہی اور دور دور سے اس ملک کے لیے سامان اور لوازمات جنگ منگاتی ہی اسکو اُن یوروپین کو وت پنشنیں دینا پڑتی ہیں جنھیں وہ ملکی یا جنگی خدمات پر مقرر فرماتی ہی - ان سب حالتوں میں اور نیز بعض بعض اور صورتوں میں اسکو سونے کے سکہ جنکا ممالک مغربی میں چلن ہی دینا پڑتے ہیں چونکہ ہندوستان کا سکہ چاندی کا ہی لہذا یہاں کے لگان اور محصولوں میں روپئے آتے ہیں سونے

کے سکہ روپے دیکر خریدے یا حاصل کیے جاتے
ہیں۔بازار میں سونے چاندی کی قیمت دیگر اشیا
کی قیمت کیطرح جو فروخت ہونے کو روزانہ جاتی ہیں
گھٹا بڑھا کرتی ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ باجرہ اور
چاول کی قیمت بازاری آمدنی کے اعتبار سے گھٹتی
بڑھتی رہتی ہے اسیطرح سونے کی قیمت گھٹا بڑھا یا
تبدیل ہوا کرتی ہے اور باوجود اسکے کہ گورنمنٹ ہند
مبادلہ کی ٹھیک شرح بجٹ کے تخمینوں کے لیے
قرار دینے کی کوشش فرماتی ہے مگر اس شرح سے
بازار کا نرخ اکثر بڑھ جاتا ہے اور مبادلہ میں نقصان
ہوتا ہے ۱۸۹۴-۹۵ء میں ایک روپیہ چودہ پنس کی
برابر قرار دیا گیا تھا مگر اسکی واقعی اوسط شرح کے
لحاظ سے ایک روپیہ تیرہ پنس سے کسیقدر زیادہ
کا قرار پایا۔لہذا فی روپیہ ایک پینی کے قریب
گھٹ جانے سے دو کرور بارہ لاکھ کا ملکی خزانہ
میں نقصان آیا۔ماسوا اسکے ہندوستان کے گرد
جنگجو اور مذہبی جوش والی قومیں رہتی ہیں جو کبھی
کبھی اپنے معاہدہ توڑ ڈالتی ہیں اور سرحد کو
نقصان پہونچاتی ہیں۔انسے مقابلہ کے لیے جو
سامان کیے جاتے ہیں انہیں روپیہ کی ضرورت

ہوتی ہی خصوصاً باربرداری کے بہم پہونچانے میں۔
اور ایسے جنگی اخراجات درپیش ہوتے ہیں جن کا
کبھی پیشتر گمان بھی نہیں ہوتا۔زمانہ قدیم میں ہند
کو ایک چوتھی دقت اور درپیش آتی تھی یعنی افیون
کی قیمت میں کمی کا واقع ہونا مگر حال میں افیون
کی آمدنی اسقدر کم ہوگئی ہی کہ اسمیں کمی و بیشی
سے کچھ بہت اثر نہیں ہوتا۔

۱۰۵۔قحطی امداد اور تحفظ۔قحط کا اندیشہ جملہ دیگر وجوہ
سے جنکا ابھی ذکر ہوا بڑھکر ہی۔ریلوں جنگلوں اور
آبپاشی کے کاموں کو ترقی دینے سے قحط کی تکلیف
اور اخراجات میں بہت کچھ کمی ہوگئی ہی مگر عاقل
سے عاقل گورنمنٹ کسی ملک کی آب و ہوا کو
تبدیل نہیں کرسکتی لہذا وقتاً فوقتاً قحط کا اندیشہ رکھنا
اور اس سے بچنے کے سامان کرنا لابدی ہے۔یہ
ایک ایسی بات ہی جیسے کوئی دور اندیش آدمی
بیماری یا آگ سے پناہ کی فکر کرتا ہی۔گورنمنٹ اپنے
سالانہ بجٹ کے تخمینہ میں ایک رقم قحطی امداد اور
تحفظ کی مد میں رکھتی ہی اگر قحط پڑتا ہی تو وہ کل
رقم بلکہ اُس سے بہت زیادہ محض قحطی امداد میں
صرف کردیتی ہی اور اگر قحط نہیں پڑتا ہی تو اس

مد کا جسقدر روپیہ اکٹھا ہوتا ہی وہ نفع کی غرض سی
کسی کام میں لگا دیا جاتا ہی جلیسے بنک اپنی بچت
کا روپیہ سود پر دیدیا کرتے ہیں یہ روپیہ یا تو
قرض کے مٹانے یا اُس سے بچنے میں صرف
کیا جاتا ہی - قرض کے مٹانے کی یہ صورت ہی
کہ اسکا کوئی جزو جو پیشتر لیا گیا تھا ادا کردیا جای
اور اُس سے بچنے کی یہ شکل ہی کہ ایسے کاموں
میں یہ روپیہ لگایا جاے جنسے محافظت متصور ہو
مثلاً ریل کی کوئی لائن مال تجارت کی آمد و رفت
کے اعتبار سے ممکن ہی چنداں نافع نہو مگر وہ قحطی
امداد کے لیے ازبس ضروری ہو - اسکے ذریعہ سے
ہندوستان کے اُس حصہ میں جہاں بارش نہونے
کی وجہ سے سخت گرانی ہو غلہ پہونچتا ہی - قحط سے
تحفظ کا روپیہ اسطرح کے ریلوے لائن کی تعمیر میں
صرف کرنا عقل کی بات ہی اور اس سرمایہ کا یہ
مصرف نہایت ہی خوب ہی قحط سے تحفظ کے لیے
ٹکس اکٹھا کرکے اگر قحطی مزدوری یا خیرات میں
دینے کی ضرورت نہو تو خزانہ میں مقفل رکھنے سی
سود کا نقصان ہوتا ہی - ضرورت سے پیشتر ریلوں
کے جاری کرنے سے گورنمنٹ قحط سے جنگ د

مقابلہ کرنے کے لیے مسلح اور مستعد رہتی ہی اور اگر وہ اس روپیہ کو قرض کے چکانے یا اپنی تئیں اُس سے محفوظ رکھنے میں صرف کرتی ہی تو بھی وہی مطلب حاصل ہوتا ہی کیونکہ اس سے گورنمنٹ کو وہ سود بچتا ہی جو اُسکو در صورت عدم ادائے قرض دینا پڑتا اور لہذا قحط سے مقابلہ کرنے کے لیے اُسکو زیادہ روپیہ ہاتھ لگتا ہی۔ بجٹ میں قحط کی رقم جس سے سال بھر کی فرد بقایا مراد ہے اخراجات کی مد میں درج ہوتی ہی +

۱۰۶۔ محصولوں کا بار۔ یہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اگر مالگذاری سے وہی لگان مراد ہو جو زمین کو کام میں لانے کی وجہ سے دینا پڑتا ہی تو ساڑھے چھیاسٹھ کرور کسی طرح نہیں ہوسکتی لہذا ہمیں اُن مدات کو جنسے بچانوے کرور کا مابقی حصہ ملکی خزانہ میں داخل ہوتا ہی اور ۹۵-۱۸۹۴ء کے حساب میں درج کیا گیا ہی اچھی طرح جانچنا چاہیئے +

۸٫۷	کرور روپے محکمۂ نمک سے	وصول ہوے
۴٫۶	״ اسٹامپ سے	״
۵٫۵	״ آبکاری سے	״
۳٫۶	״ صوبہ کے محصولوں سے	״

۳۰۹ کرور روپئے کسٹم یعنی محصول پرمٹ سی "
۱۰۸ " مجوزہ محصولوں سے "
۴ " محکمۂ رجسٹری سے "

جملہ ۲۸۰۵ کرور ہوئے
بعض جزو انڈائرکٹ ٹکسوں کے جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہی جیسے کسٹم اور محصول نمک دیسی ریاستوں کی باشندے ادا کرتے ہیں لیکن اگر محصولوں کا بار برٹش انڈیا کی آبادی کی بنا پر جیسی کہ ۱۸۹۱ء میں تھی ایک اور فیصدی سالانہ بڑھاکر جو ہر سال اسمیں ترقی ہوتی ہی شمار کیا جاے تو فی کس ایک روپیہ تین آنہ اور دس پائی کے حساب سی سرکاری خزانہ میں داخل ہوگا اگر مالگذاری بھی ٹکس میں شامل کرلیجاے تو مجموعہ دو روپیہ پانچ آنہ سات پائی ہوگا اور اسقدر بار یورپ کے ملکوں میں نہایت ہی خفیف تصور کیا جاتا ہی۔ لیکن مغرب اور مشرق کے لوگوں کی حالتیں ایسی مختلف ہیں کہ تطبیق دینا فضول ہے +
۲۰۷ - اخراجات۔ دو طریقوں سے ہند کے اخراجات دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہی کہ کل اخراجا

بحیثیت مجموعی دیکھے جائیں جیسا کہ ہمنے ۹۵-۱۸۹۴ء کے مجموعی پچانوے کرور کی آمدنی کی نسبت کیا تھا اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ خالص اخراجات پر توجہ کیجای ایک چھوٹی سی مثال سے اسکا فرق ظاہر ہوجائیگا۔ ڈاکخانوں اور تار گھروں سے ۶ء۲ کرور خزانہ کو آمدنی ہوئی مگر اسی سال ان محکموں میں ۴ء۲ کرور سرکار کا خرچ ہوا حسب صراحت بالا کل آمدنی میں سے تنخواہوں اور کاموں کے متعلق اخراجات کو منہا کرکے خالص نفع بیس لاکھ روپیہ کا ہوا۔ چار محکموں یعنی ڈاکخانہ۔ تار۔ ریل اور آبپاشی میں سرکار کو اخراجات کے بعد ایک معقول حق الخدمت ملتا ہی۔ خالص اخراجات کے نقشوں میں اُن خدمات کو کمرشل سروسز یعنی مہاجنی کہتے ہیں۔ پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ ۹۵-۱۸۹۴ء کی مجموعی آمدنی جو پچانوے کرور تھی کیا ہوئی۔ اس معتدبہ رقم میں سے ساڑھے اکہتر کرور ملکی حفاظت۔ تعمیرات اور بہبود میں صرف کیے گئے۔ ملکی حفاظت میں بری اور بحری افواج کے اخراجات اور پولیس کے مصارف شامل ہیں جنمیں بحیثیت مجموعی انتیس کرور کی ضرورت پڑی۔ ملکی تعمیرات میں ریل۔ آبپاشی کے کام اور عمارتیں

داخل ہیں جنمیں مجموعی ساڑھے بتیس ۳۲ کرور صرف
ہوئے۔ ملکی قرضہ کے سود میں پانچ کرور دئے گئے
اور پنشنوں سُپرانیوالیشن یعنی دیرینہ سالی اور فرلو
یعنی وطن جانے کی رخصت میں پانچ کرور اور صرف
ہوئے۔ ڈاکخانوں۔ تار۔ اور ٹکسال میں ڈھائی کرور
کی ضرورت پڑی۔ حفظ صحت جسمیں مڈیکل اور
سائنٹفک محکمجات (طبی اور علمی محکمجات) داخل ہیں
ڈیڑھ کرور کا خرچہ ہوا اور سررشتۂ تعلیم میں بھی
اسیقدر۔ مالگذاری کے متعلق رفنڈ (واپسی زر) اور
جاگیروں میں ایک کرور ستر لاکھ صرف ہوئے۔
ان جملہ اخراجات کے بعد کل سولہ کرور باقی رہے
جسمیں سے آٹھ کرور مالگذاری۔ محاصل۔ افیون۔ نمک
کسٹم۔ آبکاری۔ اور دیگر ٹکسوں کی تحصیل وصول میں
صرف ہوے مابقی آٹھ کرور میں سے چار کرور
قوانین اور عدل و انصاف میں صرف کئے گئے
اور تین کرور عام انتظامات اور ملکی اخراجات میں
اور بقیہ رقم اسٹیشنری یعنی کاغذ قلم اور روشنائی
وغیرہ چھپائی اور دیگر ضرورتوں میں صرف ہوئی۔
لہذا مجموعی اخراجات پر نظر کرنے سے فوراً معلوم
ہوسکتا ہے کہ ملکی قرضوں۔ حفاظت۔ تعمیرات۔ عدل و

انصاف اور اکثر محاصل کے وصول کرنے کے اخراجات میں جملہ روپیہ جو ملکی خزانہ میں داخل ہوتا ہے صرف ہوجاتا ہی مگر زیادہ تر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان کے اخراجات صاف صاف اسطرح معلوم ہوسکتے ہیں کہ مالگذاری کے متعلق رفنڈ اور جاگیریں اور محکمجات کے اخراجات اور افیون کی کاشت کے مصارف نکال ڈالے جائیں اسطرح پر شمار کرنے سے خالص آمدنی ۱۸۹۴-۹۵ء کی ساٹھ کرور ساٹھ لاکھ تھی اور خالص اخراجات قریب قریب ساٹھ کرور کے جسکی تفصیل حسب ذیل ہی۔

قرض کے متعلق	۳ ر ۴	کرور
فوج کے متعلق	۲ ر ۲۴	"
مالگذاری کی تحصیل و وصول میں	۳ ر ۶	"
کمرشل یعنی لین دین کے متعلق	۸ ر ۳	"
ملکی محکموں میں	۲ ر ۱۳	"
ملکی تعمیرات۔ تحفظ قحط اور دیگر ملکی کاروبار ہیں	۱ ر ۹	"
جملہ خالص اخراجات	۵۹ ر ۹	کرور

۱۰۸- ہوم چارجز یعنی ولایت کے اخراجات۔

مجموعی اور خالص دونوں اخراجات میں جنکا اوپر ذکر
ہوا وہ اخراجات شامل ہیں جو ہندوستان کو انگلستان
میں دینا پڑتے ہیں اور یہ اخراجات ہوم چارجز
کہلاتے ہیں - اگر انکی حقیقت کی نسبت کسی طرح کی
بدگمانی نہو تو تشریح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں -
ہندوستانیوں کا کوئی کارخانہ یا تجارتی بڑا کار بار
ہندوستان میں ایسا نہیں جسکو اسطرح کے ہوم چارجز
اپنے کار بار میں نہ دینا پڑتے ہوں - ہند کی دیسی
ریاستوں - افغانستان اور یورپ کے ہر ہر ملک کو
انگلستان میں سامان جنگ - کلیں - اور دیگر اسباب
خریدنے میں اپنا نفع معلوم ہوتا ہی - لہذا قیمت
دینے کے لیے اسکو گریٹ برٹین کے سکہ بازار کی
شرح سے بدلائی دیکر لینا پڑتے ہیں - اکثر وہ ممالک
جنکا ابھی ذکر ہوا اور ممالک متحدہ کی جملہ کالونی یعنی
نو آبادیاں اور زیادہ تر ہندوستان کی ریلوں اور
کھانوں کی کمپنیاں انگلستان میں اپنے گماشتہ اپنے
کار بار کے انجام دینے کے لیے تنخواہیں دیکر رکھتی
ہیں - یہ کمپنیاں برٹش دستکاروں کو بھی نوکر رکھتی
ہیں اور انہیں سے اکثر کمپنیاں وغیرہ انگلستان سے
قرضہ لیتی ہیں جنکا انھیں سود دینا پڑتا ہی گورنمنٹ

ہند کے ہوم چارجز میں ہر قسم کے ذخیرہ - ریل - جنگی سامان - اوزار - تعمیرات کی کلیں - گماشتوں کی تنخواہیں - فرلو اور پنشنوں کے اخراجات اور ان مبالغ کا سود جو انگلستان میں گورنمنٹ ہند نے ملکی قرضہ یا ملکی کاموں کے لیے قرض لیے شامل ہیں - ہوم چارجز کو ہند کا پرنالہ کہنا اُس صورت میں درست ہی کہ کوئی ہندوستانی انگریزی چاقو یا انگریزی کتاب خریدے اور اپنے خرچہ کی نسبت اس لفظ کو استعمال کرے - یہ بات ٹھیک ویسی ہی ہی جیسے کوئی انگریز ہندوستان کی چاے اس لحاظ سے خریدے کہ چین کی چاے سے وہ ارزاں اور عمدہ ہوتی ہی - پس ہند کے شہری اور یہاں کی گورنمنٹ بمقتضاے ہوشیاری جن چیزوں کی اُسے ہندوستان میں ضرورت پڑتی ہی انگلستان سے خرید کرتی ہی -

۱۰۹ - ہندوستان کا اعتبار - کسی ملک کی تباہی یا مرفہ الحالی کی یکی ایک علامت ہی - کسی دوالیہ کو کوئی عاقل کسی شرح سود پر اپنا روپیہ قرض نہ دیگا چاہے وہ شخص منفرد ہو یا کوئی کمپنی یا گورنمنٹ ایسے شخص کو جسکا دوالہ نکلنے پر ہو کوئی شخص قرض نہیں دیتا جبتک کہ لمبا چوڑا سود نہیں لیتا -

لیکن ہند کی برٹش گورنمنٹ کو جب اسے ضرورت ہو دنیا کے مالدار کروروں روپیہ یورپ کی دیگر اقوام سے کم شرح سود پر دینے کو آمادہ ہیں۔ باوجودیکہ وہ جانتے ہیں کہ ہند کے خزانہ کو جب شرح مبادلہ گھٹ جاتی ہی یا سرحدی لڑائیاں ہوتی ہیں یا جب قحط کی بلا عالمگیر ہوجاتی ہی تو کیسی کچھ آفتیں پیش آتی ہیں لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند کے بجٹ اور حساب و کتاب نہایت درست ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ سال بہ سال ملکی آمدنی زیادہ تر ایسے ملک کے کاموں میں لگتی جاتی ہی جنسے یقینی ملک دولتمند ہوتا جاتا ہی اور اُنکے قرضوں کی وصولی کا پورا پورا اطمینان رہے اُس سال بھی جو ہمنے اس باب میں خزانہ کی جانچ کے واسطے اختیار کیا ہی ایک کرور روپیہ سے زیادہ قرضہ ادا کیا گیا اور بانوے کرور قرضہ کا سود چار فیصدی سے گھٹاکر ۳½ فیصدی کردیا گیا۔ اس سے بہتر ہند کے خزانے کی اچھی حالت میں ہونے کی اور کوئی شہادت نہیں ہوسکتی ہی لیکن اگر اور ثبوت کی ضرورت ہو تو اس ملک کی دیکھنے اور اس کی مادی ترقیوں کے معائنہ کرنے

سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے جسکے لکھنے کیطرف
اب ہمکو توجہ کرنا چاہیے۔

باب دوازدہم

تعلیم کے وسایل

۱۰۱۔ انتخاب فوائد۔ چند برس ہوئے جب گریٹ انڈین پنسولر ریلوے کی سڑک طوفان کی وجہ سے کھانہ کے قریب شکست ہوگئی تھی تو میں تین بھلے مانسوں کے ساتھ پونا سے بمبئی آتا تھا۔ منجملہ اُن تین مسافروں کے ایک صاحب برہمن عہدہ دار تھے دوسرے صاحب ایک پارسی وکیل تھے اور تیسرے ایک مشہور معروف بمبئی کے رہنے والے مسلمان تاجر تھے انگریزی انتظام کے مختلف صیغوں کی نسبت بحث ہونے لگی اُن تینوں نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق اس مسئلہ کو چھیڑا۔ برہمن صاحب نے بیان کیا کہ عام تعلیم کا انتظام اور بالتخصیص اعلےٰ تعلیم ہندوستان کے حق میں بہ نسبت اور صیغوں کے زیادہ نافع ہے۔ وکیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کا عدل و انصاف بہ نسبت یونیورسٹیوں

کالجوں اور اسکولوں کے بدرجہا مفید ہی اُن برہمن
صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جب انگریزی
گورنمنٹ واقعی غدر کے فرو کرنے میں مشغول تھی
تو اُسے روپیہ اور وقت پہلی یونی ورسٹی ہندوستان
میں قائم کرنے کے لیے ملگیا تھا۔ اُن وکیل صاحب
کا یہ قول تھا کہ اعلےٰ سے اعلےٰ انگریزی حکام قانون
کی عظمت کا کسقدر پاس کرتے ہیں۔ ان کی رائے
میں کوئی چیز ہندوستانیوں کے خیالات میں اس
سے زیادہ تعجب انگیز اور محرک انصاف نہیں
ہوسکتی کہ کوئی گورنر حتیٰ کہ حضور وائسرائے بھی
کسی ہائی کورٹ کی ڈگری سے بے اعتنائی نہیں
کرسکتے حالانکہ ہائی کورٹ خود اپنے احکام کے اجرا
کے لیے گورنمنٹ پر بھروسا کرتی ہی۔ چاہے وہ احکام
گورنمنٹ کی خواہش اور حکمت عملی کے خلاف ہی
کیوں نہوں اتنی گفتگو ہوئی تھی کہ گاڈی راستہ
سے علیحدہ ہٹی اور ایک انجن پاس سے گذرا جو
بہت سی کھلی گاڑیاں کھینچ لایا جنپر بیشمار مزدور اور
اوزار تھے اور ایک بہت بڑا دم کلا اور سلیٹیں
اور ریل کے اسباب لدے تھے اور یہ سب چیزیں
ایک برٹش انجنیر کے چارج میں تھیں۔ وہ مسلمان

حضرت اُچھل پڑے اور اُس گاڑی کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے کہ اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ انگریزوں کا سب سے بڑا حق جو ہندوستانیوں پر ہے وہ اُن کی قدرت تعمیر اور سرمایہ کی وجہ سے ہے۔ آج ہی صبح کو ریل کی سڑک شکست ہوئی اور چند ہی گھنٹوں میں ہندوستانی مزدوروں کی ایک فوج اس شکستگی کی اصلاح کے لیے ایک ایسے افسر کی ماتحتی میں جو اس بات کو جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور قلیوں کو کام کرنا بتائیگا آ پہونچی پس ہند میں پبلک ورکس سب سے بہتر اور افضل اسکول ہے۔

۱۱۱۔ تعلیم کے محکمہ۔ ہندوستان میں طلبہ کی کل تعداد جنمیں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں پینتالیس لاکھ بھی نہیں ہوتی اور اسکول جانیکے قابل لڑکوں میں سے ستاسی فیصدی مدرسہ کے پاس نہیں بھٹکتے مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ انسان مدرسہ ہی میں پڑھتا ہے۔ اگر گورنمنٹ اپنا فرض ادا کرتی ہے تو اُسکا سارا نظم و نسق ہر ہر صیغہ میں شہریوں کے حق میں پند و نصیحت ہونا چاہیے اگر کوئی گورنمنٹ رعایا کی مفید دلسوزی سے ہمسایوں اور فرمانرواؤں کی ہمدردی نکالتی ہے

تو اُسکو شہریوں کے ساتھ اپنی ہمدردی کے ثبوت
دینا چاہیے - یہ سوال کہ کیا گورنمنٹ میرے حق
میں اپنا فرض ادا کرتی ہے سرکار کی رعایا میں سے
ہر ہر شخص کو اپنے دل سے پوچھنا چاہیئے - اس
کتاب کے ابواب سابقہ میں اس سوال کے جواب
کے کچھ مواد بہم پہونچانے کی کوشش کی گئی ہے یہ
سوال کہ کیا گورنمنٹ رعایا کی حفاظت واس کے لئے کچھ
سامان کرتی ہے اسکی نسبت ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ
اس ملک کی بری اور بحری فوج اور پولیس پر
کسقدر صرف کرتی ہے - پس اگر موقع ملا تو فائر بریگیڈ
کے قائم کرنے اور تنگ و گنجان گلیوں میں تعمیرات
بنانے کے ضوابط اور گہنا کے ڈھال کا عجیب و
غریب قصہ اور اُس وسیع بندھی ہوئی جھیل کے
حالات جو اپنے باندھوں کو توڑ کر بغیر نقصان پہونچائے
دریاے گنگ میں جا گری قلمبند کیے جائیں گے -
اس جھیل کے ہولناک آ پڑنے کے پیشتر بستیاں خالی
کرا دی گئی تھیں اور تار دیدیے گئے تھے
جس سے جان کا نقصان نہیں ہونے پایا - اب
یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا گورنمنٹ رعایا کی صحت
اور تندرستی کے لیے کچھ انتظام کرتی ہے - مردوں

اور عورتوں کو اُنکے اس سوال کے جواب کے لیئے
سارے ملک کے ہسپتال خیراتی شفا خانہ محکمجات
حفظ صحت ٹیکا لگانے کے انتظامات اور ڈفرن فنڈ
کافی ہیں۔کیا گورنمنٹ رعایا کو بھوکھوں مرنے دیتی
ہی یہ اُن لاکھوں آدمیوں سے جنھوں نے ابھی
حال میں قحطی امداد کا کام چھوڑا ہی اور ان دستکاروں
سے جو ایسی کلوں میں کام کرتے ہیں جو انگریزی
سرمایہ سے قائم کی گئی ہیں اور اُن مزدوروں
سے جو چاے کے باغوں میں کام کرتے ہیں اور
اُن مہاجرین سے جو دور دور کی نو آبادیوں میں
مزدوری کرتے ہیں پوچھنا چاہیے کہ بُرے بھلے
دنوں میں مزدوری پیشہ لوگوں کے لیے کام بہم
پہونچانے میں کوششیں کیجاتی ہیں یا نہیں۔آیا کفایت
شعارئی کو ترقی دینے میں یا رعایا کو اپنے کار بار
کے لیے قرضہ حاصل کرنے میں مدد دیجاتی ہی یا
نہیں۔یہ سوال مشکل باتوں سے تعلق رکھتا ہی
مگر جدھر اس سوال کے مصالح ملسکتے ہیں بتا دینا
ممکن ہی۔ڈاکخانوں اور دیگر سیونگ بنک میں سات
لاکھ آدمیوں سے زیادہ کے گیارہ کرور روپیہ جمع
ہیں۔یہ بہت بڑی رقم نہیں مگر کیا ایشیا کے کسی

اور ملک میں کسی ایک شخص کے بھی اس قسم کے محکموں میں روپے جمع ہیں - ہند کی رعایا کو تجربہ سے تقاوی کی بھی قدر معلوم ہی جو اُسے گورنمنٹ پیشگی دیا کرتی ہی - دکھن اور اس ملک کے دیگر حصوں میں قرضداریوں اور بے اندازہ سود کے مشکل مسئلہ کا امتحان ہونے والا ہی - ہر زمانہ جسمیں مجموعہ ضوابط کی ترمیم ہوتی رہے یہ بات رعایا کو یاد دلاتا ہی کہ گورنمنٹ رعایا کی جُزرسی اور اسراف سے بے پروا نہیں - اس کتاب کا پڑھنے والا اگر چاہے تو اس طرح کے اور سُوالات اپنے دل سے کرسکتا ہی - مگر اس کتاب میں زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں اسقدر بتلا دینا کافی ہی کہ کسی گورنمنٹ کے ہر فعل اور ہر غفلت سے اُسکے شہریوں کو تنبہ ہوتا ہی اور یہی تعلیم کی پختگی ہی - لیکن اس باب میں درج کرنے کے لیے رعایا کا عدل و انصاف ملکی تعمیرات - تار و ڈاکخانہ پریس اور اسکول کافی رہیں اس کتاب کے پڑھنے والوں کو یہ بات یاد ہو گی کہ ابتدا میں ہم اس تنبہ و تجربہ کے متعلق کچھ بیان کر چکے ہیں جو سلف گورنمنٹ میں میونی سپل کمشنر لوکل بورڈ - پورٹ ٹرسٹ یعنی بندرگاہوں

تحصیلداروں اور کنٹونمنٹ کی کمیٹیوں کی وجہ سے جنکے تحت و تصرف میں ہر سال نو کرور روپے رہتے ہیں ہوتا ہی لہذا ہم اُن پانچ باتوں کے تعلیمی اثر کیطرف جنکا ابھی ذکر ہوا ہی بلا توقف توجہ کرسکتے ہیں۔

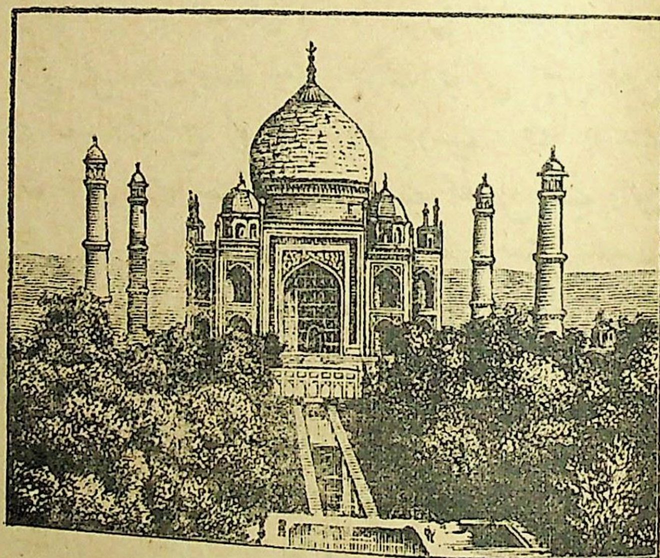
۱۱۲۔ رعایا کا عدل و انصاف۔ انگریزوں کے عہد کے پیشتر ہندوستان میں کوئی ایسا مجموعہ قوانین یا ضوابط نہ تھا جسکے ہندو مسلمان یہاں کی یوروپین اور اس ملک کے دیگر باشندہ پابند ہوتے۔ تعزیرات ہند فی نفسہ ایک تعلیم ہی گو زیادہ تر یہاں کے باشندے اسکی سزاؤں سے واقفیت نہیں رکھتے تاہم اس ملک میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس بات سے واقف نہو کہ ظلم و ضرر کی دادرسی کے لیے ہر شخص آسانی سے عدالت تک پہونچ سکتا ہی وہ یہ بھی جانتا ہی کہ اعلےٰ سے اعلےٰ حاکم قوانین کے واجبات اور سزاؤں سے مستثنےٰ نہیں ہیں اور عادل ججوں اور منصف مجسٹریٹوں کے یہاں نظر ثانی اور اپیل کا ایک سلسلہ ہی جنکے قانونی احکام میں حکام دخل نہیں دیسکتے ۱۸۹۵ء میں بائیس لاکھ چورانوے ہزار چار سو اکتیس نالشیں عدالتہاے دیوانی میں دائر ہوئیں اور اسی سال سترہ لاکھ باون ہزار تین

سو ساٹھ ملزم تحقیقات کے لیے عدالتہائے فوجداری میں حاضر کئے گئے۔ محض فریقین مقدمہ ہی مع اپنے احباب کے نہیں آتے تھے بلکہ بیشمار گواہ اور کچھ اسپیسر مقدمات مذکورہ بالا کی تحقیقات و تفتیش میں شرکت رکھتے تھے اور وہ بنظر عبرت دیکھ سکتے تھے کہ کس سہولت اور عدم طرفداری سے تحقیقاتیں کیجاتی ہیں۔ جب یہ بات ذہن میں آتی ہی کہ ہندوستان کی جملہ سرحدوں پر ظلم اور زیادتیوں کے تدارک میں ایک محض معمولی ناتراشیدہ قومی انصاف کیا جاتا ہے تو روزانہ برٹش انڈیا کے دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کے دیکھنے سے ہند کے باشندوں کے دلوں پر عدل و انصاف کا نقش کھنچ جاتا ہے گو یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات قابل سے قابل جج اور مجسٹریٹ غلطی کریں یا جھوٹی شہادت کیوجہ سے دھوکھا کھائیں۔

۱۱۳۔ ملکی تعمیرات۔ ملکی عمارتوں سے جو برٹش گورنمنٹ نے یہاں تعمیر کرائی ہیں اسکے طرز حکومت اور اُن فوائد کی نسبت جو ہند کو ممالک متحدہ گریٹ برٹین و آئرلینڈ کے ساتھ اتحاد رکھنے میں حاصل ہوئے ایک مؤثر نصیحت ہاتھ آتی ہے کسی یوروپین معمار نے کبھی ایسی عمارت کا ڈول نہیں ڈالا جو خوش اسلوبی میں دہلی کے قطب مینار یا آگرہ کے تاج محل سے بڑھ جاتی بجے پور کے

کھنڈہل الورا و اجنٹا کے سنگین شوالے اور دہلی و آگرہ
کے شاہی محل انگلستان اور دیگر دور دست ملکوں کے
سیاحوں کو ہند کی طرف کھینچ لاتے ہیں مگر ان سیاحوں
میں سے کسی کو ان بزرگ سنگین اور سنگ مرمر کی
یادگاروں کے مقابلہ میں ریلوں جہازی گوداموں۔ نہروں
اور پلوں کی خوبی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ برٹش گورنمنٹ
نے ملکی محاصل سے جو تعمیرات بنوائی ہیں اُنسے جملہ رعایا
کو نفع پہونچتا ہے۔ ایسی تعمیرات کو کمائی کے کام کہتے
ہیں انسے اشیا کی روانگی کے اخراجات کم ہوجاتے ہیں
اور اس وجہ سے لوگوں کو اپنی ضروریات جیسے نمک کپڑے
اور دیگر چیزیں ارزاں ملتی ہیں۔ اُنکی وجہ سے کاشتکاروں
کو اپنی روئی اور دیگر پیداوار عمدہ بازاروں میں بھیجنے کا
موقعہ ملتا ہے۔ ماسوا انکے اور بہت طریقوں سے آرام و
آسایش پہونچتی ہے۔ ملکی تعمیرات کے پسند کرنے میں انکے
اخراجات کا بھی خیال رکھنا پڑیگا۔ یہ کوئی ادنیٰ بات نہیں
ہے کہ شہر بمبئی میں سب سے خوشنما یونیورسٹی
اور ہائی کورٹ کی عمارتیں ہیں جو علم و فضل اور عدل و
انصاف کے سرچشمہ ہیں ملکی تعمیرات کے دیکھنے کا ایک
اور بھی طریقہ ہے۔ خود اُن تعمیرات کو عظیم الشان کارخانہ
تصور کرنا چاہیے جہاں ہزارہا ہنرمند دستکار اور انجنیر عمارتوں

کی تعمیر اور آراستگی کی تعلیم پاتے ہیں اور جو باتیں معماروں کو وہاں تعلیم کیجاتی ہیں بعد کو اس ملک کے لوگوں کے بیچ کے مکانات کی تعمیر میں وہ اُنسے کام لیتے ہیں۔



آگرہ کا تاج محل

ریل کی سڑکیں شاید اس لائق ہیں کہ سب سے پہلے انھیں پر ہم توجہ کریں۔ لوگ اکثر یہ کہتے ہیں کہ کوئی

گورنمنٹ جو مختلف مذاہب اور اقوام کے لوگوں پر فرمانروائی
کرتی ہے اُنکے قومی رسوم اور حالات کو تبدیل نہیں کرسکتی
مگر ہاں ریلوں کی وجہ سے چُپکے چُپکے خیالات میں تغیر
ہوتا جاتا ہے ۱۸۹۶ء کے اختتام پر بیس ہزار ایک سو
دس میل تک ریل جاری ہوگئی تھی اور چار ہزار دو سو
بیاسی میل زیر تعمیر تھی یا کام شروع ہونے کی منظوری
ہوچکی تھی۔ جو ریلوے لائن اسوقت جاری تھیں انمیں
دو ارب اڑتالیس کرور ساٹھ لاکھ روپے صرف ہوئے
تھے۔ اس خرچہ سے ہندوستان کے محصول دینے والوں
یعنی رعایا کو کمائی کے اعتبار سے ایک معقول صلہ
ملجاتا ہے۔ بعض بعض ریلیں گورنمنٹ یا دیسی رئیسوں
کی ہیں اور مابقی کو کمپنیوں نے کچھ شرح سود دینے کی
شرط پر یا حفظ امن کے خیال سے روپیہ کی امداد گوارا
کرکے جاری کیا ہے۔ جس شخص نے اُنپر سفر کیا ہے
اُنکے دل پر انجنیروں کی اُستادی۔ انتظامی قوت اور اُس
پیش بینی کا جو اُنکے چلانے میں حوادث سے بچنے کے لیے
ضروری ہے اور پابندی اوقات کا جو اِن ریلوں اور اُنپر
سفر کرنے والوں کے لیے لابدی ہے ضرور اثر پڑا ہوگا۔
یقیناً یہ بات بلاوجہ اور بے عقلی کی نہیں کہ ریلوں سے
لوگوں کو بہت کچھ تعلیم ہوتی ہے۔

آبپاشی کے کام اس لائق ہیں کہ انکا جداگانہ ذکر کیا جاے
چاہیے وہ نہریں ہوں یا تالاب - انگریزی عہد سلطنت سے
بہت پہلے ہندوستان کو تالاب اور کنوؤں کی قدر البتہ
تھی لیکن اس مقدار کی نہروں سے جو پچھلے پچاس برس
میں بنائی گیئں ملکی آرام و آسایش ظاہر ہے اور علوم
و فنون میں دستگاہ - اور یہ بات ہندوستان کو کبھی حاصل
نہ تھی - بطور مثال کے دریاے گنگ کی شمالی نہر کا ذکر
کیا جاتا ہے جسمیں تین کرور روپے صرف ہوئے ہیں -
خاص نہر چار سو چالیس میل ہے اور دو ہزار چھ سو
چودہ میل پانی تقسیم کرنے کی نالیاں جنسے سات لاکھ
اُنسٹھ ہزار دو سو ستانوے ایکڑ زمین کی آبپاشی ہوتی ہے -
دوسری نہر سرہند ہے جسمیں تین کرور اسّی لاکھ روپے
صرف ہوئے ہیں پانچ سو بیالیس میل یہ اصل نہر ہے
اور چار ہزار چھ سو پچپن میل پانی تقسیم کرنے کی نالیاں -
ہندوستان میں چالیس ہزار میل نہریں ہیں اور ایک
کرور ایکڑ سے زیادہ اراضیاں انسے سیراب ہوتی ہیں -
انمیں سینتس کرور روپے صرف ہوتے ہیں اور محصول
دینے والوں کو انسے سالانہ ڈیڑھ کرور کی آمدنی ہوتی ہے -
آبپاشی کے تعمیرات کی اتنی قدر اس وجہ سے نہیں ہے
کہ اُسمیں روپیہ لگانے سے آمدنی معقول ہوتی ہے بلکہ

بالتخصیص اس خیال سے کہ جس سال بارش نہیں ہوتی
تو رعایا کو اُنسے بہت نفع پہونچتا ہے۔شہر کی تعمیرات بھی
ہند کی ملکی تعمیرات کی ایک شاخ ہے۔اس ملک میں کوئی
طفل مکتب ایسا نہیں جسنے یہ عمارتیں اور سڑکیں جو
گورنمنٹ ملکی خزانہ سے بنواتی اور درست رکھتی ہے کچھ نہ
کچھ دیکھی نہوں۔مدرسہ۔ہسپتال۔دفاتر۔جیل خانہ عجائب گھر
اور عدالتیں لگاتار ہمارے ہرچہار طرف بنتی چلی جاتی
ہیں۔نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح یہاں کے
گانو گانو سے شہروں تک پختہ سڑکیں جنپر برسات میں
آمد و رفت مسدود نہیں ہوتی بنتی جاتی ہیں۔اس ضرورت
کو رفع کرنے کے لیے ہر سال گورنمنٹ ساڑھے چار کرور
روپیہ صرف کرتی ہے جس سے ادنے ادنے رعیت
کو راحت پہونچتی ہے۔گو برٹش گورنمنٹ ہندوستان کے
محاصل عظیم الشان عمارتوں میں جیسی کہ دہلی اور بیجاپور
میں ہیں صرف نہیں کرتی تاہم وہ اتنی کوشش ضرور
فرماتی ہے کہ رعایا کے کام اور آرام کے لیے بکثرت تعمیرات
بنواتی رہتی ہے۔

۱۴۴۔ڈاکخانہ وتار۔ہندوستان کی وسعت اسقدر زیادہ ہی
کہ ڈاکخانہ کے کام میں پوری پوری سہولت حاصل ہونے
کے لیے برسہا برس کی مدت چاہیے ہند میں برٹش گورنمنٹ

کے امن و اماں قائم کرنے کے بہت سے نتائج میں سے
ایک ڈاکخانوں کا انتظام ہے جسکو دیکھکر یہاں کے پُرانے
پُرانے لوگ متحیر ہوتے ہیں۔کیا ہندوستان کی پیشتر کی
کسی تاریخ میں اسکا کہیں ذکر ہے کہ ادنےٰ رعیت یا حقیر
سوداگر لاہور سے کلکتہ بحفاظت و بسرعت تمام آدھ آنہ میں
خط بھیج سکتا تھا اب گورنمنٹ ہند ایک لاکھ بائیس ہزار
دو سو بیاسی میل ڈاک لیجاتی ہے۔اُسنے تیس ھزار
چار سو اکادن ڈاکخانہ اور خطوں کے صندوق قائم کیے
ہیں وہ ہر سال لوگوں کے اکیس کرور روپے اِن لینڈ
منی آرڈر کے ذریعہ سے بحفاظت تمام پہونچاتی ہے۔ ویلو
پے ایبل پوسٹ کے ذریعہ سے وہ اٹھارہ لاکھ اٹھتر ہزار
پارسلیں لاتی اور لیجاتی ہے اور اُن لوگوں سے جنکے نام
یہ پارسلیں آتی ہیں دو کرور روپے وصول کرکے اِن کے
بھیجنے والوں کو پہونچا دیتی ہے بذریعۂ تار وہ چند گھنٹوں
میں ڈیڑھ کرور روپے تک کے منی آرڈر روانہ کرسکتی ہر
محکمۂ ڈاک غریبوں کے ہاتھ کونائن فروخت کرتا ہے اور
ہندوستانی فوج کے پنشن داروں کو پنشنیں پہونچاتا ہے۔
ڈاکخانہ کے متعلق چھیالیس ہزار تین سو پچھتر میل تار کا
انتظام کردیا گیا ہے جسمیں چار ہزار چھیالیس تار گھر ہیں
جنسے ہر سال پچاس لاکھ کے قریب خبریں روانہ ہوتی

ہیں۔کیا کوئی شخص جو شہریوں ۔صوبوں اور ہندوستان و دیگر بیرونی ممالک کے درمیان خط و کتابت کے وسیع حال پر غور کرتا ہے اس بات کے باور کرنے میں ذرہ



ہرکارہ

بھی شک کرتا ہے کہ محکمۂ ڈاک بھی علم کا ایک وسیلہ ہے۔ کچھ جھوٹی سچی خبریں لوگ لاکھوں خطوط اور پیکٹ کے

ذریعہ سے جو ڈاک اور تار پر آیا جایا کرتی ہیں منتشر کرتے رہتے ہیں پس بے بنیاد افواہیں بجلی کیطرح پھیل جاتی ہیں اور پہلا سبق جو کسی قوم کو بلکہ ہر ہر شخص کو اپنے نفع کے لیے لینا چاہیے اُنسے حاصل ہوجاتا ہو یعنی یہ نصیحت کہ جن باتوں کو تم سُنتے یا پڑھتے ہو بغیر غور و تامل مان نہ لینا چاہیے۔ اسطرح پر انسان اپنی ذہانت اور عقل سے کام لیا کرتا ہے اور دیہاتی جھتوں کے جتھے یعنی اُنکے خیالات جو صدہا برس سے رکے پڑے تھے ہرکاروں کی ہمیشہ آمد و رفت سے بہ چلتے ہیں یعنی وسیع ہوجاتے ہیں جس شخص نے ڈاک والے کی گھنٹیوں کی آواز سُنی ہوگی جس سے کنارا کے لق و دق جنگل کی سناٹے میں فرق پڑجاتا ہے اور جسکی عجیب و غریب آواز سے اُس جنگل کے وحشی جانور چوکنا ہوجاتے ہیں یہ ضرور اُسکے دل میں آتا ہوگا کہ ہرکارہ دنیا میں نیا رعب و داب رکھتا ہے۔

۱۱۵- مطبع اور انشا پردازی ایسی دو طاقتیں ہیں یعنی وسایل جنکی آیندہ کی نسبت کچھ لکھنا ممکن ہے۔ یہ سچ ہی کہ ہندوستان میں دو سو چار اخبار اور رسالہ جاری ہیں مگر انکی اشاعت میں بہت فرق ہے۔ اور ایسا شاعر جو حال کی ہندی یا ہندوستانی کے لیے وہ

کام کرے جو چوسر نے انگریزی کے لیے کیا ابھی پیدا ہونا باقی ہے۔ اُن ملکوں میں جہاں سیکڑوں برس سے آزاد مطبع جاری ہیں لوگ جھوٹی خبروں اور جھوٹی دلیلوں سے نفرت کرتے ہیں۔ سمجھدار قوم کے لیے جیسے پڑھنے کے علاوہ سمجھنے کا مادّہ بھی ہے ایک معقول پریس لازمی ہے۔ اخباروں کے اڈیٹروں کو مہذب ملکوں میں اتنی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں جو اعلےٰ سے اعلےٰ سرکاری ملازموں کو نہیں دیجاتیں۔ جب ہندوستانی پریسوں میں یہاں کے کالجوں اور اسکولوں کے چیدہ اور منتخب لوگ کام کرنے لگیں گے اور جب عموماً پڑھے لکھے لوگ دیسی اخباروں کے پڑھنے کا لطف و حظ اُٹھانے لگیں گے تو اس ملک کے پریسوں کی تعلیمی قوت البتہ معلوم ہوگی۔ سرِدست بہت سی حالتوں میں یہ دونوں شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا اُنکے استحصال کے لیے ہمکو زمانہ اور سررشتۂ تعلیم سے امید لگانا چاہیے۔

۱۱۶۔ سررشتہ تعلیم۔ جو گورنمنٹ نئی نئی صنعتوں کو ترقی دینے اور رعایا کی تجارت اور حرفت کو بڑھانے میں کمال کوشش فرماتی ہے غالباً مدرسوں اور کالجوں کی ناقدری نہ کریگی۔ اگر ہند کے لوگ جہاں کہیں ایک مدرسہ ہے وہاں بجائے اسکے بیس ابتدائی مدارس

قائم کریں تو ہر شخص کی دلچسپی کا باعث ہوگا مگر بالفعل
گورنمنٹ تین باتوں کی طرف توجہ فرمانے پر مجبور ہے۔ وہ
اعلیٰ تعلیم کا مختصر انتظام کرتی ہے جس سے بعض ملکی
خدمات اور بڑے بڑے پیشوں اور حرفوں کی حاجت روائی
ہوتی ہے۔ اس سے اُسکی یہی غرض ہے کہ یہ صیغہ بطور
نمونہ کے کام دے دوسرے وہ اُن جماعتوں یا شخصوں
کو جو لوگوں کی تعلیم اور اسکولوں اور کالجوں کے انتظام
کا بار گوارا کرتے ہیں امداد دیتی ہے۔ تیسرے وہ لوکل
اور میونسپل ممبروں سے حتےالامکان ابتدائی تعلیم کے
لیے ریٹ یعنی محصولوں اور ٹکسوں کی آمدنی سے مدد
دلواتی ہے۔ لہذا اس سررشتہ کی کارروائی ان تین باتوں
کے لحاظ سے معائنہ کرنا چاہیے۔

۱۱۷۔ تعلیم کے نمونہ۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں
کو بخوبی معلوم ہے کہ ہندوستان کے طریق تعلیم میں
ابتدائی مدارس جہاں ورناکیولر یعنی دیسی زبانوں کی
تعلیم دیجاتی ہے سکنڈری اسکول جنمیں انگریزی پڑھائی
جاتی ہے اور یونی ورسٹی کے متعلق کالج شامل ہیں جنمیں
تعلیم کی تکمیل ہوتی ہے اور کامیابی کے صلہ میں ڈگری
عطا ہوتی ہے۔ جو تعلیم سکنڈری اسکولوں اور کالجوں
میں دیجاتی ہے یا تو وہ فنون یعنی سائینس کے متعلق

ہوتی ہے یا علوم یعنی یونی ورسٹی کے آرٹس کورس کے
پس اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ مختلف قسم کی تعلیم
دیجاے محض اس وجہ سے نہیں کہ لوگوں کی قابلیت
اور انکے مذاق مختلف ہیں بلکہ زیادہ تر اس خیال سے
کہ لوگوں کی حاجتیں اور ضرورتیں جدی جدی ہیں اور تعلیم
ایسی ہونی چاہیے جس سے طلبہ کو ملکی خدمات اور عہدوں
کی استعداد حاصل ہو اسی وجہ سے گورنمنٹ اپنے سرکاری
محکمۂ تعلیم میں طبابت اور تعمیرات کے کالج و مدرسہ
علاج مویشی و فن زراعت کے اسکول اور فنون اور
پیشوں کے مدارس جاری فرماتی ہے۔ جب کسی تعلیم کے
صیغہ میں کوئی نیا تجربہ کرنا ہوتا ہے تو گورنمنٹ رہنمائی
کرتی ہے اور بالتخصیص تعلیم نسواں اور سائینس کے
پڑھانے میں اسکی ازبس ضرورت ہے ورنہ اس طرف
توجہ ہی نہ کیجاتی۔

۱۱۸۔ج کے بھاری کام۔تعلیم سے گورنمنٹ کی خاص
غرض وہی ہے جو تجارت یا قحطی امداد کے معاملہ میں
ہم دیکھ چکے ہیں یعنی جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اور
اُنکی جماعتوں کو ایسے کام میں شرکت کے لیے آمادہ کرنا
جسمیں ایک کثیر التعداد ساتھ کام کرنے والونکی مستعدی
اور ذاتی دلچسپی کی ضرورت ہے دسٹرکٹ بورڈ کا یہ فرض

منصبی ہے کہ رعایا یعنی محصول دینے والوں کے اطفال
کی ابتدائی تعلیم کا سامان بہم پہونچائیں - لوگوں کی وہ جماعتیں
جنکے مرکوز خاطر بہبود خلائق ہے اور وہ لوگ جو مدرسی
کا پیشہ اختیار کرتے ہیں اعلیٰ تعلیم کے صیغہ میں انکی
قدر و منزلت کیجاتی ہے اور اُنھیں امداد دیجاتی ہے -
ان وسایل سے بہت سے لوگوں کو مدد ہی دینے
کا میلان نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسے لوگوں کے گروہ ہوجاتے
ہیں جو اپنے اس کام میں نہایت دل لگاتے ہیں
اور اپنا کل وقت صرف کرکے وہ نتیجے مرتب کرتے
ہیں جو کوئی سرکاری محکمہ اپنی کوشش سے کبھی حاصل
کرنے کی امید نہیں کرسکتا - جب ہندوستان میں تعلیم
کی ابتدائی حالت تھی تو لوگوں کو اِسکی قدر و راہ بتانے
کا کل بار گورنمنٹ ہی پر تھا مگر مرور ایام سے یہ بات
معلوم ہوتی ہے کہ جو روپیہ ملکی تعلیم میں صرف کیا جاتا
ہے اگر اسکے متعلق نج کی الوالعزمیوں اور امدادی مدارس
میں بے رو رعایت لگایا جاوے تو اور بھی عمدہ نتائج
مرتب ہوں - رعایا کے لیے مدرسہ بنا دینا بڑے فائدہ
کی بات ہے مگر اسمیں اُسکا اور بھی زیادہ نفع ہے
کہ اُسکو خود تمام ملک میں مدرسہ اور کالج جاری کرنے
کی رہنمائی کیجاوے - ہر قسم کے چند مدارس بطور نمونہ

کے قائم کرنے سے اور خوشی سے شرکت کرنے والوں
کو علم کی ترقی دینے کے صلہ میں مدد دینے کی ترغیب سے
پچھلے پچاس برس میں بہت معقول ترقی ہوئی ہے۔
۱۱۹۔ابتدائی تعلیم۔ابتدائی تعلیم میں لوگوں کو اپنی اولوالعزمی
ظاہر کرنے کے لیے وہ لالچیں نہیں ہیں جو انگریزی اسکولوں
اور کالجوں کے ترقی دینے میں ہیں جو شخص کسی مڈیکل
اسکول کی کوئی ڈگری یا سرٹفکیٹ حاصل کرلیتا ہے تو
اُسے کما کھانے کا ایک عمدہ وسیلہ ہاتھ آجاتا ہے پس
اس بات کے حاصل کرنے کے لیے وہ فیس وغیرہ
دینا گوارا کرتا ہے اور ذاتی فوائد و اغراض لوگوں کو
اسکولوں اور کالجوں کے کھولنے کی ترغیب دلاتے ہیں
جنسے اُنھیں کماحقہ فیس ملنے کی امید ہوتی ہے۔مگر وہ
فرقہ جو ابتدائی تعلیم سے باہر کبھی قدم نہیں رکھتا غریب
ہے اور لہذا تعلیم کی قدر نہیں جانتا۔اگر یہ لوگ لکھنا
پڑھنا سیکھا چاہیں تو گورنمنٹ کو اُنکی سہولت کا انتظام
کرنا مناسب ہے۔یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ابھی برسہا برس
ملکی روپیہ چاہے وہ ریٹ یعنی محصولوں کے مد کا ہو یا
ٹکسوں کا زیادہ تر ابتدائی تعلیم میں صرف ہوا کرے گا۔
مغربی ملکوں میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ گورنمنٹ پر
اپنی جملہ رعایا کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست کرنا فرض ہے

بعض حالتوں میں تعلیم مفت ویجاتی ہے اور بعض صورتوں
میں بہت کم خرچ پر۔ مگر ہند کی رعایا ان اصول کے
برتنے اور منظور کرنے کو ابھی طیار نہیں یہ ایک ایسی
بات ہے جسکا خیال رکھنا نہایت ضروری ہی کیونکہ کوئی
شہری اپنے پڑوسیوں اور اپنی گورنمنٹ کے حقوق کی
نسبت اپنے فرائض کو کما حقہ انجام نہیں دیسکتا جبتک
کہ اسکو لکھنے پڑھنے اور اعداد کے شمار کرنے کی
قوت نہیں ہوتی۔

۱۲۰- قوموں کی حالت۔ اُن لڑکیوں اور لڑکوں
میں سے جو مدرسہ جانے کے لائق ہیں کل بارہ فی
صدی اسکول جاتے ہیں۔ چالیس لاکھ کے قریب لڑکے
اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں اور کل چار
لاکھ لڑکیاں۔ ان دونوں میں سے بہیئت مجموعی اکتیس
لاکھ چالیس ہزار ابتدائی تعلیم کے مدارس میں پڑھتے
ہیں اور پانچ لاکھ چونتیس ہزار اُنکی سکنڈری مدارس میں۔
گو یہ نتائج خاطر خواہ نہیں مگر انمیں جملہ صیغوں جیسی ٹکس۔
ریٹ۔ فیس اور دیگر ابواب سے ساڑھے تین کرور سے
زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے لہذا یہی کہہ سکتے ہیں کہ
ہندوستان فی الحال اس سے زیادہ نہیں کرسکتا مگر زیادہ
کوششوں اور اخراجات کی ضرورت فوراً سب تسلیم کرلینگے۔

۱۲۱- اختتام- ہندوستانی جماعتوں اور گروہوں میں لاکھوں ایسے طالبعلم تعلیم پاتے ہیں جنھوں نے کبھی اسکول میں قدم نہیں رکھا اور نہ وہ کبھی یہاں جانا پسند کرتے- اس باب میں جن قوموں کا ذکر کیا گیا انہیں سے اکثروں کے افعال و اعمال مجہول ہیں انکو اسکولی تعلیم کی طرح اقوام کی حالت کے ذیل میں درج نہیں کر سکتے- مگر جبتک لوگوں کو آنکھیں اور دماغی قوتیں ہیں- ریل- ہسپتال- ڈاکخانہ- عدالتیں اور قحطی امداد کے کیمپ اور علاوہ بریں اور بہت سے روزانہ پیش آنے والے واقعات سے انکے دلوں پر اثر پڑتا رہیگا اور انکا تجربہ اور علم بڑھتا جائیگا ملکی تعلیم کی یہ بہت بڑی بات ہے کہ لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم ملکی باشندہ ہیں اور نہ غلام اور بحیثیت شہری ہونے کے ہمیں اپنے ملکی معاملات کے انتظام میں شرکت کرنا چاہیے اس خیال کی کچھ جھلک ہندوستان کے لاکھوں باشندوں میں پڑگئی ہے اور ہر ہر شخص سے جو شہری ہونے کے معنی سمجھتا ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے شہری ہونے کا رتبہ تمنے وراثتاً پایا ہے- جو ایک موہبت عظمیٰ ہے پس اپنے فرائض اور استحقاق کا خیال رکھو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے

کی آئندہ حالت تمھارے ہی افعال پر مبنی ہوگی
رہ قول ہے کیا دور بادل گرجنے کی آوازیں
آفتیں ن پڑتی ہیں - کیا جہالت کی تاریکی میں
اح خبیثہ یعنی بے بنیاد افواہیں منتشر ہو رہی ہیں
رض اگر یہ حالت ہوئی تو یہ یقین رکھو کہ اس کا
درت اپنے بندوں کی اسوقت تک دست گیری کریگا کہ
و کرٹک دور ہوجائیگی اور ارواح خبیثہ مفقود - امن و
ل کا نور غالب ہوگا اور جہالت کی ظلمت بیشتہا بیشت
خوشی سے مبدل ہوجائیگی - فقط

...ندوں میں پر...
سے جو شہری ہونے کے معنی سمجھتا ہے
ہیں کہ ہندوستان کے شہری ہونے کا رتبہ کسے ...وراثتہً
پایا ہے۔ جو ایک موہبت عظمیٰ ہے پس اپنے فرائض
اور استحقاق کا خیال رکھو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے